

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ

صفحہ

ترجمہ الخواطر

بہجۃ المسامح والنواظر

(پاک ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ)

(حصہ دوم)

مؤلفہ :- مولانا سید عبدالحی بریلوی

مترجم :- البریجی امام حسن نوشہری



مقبولہ کے اکیسے

بالمقابل شمع یوسٹ آفس، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

R

۲۹۴۵۹۹۲۳

۵۳۲۴

۱۲۹۲۲

v. 2

UNIVERSITY
LIBRARY

مجموعہ حقوق محفوظ

ناشر :- ملک مقبول احمد
طباعت :- انقش پریس
طبع اول :- ۱۹۴۵ء
قیمت :- سات روپے

باعانت

محکمہ اوقاف

دسٹریکٹ پاکستان، لاہور

فہرست افراد متن

(جلد دوم)

الف

ملتان	۱۶ - شیخ اسماعیل ابن محمد	بہذانی	۱ - ابراہیم بن شریار
ظفر آبادی	۱۷ - شیخ اسد الدین		۲ - ابراہیم (حجیم الدین)
بدایونی	۱۸ - مولانا اعز الدین	سنگانی	۳ - ابراہیم بن عبداللہ
رازی	۱۹ - مولانا افتخار الدین		۴ - ابوعلی شرف الدین قلندر
برنی	۲۰ - مولانا افتخار الدین	ملتان	۵ - ابوالفتح رکن الدین
دہلوی	۲۱ - مولانا اختیار الدین		۶ - قاضی البرحیفہ
گیلانی	۲۲ - مولانا افتخار الدین	آچی	۷ - احمد بن حسین بخاری
دہلوی	۲۳ - شیخ اعز الدین	دہلوی	۸ - احمد بن خسرو
دہلوی	۲۷ - شیخ امام الدین	دہلوی	۹ - احمد بن شہاب
	ب	منیری	۱۰ - احمد بن یحییٰ
اودھی	۲۵ - مولانا بدر الدین		۱۱ - احمد بن محمد بخاری
دمشقی	۲۶ - حکیم بدر الدین	قندھاری	۱۲ - احمد بن محمد
مجہری	۲۷ - بدر الدین	دہلوی	۱۳ - احمد بن ایاز
شاشی	۲۸ - بدر الدین	غزنوی	۱۴ - سید احمد
بھکرہ	۲۹ - مولانا برہان الدین	منہری	۱۵ - شیخ اسحاق

۳۰ - مولانا برہان الدین

۳۱ - قاضی بہاء الدین

۳۲ - مولانا بہاء الدین

ت

۳۳ - امیر تارا خاں

۳۴ - قاضی تاج الدین

۳۵ - مولانا تاج الدین

۳۶ - مولانا تاج الدین

۳۷ - مولانا تاج الدین

ج

۳۸ - شیخ جلال الدین

۳۹ - مولانا جلال الدین

۴۰ - قاضی جلال الدین

۴۱ - شیخ جلال الدین

۴۲ - شیخ جلال الدین

۴۳ - قاضی جلال الدین

۴۴ - قاضی جلال الدین

۴۵ - شیخ جمال الدین

۴۶ - شیخ جمال الدین

۴۷ - شیخ جمال الدین

۴۸ - شیخ جمال الدین

ساوی

اچی

مٹانی

دہلوی

کروی

کلاہی

المقدم

عراقی

تبریزی

رومی

الولوالحی

دہلوی

اودھی

کاشانی

کرماتی

مغربی

الکونلی

اچی

اودھی

ح

۴۹ - منہاج الدین الحسن بیابانی

۵۰ - نجم الدین الحسن بن علاء سجری

۵۱ - علاء الدین حسن بھنی

۵۲ - جلال الدین حسین بن احمد بخاری

۵۳ - شیخ حسین بن محمد کرماتی

۵۴ - حسین بن عمر غیاث پوری

۵۵ - مولانا حجتہ الدین القدیم مٹانی

۵۶ - مولانا حسام الدین ساوی

۵۷ - مولانا حسام الدین سرخ

۵۸ - مولانا حماد الدین کاشانی

۵۹ - مولانا حمید الدین دہلوی

۶۰ - شیخ حمید الدین قلندر دہلوی

۶۱ - شیخ حمید الدین ہنگاری

خ

۶۲ - خسرو بن سیف الدین دہلوی

۶۳ - سید خضر رومی

۶۴ - خواجہ خلیف بن اشرف نخشی

س

۶۵ - شیخ دانیاں بن الحسن سترکی

تقنی	۸۴	مولانا سرورج الدین	۸۴	شیرازی	شیخ داؤد ابن الحسین	۹۰
قندھاری	۸۵	شیخ سعید الدین	۸۵		—	
ملتان	۸۶	شیخ سلیمان بن احمد	۸۶	کروی	قاضی رکن الدین	۹۱
بجنوری	۸۷	قاضی سہار الدین	۸۷	کاشانی	شیخ رکن الدین	۹۲
		مشہد		کاشانی	قاضی رکن الدین	۹۳
کشمیری	۸۸	شاہ مرزا	۸۸	سنامی	مولانا رکن الدین	۹۴
کشمیری	۸۹	شیخ شرف الدین حبیبی	۸۹	اندرپتی	مولانا رکن الدین	۹۵
دہلوی	۹۰	قاضی شرف الدین	۹۰	نظرف آبادی	شیخ رکن الدین	۹۶
امروہوی	۹۱	شیخ شرف الدین حبیبی	۹۱	بدایونی	مولانا رکن الدین	۹۷
ترکمانی	۹۲	شیخ سہمش الدین	۹۲	بہاری	مولانا رکن الدین	۹۸
کوی	۹۳	شیخ سہمش الدین	۹۳		—	
باختری	۹۴	مولانا سہمش الدین	۹۴	بہاری	زابدین محمد	۹۹
کازرونی	۹۵	مولانا سہمش الدین	۹۵	دہلوی	مولانا زین الدین	۱۰۰
دمشقی	۹۶	مولانا سہمش الدین	۹۶	اودھی	شیخ زین الدین	۱۰۱
دہلوی	۹۷	مولانا سہمش الدین	۹۷	دہلوی	قاضی زین الدین	۱۰۲
تم	۹۸	مولانا سہمش الدین	۹۸	گوالیاری	قاضی زین الدین	۱۰۳
سنامی	۹۹	مولانا سہمش الدین	۹۹	مقبری	خواجہ زکی الدین	۱۰۴
دہلوی	۱۰۰	مولانا سہمش الدین	۱۰۰		—	
دہلاوی	۱۰۱	مولانا سہمش الدین	۱۰۱	امیر عرب شام	سیف الدفعا	۱۰۵
جامی	۱۰۲	شیخ شہاب الدین	۱۰۲	دہلوی	مولانا سعد الدین	۱۰۶
دہلوی	۱۰۳	مولانا شہاب الدین	۱۰۳	دہلوی	قاضی سماع الدین	۱۰۷

دہلوی	۱۲۳	مولانا ضیاء الدین
رومی	۱۲۴	شیخ ضیاء الدین
سمنانی	۱۲۵	قاضی ضیاء الدین
نخشبئی	۱۲۶	شیخ ضیاء الدین
ظ		
بجکری	۱۲۷	مولانا ظہیر الدین
اعرج	۱۲۸	مولانا ظہیر الدین
ظفر آبادی	۱۲۹	شیخ ظہیر الدین
ع		
اندپتی	۱۳۰	مولانا عالم بن العلاء
دہلوی	۱۳۱	مولانا عبد الخزیز
اردوبی	۱۳۲	شیخ عبد الخزیز
دہلوی	۱۳۳	شیخ عبد الخزیز
دہلوی	۱۳۴	شیخ عبد الدان محمد
بیانوی	۱۳۵	قاضی عبد اللہ
شروانی	۱۳۶	مولانا عبد الکریم
کنڈی	۱۳۷	قاضی عبد المتقدر
مٹانی	۱۳۸	شیخ عثمان ابن داؤد
اودھی	۱۳۹	شیخ سراج الدین عثمانی
میلیاری	۱۴۰	قاضی فخر الدین عثمانی
سناچی	۱۴۱	شیخ عثمان بن مہناج

دہلوی	۱۰۲	شیخ شہاب الدین
مٹانی	۱۰۵	مولانا شہاب الدین
گاندرونی	۱۰۶	شیخ شہاب الدین
ناگوری	۱۰۷	شیخ شہاب الدین
دہلوی	۱۰۸	مولانا شہاب الدین
کشمیری	۱۰۹	شہاب الدین شاہ
زابدی	۱۱۰	شیخ شہاب الدین
ص		
دہلوی	۱۱۱	مولانا صدر الدین الحکیم
دہلوی	۱۱۲	شیخ صدر الدین
دہلوی	۱۱۳	قاضی صدر الدین
ظفر آبادی	۱۱۴	شیخ صدر الدین
بجکری	۱۱۵	شیخ صدر الدین
ساوی	۱۱۶	مولانا صدر الدین
گندھک	۱۱۷	مولانا صدر الدین
سمرقندی	۱۱۸	مولانا صدر الشریف
سترکی	۱۱۹	مولانا صلاح الدین
مٹانی	۱۲۰	شیخ صلاح الدین
ض		
برنی	۱۲۱	قاضی ضیاء الدین
بیاتوی	۱۲۲	قاضی ضیاء الدین

حیدری	شیخ علی	۱۴۳
پہاڑی	شیخ علی بن شہاب	۱۴۴
غوری	شیخ علی بن احمد	۱۴۵
جھوڑی	شیخ علی بن محمد	۱۴۶
جھوڑی	شیخ علی بن محمد	۱۴۷
جھوڑی	علی بن علی	۱۴۸
دہلوی	علاء الدین علی بن محمد	۱۴۹
دہلوی	علی بن محمود	۱۵۰
دہلوی	مولانا عماد الدین	۱۵۱
غوری	مولانا عماد الدین	۱۵۲
ہندی	شیخ عمر بن محمد	۱۵۳
پٹواری	شیخ عمر بن اسعد	۱۵۴
غزنی	شیخ عمر بن اسحاق	۱۵۵
سنامی	شیخ عمر بن محمد	۱۵۶
بیجاپور	شیخ عین الدین	۱۵۷
ہندی	خواجہ عین الدین	۱۵۸
	غ	
دہلوی	غیاث الدین شاہ تغلق	۱۵۹
ملک بنکار	غیاث الدین	۱۶۰
	ف	
زرداری	مولانا فخر الدین	۱۸۱

زبیری	شیخ عز الدین	۱۲۲
البتانی	الامیر عز الدین	۱۲۳
دہلوی	شیخ عز الدین	۱۲۴
دہلوی	مولانا عضد الدین	۱۲۵
کاشانی	مولانا عقیف الدین	۱۲۶
الندوی	شیخ علاء الدین	۱۲۷
اودھی	شیخ علاء الدین	۱۲۸
برنی	الامیر علاء الدین	۱۲۹
سندھوی	شیخ علاء الدین	۱۵۰
ملتان	شیخ علاء الدین	۱۵۱
کنٹوری	شیخ علاء الدین	۱۵۲
دہلوی	سید علاء الدین علی بن محمد	۱۵۳
دہلوی	مولانا علاء الدین	۱۵۴
التاجر	مولانا علاء الدین	۱۵۵
گرگ	مولانا علاء الدین	۱۵۶
لاہوری	مولانا علاء الدین	۱۵۷
المقرب	مولانا علاء الدین	۱۵۸
اندپتی	مولانا علاء الدین	۱۵۹
شیرازی	مولانا علم الدین	۱۶۰
تبریزی	مولانا علیم الدین	۱۶۱
ناگوری	شیخ علی بن حمید	۱۶۲

ک

عراقی	مولانا کبیر الدین	۲۰۲
دہلوی	مولانا کریم الدین	۲۰۳
جوہری	مولانا کریم الدین	۲۰۴
سمرقندی	مولانا کریم الدین	۲۰۵
سامانوی	مولانا کمال الدین	۲۰۶
دہلوی	مولانا کمال الدین	۲۰۷
غاری	شیخ کمال الدین	۲۰۸
کوٹلی	مولانا کمال الدین	۲۰۹
سنتوسی	مولانا کمال الدین	۲۱۰
مالوی	شیخ کمال الدین	۲۱۱

م

خجندی	شیخ مبارک العجمی البغنی الکوہستانی	۲۱۲
بہنی	مبارک شاہ	۲۱۳
ملتان	مجاہد شاہ	۲۱۴
دہلوی	شیخ محمد والدین	۲۱۵
بدایونی	شیخ محمد بن احمد	۲۱۶
دہلوی	شیخ نظام الدین محمد بن احمد	۲۱۷
مہجری	شیخ محمد بن اسحاق	۲۱۸
ہلسوی	شیخ محمد بن احمد	۲۱۹
	قاضی محمد بن برہان	۲۲۰

م

مردی	ناقلی
ہلسوی	شرفاقل
بجنوری	زادہری
دہلوی	اودھی
نالوری	دولت آبادی
ملتان	دہلوی
ہروی	دہلوی
دہلوی	دہلوی
دہلوی	دہلوی
دہلوی	دہلوی
دہلوی	دہلوی
ہلسوی	دہلوی
علوی	دہلوی
کشمیری	دہلوی
دہلوی	دہلوی

م

۱۸۲	شیخ فخر الدین
۱۸۳	مولانا فخر الدین
۱۸۴	مولانا فخر الدین
۱۸۵	مولانا فخر الدین
۱۸۶	قاسمی فخر الدین
۱۸۷	فخر الدین
۱۸۸	مولانا فخر الدین
۱۸۹	شیخ الاسلام فرید الدین
۱۹۰	شیخ فرید الدین
۱۹۱	شیخ فرید الدین
۱۹۲	شیخ فضل بن محمد
۱۹۳	مولانا فصیح الدین
۱۹۴	قاضی فصیح الدین
۱۹۵	فیروز شاہ
۱۹۶	شیخ فیروز
۱۹۷	شیخ قاسم بن عمر
۱۹۸	شیخ قطب الدین
۱۹۹	شیخ قطب الدین حمید
۲۰۰	قطب الدین شاہ
۲۰۱	مولانا قوام الدین

ق

خلیجی	علامہ الدین محمد شاہ	۲۲۶	دہلوی	محمد بن متعلق شاہ	۲۲۱
بدخشی	محمد المنجم	۲۲۷	بہمنی	محمد شاہ	۲۲۲
کراتی	شیخ محمد ابن محمود	۲۲۸	اروی	شیخ محمد ابن عبدالرحیم	۲۲۳
کراتی	شیخ محمد بن محمود	۲۲۵	دہلوی	شیخ محمد بن کمال الدین	۲۲۴
بغدادی	محمد	۲۲۶	کراتی	محمد بن المبارک	۲۲۵
عزانی	محمد بن شمس	۲۲۷	صفاتی	شیخ محمد بن محمد	۲۲۶
بہمنی	محمد شاہ	۲۲۸	پانی پتی	شیخ محمد بن محمود	۲۲۷
دہلوی	شیخ محمد بن محمد	۲۲۹	مالسوی	شیخ محمد بن محمود	۲۲۸
اودھی	شیخ محمود بن یحییٰ	۲۵۰	بہرائچی	شیخ محمد ابن نظام الدین	۲۲۹
دہلوی	شیخ محمود ابن محمد	۲۵۱	کابلی	شیخ محمد بن محمد	۲۳۰
بجاری	شیخ محمود بن حسین الحلبی	۲۵۲	ہندی	شیخ محمد بن محمد	۲۳۱
کراتی	شیخ محمود بن ابرہہ	۲۵۳	بلخی	شیخ محمد بن محمد	۲۳۲
دہلوی	شیخ نخلص بن عبداللہ	۲۵۴	سبز داری	شیخ محمد بن علی	۲۳۳
سندھی	شیخ مسعود بن شیبہ	۲۵۵	صفہانی	شیخ محمد بن احمد	۲۳۴
دہلوی	شیخ موسیٰ بن اسحاق	۲۵۶	فرشوری	شیخ محمد بن محمد	۲۳۵
مطانی	شیخ موسیٰ بن جلال	۲۵۷	اودھی	شیخ محمد بن یحییٰ	۲۳۶
کاشانی	شیخ محمد الدین	۲۵۸	اودھنی	شیخ محمد بن یوسف	۲۳۷
کاشانی	شیخ محی الدین	۲۵۹	دمراچی	شیخ محمد بن محمد	۲۳۸
انڈھنی	مولانا معز الدین	۲۶۰	کراتی	قاصی جلال الدین محمد	۲۳۹
باغزی	شیخ معین الدین	۲۶۱	شیرازی	شمس الدین محمد	۲۴۰
الکوئی	شیخ معین الدین	۲۶۲	دامغانی	مولانا شمس الدین محمد	۲۴۱

جونپوری	مولانا نصیر الدین	۲۸۳
کلاہی	مولانا نظام الدین	۲۸۲
شیرازی	مولانا نظام الدین	۲۸۵
ظفر آبادی	مولانا نظام الدین	۲۸۶
حصاری	مولانا نظام الدین	۲۸۷
ہائسوی	شیخ نور الدین	۲۸۸

و

رازی	مولانا وجیہ الدین	۲۸۹
پائی	مولانا وجیہ الدین	۲۹۰
بیالوزی	مولانا وجیہ الدین	۲۹۱
دہلوی	مولانا وجیہ الدین	۲۹۱

ح

قنی	مولانا یعقوب	۲۹۳
دہلوی	المبینی الحکیم	۲۹۴
ملتان	شیخ یوسف بن جمال	۲۹۵
چنڈیوی	شیخ یوسف	۲۹۶
پشتی	شیخ یوسف	۲۹۷
ابوحنی	شیخ یوسف بن سلیمان	۲۹۸
حیثی	شیخ یوسف بن علی	۲۹۹

عمرانی	مولانا سعید الدین	۲۹۳
ابوحنی	شیخ معز الدین	۲۹۲
دہلوی	شیخ معز الدین	۲۹۵
بیالوزی	قاضی مجتہب الدین	۲۹۶
ہائسوی	مولانا معتبت الدین	۲۹۷
کردی	قاضی مظہر الدین	۲۹۸
قاسمی	مولانا منہاج الدین	۲۹۹
ہائسوی	شیخ منتخب الدین	۳۰۰
الضاری	شیخ منہاج الدین	۳۰۱
کردی	مولانا موبد الدین	۳۰۲
ماریکلی	مولانا میران	۳۰۳

ن

ناگوری	مولانا ناصر الدین	۳۰۴
خوارزمی	مولانا ناصر الدین	۳۰۵
الانتشار	مولانا نجم الدین	۳۰۶
سمرقندی	مولانا نجم الدین	۳۰۷
سابی	مولانا نجیب الدین	۳۰۸
دہلوی	مولانا نصیر الدین	۳۰۹
صالبونی	مولانا نصیر الدین	۳۱۰
کردی	مولانا نصیر الدین	۳۱۱
شیرازی	مولانا نصیر الدین الحکیم	۳۱۲

طیف شامینہ

(۸- ویں صدی ہجری کے اکابر)

طبقات شامیہ

۱۔ شیخ ابراہیم بن شہر یار ہمدانی عراقی

م ۶۰۶
۱۳۰۷ھ

فخر الدین لقب، عراق سے منسوب (عراقی) فضل و صلاح و تقویٰ میں معروف، مولد ہمدان۔
صغیر سنی میں قرآن مجید حفظ کیا اور تجوید میں بھی ملکہ حاصل کر لیا۔ اب تحصیل علوم پر مائل ہوئے اور
سترہ سال کی عمر میں تکمیل کر لی اور اس سال کے اندر مسند تدریس پر فائز ہوئے۔

ایک روز مصروف بہ تدریس تھے کہ فرقہ قلندریہ کا ایک گولہ آیا جس میں ایک نو عمر حسین
لڑکا تھا۔ یہ اسے دیکھ کر درس ترک کر کے اس گروہ میں شامل ہو گئے۔ چلتے چلاتے یہ گروہ ملتان وارد
ہوا اور حضرت زکریا ملتانی سے ملاقات کی تو مدوح نے ابراہیم کے لبشرے پر رش و سعادت
کے آثار پا کر انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اپنے اس گروہ میں شریک کر لیا۔ جس گروہ میں پہلے
چالیس فقرا اور جمع تھے۔ دسویں روز ان کی حالت متغیر ہو گئی اور محسن کے ساتھ فارسی اشعار گانے
لگے۔ ان کے ساتھی یہ سن کر چلائے کہ ہمارا طریقہ تو صرف خلوة اور مراقبہ اور ذکر ہے جس میں یوں شتر

روا نہیں۔ حضرت شیخ بہاء الدین نے خوفناک اور مریدوں کو منع فرمایا۔ اس پر مریدوں نے کہا
 "اسے پیرو مرشد! موت یہاں تک آپہنچی ہے کہ معنی سے قالون کے اندر انہی کے سرتال میں پیشتر
 لاپتے پھرتے ہیں" ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔
 چو خود کردند راز خوشتن فاش

عراقی را چرا بدنام کردند !!

پیرو مرشد نے یہ سنا تو انہیں خالقہ میں جانے کا حکم دیا۔ پھر ان سے کہا "باہر نکل
 آؤ! عراقی نے خالقہ سے باہر آکر شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اب شیخ نے انہیں خرقة پہنوا یا
 اور اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے کر دیا۔

حضرت عراقی ۲۵ سال تک ملتان میں قیام کے بعد زیارت ہرمین سے مشرف ہوئے۔ اور
 قونیہ تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ صدر الدین سے مخصوص (ابن عربی) پڑھی۔ پھر مصر آئے اور قاہرہ
 میں منصب شیخ پرفائز ہوئے۔ آخر دمشق لوٹے۔ اور یہاں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی تصنیفات
 میں اللغات (فارسی) میں ہے جو انہوں نے قونیہ میں لکھی۔ اور ان کے یہ شعر یادگار ہیں۔
 سختین بادہ کاندہ جام کردند

ز چشم مست ساقی و ام کردند

برائے صید مرغ جان عاشق

ز زلف فتنہ جو یاں دام کردند

۱۔ اللہ اللہ! یہ لوگ سد ذرائع پر کس حد تک عامل تھے۔ مبادا عراقی پھر کسی پر مال ہو جائے۔
 اپنی صاحبزادی ان کے جہاں عقد میں دے دی۔ حضرت زکریا ملتانی نے اس قدر مال منال
 چھوڑا کہ ان کے سات لڑکوں میں سے ہر ایک کے حصے میں دیگر اثاثہ و ہباید لو غیر منقولہ کے
 ہر ایک فرزند کو ستر ستر لاکھ اشرفی ترکے میں ملی۔

بعالم ہد کجا سنج و بلائی است

بہم کردند و عشقش نام کردند!!

چو خود کردند راز خوشتن فاش

عراقی را چرا بدنام کردند

عراقی کی تاریخ وفات بیان کی جاتی ہیں :-

۱۔ احمد رازی در سفت اقلیم $\frac{۱۲۸۹}{۴۸۸}$ یا $\frac{۱۳۰۷}{۴۰۷}$

۲۔ دولت شاہ سمرقندی در تذکرہ شرا $\frac{۱۳۰۷}{۴۰۷}$

عراقی دمشق میں شیخ محی الدین ابن عربی کے جواریں مدفون ہوئے۔ باوجودیکہ عراقی کے

مولد و مدفن دونوں ہندوستان میں نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے یہاں ۲۵ سال تک قیام فرمایا۔

شادی کی اور اولاد پیدا ہوئی۔ اس لیے ہم نے تمیناً ان کا تذکرہ لکھ دیا۔

۲۔ نجم الدین ابراہیم

لقب نجم الدین۔ فرقہ سہروردی کے ممتاز شیوخ صلحا سے ہیں۔ جناب ابوالفتح رکن

الدین ملتان سے اخذ طریقت کیا۔ اور ان سے شیخ منہاج الدین حسن بیابانی اور دوسرے

بے شمار حضرات نے

۳۔ ابراہیم بن عبداللہ شکانی

۱۴۳۔ محرم ۷۵۲ھ

بے بدل عالم اور شریعت پر عمل پیرا۔ حضرت عین الدین بیجاپوری مصنف کتاب الملحقات

سے پڑھا اور دولت آباد میں کچھ مدت ان کے ملازم رہے۔ پھر بیجاپور کے منحقہ قریہ بہیرول

لے بحوالہ منبع الانساب در متن ۱۷ ملازم کے معنی چاکری نہیں بلکہ حضوری کے ہیں۔

ہیں تشریف سے آئے اور اپنے شیخ مدوح کی زندگی میں یہیں دارفانی سے رخصت ہوئے۔ یہ تذکرہ مدوح حضرت عین الدین نے اپنی کتاب اطوار الابوار میں کیا ہے اور موصوف ہی نے اپنی دوسری تالیف بسا ائینہ السلاطین میں انہیں شیخ کامل المکمل صاحب المقامات العالیہ لکھوا ہے۔ اور تاریخ الاولیاء میں لکھا ہے کہ انہوں نے شیخ علاء الدین جویری اور شیخ شمس الدین دامغانی اور شیخ منہاج الدین بتمی اور شیخ عین الدین المدوح الموصوف سے طریقت سیکھی۔ نزاران کا بیجا پور میں ہے۔

۴۔ شرف الدین ابو علی قلندر

۱۳ رمضان ۱۲۷۳ھ

الشیخ الکبیر شرف الدین ابو علی قلندر پانی پتی مشہور اولیاء

ہیں سے تھے۔

علوم دین پڑھنے کے بعد مسلسل تین سال تک مسند تدریس آراستہ قرآنی کہ یک م مغلوب الحوائج ہو کر کھو گئے۔ اور زندگی کے آخری لمحہ تک اسی ایک حالت پر رہے۔ کتاب اعراسناعہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے شمس الدین تبریزی کے واسطے سے حضرت قطب الدین البہری از شیخ کبیر ضیاء الدین ابو نجیب عبدالقادر (نام) سہروردی سے فیض حاصل کیا۔

تعمیرات ابرار میں لکھا ہے کہ ابو علی شرف الدین نے اپنی تالیف حکمت نامہ میں یہ

لکھا ہے کہ :-

جب میں ۱۰ سال کی عمر پر پہنچا۔ تو ذہلی وارو ہوا اور شیخ قطب الدین بختیاراوشی کے نزار پر طواف کرنے کے بعد مسند تدریس و افتاء پر متمکن ہوا۔ یہ مشاغل بیس سال تک رہے۔ حتیٰ کہ اچانک مجھ پر جذبہ ربانی طاری ہوا۔ اور میں نے تعلیم و تعلم کے مشاغل سے خود کو ہٹا کر دینی کا قیام بھی ترک کر کے شہر لشبہر گھومنا

شروع کر دیا۔ اسی گردش میں شیخ شمس الدین تبریزی اور شیخ بہلول الدین رومی کی خدمت میں باریاب ہوا۔ ان دونوں نے مجھے خرقہ ہائے خلافت عطا فرمائے اور میں نے ہندوستان کی راہ اختیار کر لی۔ راستے میں دستارِ علم اور قبائے فضیلت درپائے حجون میں بہاویے کہ

ع این خرقہ سبہ معنی غرق سے ناب ادنی (لو شروی)

حضرت بوعلی کے مصنفات فارسی ہیں۔ جن میں حقائق و معارف کا تراجم گنجینہ ہے۔ ان میں سے ایک شریعت ہے۔
مرحبا ہی بلسل بارغ کہن

از گل رحمت بگو با ما سخن!

حضرت بوعلی کے یہ اقوال کتابوں میں ملتے ہیں۔

در غیشی چیست؟

نفس کشتن و طلسم ہستی شکستن و ترک از خیر گرفتن و از خود رستن و بہ دوست پیوستن۔ دور آتش محبت بوختن و خاکستر گشتن!

در غیشی کیا ہے؟

نفس انارہ کو زیر کرنا۔ ہستی کا طلسم توڑنا۔ غیر اللہ سے لگاؤ ترک کرنا، خود سے آزاد ہونا۔ دوست سے لگاؤ پیدا کرنا، اور محبت کی آگ میں بہل کر ناک ہو جانا۔

۵۔ ابوالفتح رکن الدین بلخانی

۳ ۹ جمادی الاول ۷۲۲ھ

اہم سماجی محمد۔ مشاہیر ہند کے مترجم۔ ارشاد و تلقین میں بلند مرتبت۔ جن کے اثر سے

سننے والے ترک معصیت کر کے اطاعتِ الہی پر مائل ہو جاتے۔

انصے کا مولد ملتان ہے۔ تاریخ ولادت $\frac{424}{1279}$ ۔ اور عمر ۸۸ سال ہے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد اپنے دادا کی مسندِ ارشاد کو زینت بخشی جس پر ۵۲ سال تک متمکن ہے۔ بارہا دہلی تشریف لائے۔ ایک مرتبہ سلطان علاء الدین غلجی اور دوسری مرتبہ سلطان قطب الدین غلجی کی استدعا پر۔ جو آپ کے معتقد تھے۔

سلطان قطب الدین نے آپ کے قدم پر ایک لاکھ اور رخصتانہ میں ۵۰ ہزار دینار نذر کیے جو آپ نے ایک ہی دن میں محتاجوں پر تقسیم کر دیے۔

حضرت شاہ نظام الدین اولیاء اور ممدوح کے درمیان (باوجود اختلاف طرق کے محبت صادق تھی)۔ دیکھ ان حضرات کے اندر ظاہری شیوخ کے مانند اپنا اپنا مسلک مقدم نہ تھا بلکہ اسلام اور انسانیت پیش نظر تھی، مترجم)

انصے کے مریدوں میں یہ حضرات ممتاز ہیں۔ ۱۔ حسین ابن احمد بن حسین الحسینی البخاری ۲۔ شیخ جلال الدین برکی ۳۔ شیخ عثمان الرحالہ ۴۔ شیخ حاجی اللہ ۵۔ شیخ خضر ۶۔ نجم الدین ابراہیم بیابانی ۷۔ قوام الدین گادرونی۔ اور دیگر بے شمار حضرات۔ انصے کی رحلت اوائے نماز تسبیح میں ہوئی۔ اور اپنے آباء کے جوار میں ملتان قدیم کے قبرستان میں آسودہ لحد ہوئے۔

۷۔ قطب الدین نے انہیں حضرت شہنشاہ دین خواجہ نظام دین اولیاء سے موازانہ کے لیے طلب کیا تھا۔ یہ واقعہ خواجہ حسن نظامی نے اپنے رنگ میں خواجہ ہرولو احمد ایاز کی کتاب نظامی نمبر میں سے نقل فرمایا ہے۔ (نوٹروی)

۸۔ سیاح

۶۔ قاضی ابو حنیفہ شہدی

(بعہد سلطان محمد تغلق)

اپنے دور کے ممتاز علماء سے تھے۔ بادشاہ محمد تغلق دہلی کے عہد میں بھکر کے قاضی مقرر ہوئے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ۷۲۷ھ میں شہر بھکر میں ان سے شرفِ ملاقات حاصل کیا تھا۔

۷۔ احمد بن الحسین البخاری (از شہراچ)

شیخوخیت اور تقویٰ میں ممتاز۔ غالباً شہر بھکر میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ بی بی فاطمہ بنت سید بدر الدین سپہ صدر الدین بھکر ہی ہیں اور اہلیہ کا نام ہے مویدہ جو ان کے ماموں سید مرتضیٰ کی صاحب زادی ہیں۔ حسین بن احمد اچھی ان کے صاحبزادے ہیں۔ بی بی مویدہ کی رحلت کے بعد ان کی ہمشیرہ بی بی خاتون سے نکاح ہوا۔ جن کے لطن سے صدر الدین محمد اور ایک دختر پیدا ہوئے۔ انہوں نے علوم ظاہری و باطنی دونوں اپنے والد سے پڑھے اور فرقہ و خلافت بھی ان ہی سے حاصل ہوا۔

۸۔ احمد بن خسرو دہلی

خسرو کا لقب سید الدین محمود البخاری دہلی ہے۔ احمد فضل و کمالات علمی میں فخر الامثال تھے۔ دہلی ان کا وطن ہے۔ ابراہ اور بادشاہوں کے مقرب تھے، جس سے ان کی وجاہت میں چار چاند لگ گئے۔ حتیٰ کہ فیروز شاہ (برکات ۱۹۵) نے انہیں اپنا ندیم مقرر کر لیا۔

۹۔ شیخ احمد ابن شہاب دہلوی

م ۱۲۵۶ھ

مشہور زاہد جو اکابرِ علماء سے تھے۔ مولد دہلی اور یہیں کے اساتذہ علم و فن سے علوم ظاہری پڑھے۔ طریقت شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے حاصل کی۔ طب میں درجہ حاذق پر فائز تھے اور دوسرے علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ حقائق و معارف کی تحییر میں یدِ طولیٰ سے مفتخر تھے۔ انہی کی ایک کتاب الصحائف فی الحقائق و المعارف ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں جنات اپک کر لے گئے، جن میں کئی سال بسر کیے۔ حتیٰ کہ ایک جن کسی تھلاک مرض میں مبتلا ہوا تو ان کے صاحب سے تندرست ہو گیا جنوں نے اس پر بے شمار درہم و دینار ان کی نذر کیے۔ مگر انہوں نے ان میں سے ایک جبہ قبول نہ کیا۔ جن حیران رہ گئے اور انہیں ان کے گھر چھوڑ گئے۔

۱۲۹۲۲

۱۰۔ شیخ احمد بن سبکی منیری

م ۱۲۷۱ھ

مؤلفِ علام نے لفظ منیری کے لیے لفتح المیم و کسر النون ضبط کیا ہے۔ الشیخ العلامة العالم الکبیر العلامة کو مقامات علیہ اور کرامات ظاہری سے ممتاز تھے۔ والد کا نام سبکی بن اسرائیل بن محمد ہاشمی منیری تھا جو شیخ الامام شرف الدین کے القاب سے مفتخر تھے۔ حضرت احمد ابن مشہور اربابِ ولایت سے ہیں۔ جن کی اولیائی رفعت منزلت اور اجہا میں امتیاز پر تمام لوگ متفق ہیں۔ سن ولادت ۱۲۷۱ھ ہے۔ یہ سلطان ناصر الدین محمود پلمش دہلوی کا زمانہ تھا۔ شہر منیر ان کا مولد ہے۔ بعد از بلوغ سنار گجاور سے آکر شیخ شرف الدین ابو تومر دہلوی کی ملازمت سے بہرہ مند ہوئے۔ جن سے علوم ظاہری پڑھ کر درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے۔ ان

کے دلائل اور اختصار کا یہ عالم تھا کہ انہیں مطالقہ کتب کے بغیر ہی علمی ملکات کا مظہر سمجھا جاتا۔
ان کے گھر سے آمدہ خطوط اور خبریں ان تک اس لیے نہ پہنچانی جاتیں کہ مبارا ان کی تشویش کا
باعث ہوں۔

نکاح

ان کے استاد جناب ابو نواسہ صاحب نے اپنی محنت و عظیمہ ان کے جہاں عقائد میں دے
دی جن سے ۲۔ فرزند پیدا ہوئے۔ اسی وقفہ میں یہ بی بی اور ان کے دو فرزند فوت ہو گئے۔ اور
ایک فرزند کو ہمراہ لے کر ^{۴۹}/_{۱۴۹} میں منیر لوٹ آئے۔ اس سے قبل ان کے والد طعمہ اہل ہو
چکے تھے۔ یہ پھوڑی سی مدت کے بعد اپنے فرزند کو اس کی دادی کی تحویل میں چھوڑ کر چلے آئے
اور شہنشاہ دینیہ حضرت نظام الدین اولیاء اور دوسرے مشایخ وقت کی صحبت (بلاہیت)
سے فیض یاب ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ بوعلی قلندر سے ملاقات کے لیے پانی پت آئے۔
اور یہاں سے لوٹ کر پھر وہی پہنچے۔ اب شیخ بنیب الدین فرودی سے فرقہ خلافت حاصل کر کے
بہیا میں آئے۔ جو شہر بہار کے غریب میں ایک نق وودق میدان تھا جس میں پانی کا چشمہ تک نہ
تھا۔ اور اس پر بھی اس میدان میں ۱۲ سال گزارنے کے بعد راہگیر کے پہاڑوں میں چلے آئے
جہاں مدت مدید تک رہے۔ یہاں مشغلہ ریاضت اور عبادت تھا۔ اس عرصہ میں کسی فرد و بشر
سے ملاقات نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ۳ سال گزار دیے۔

مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات سے مخلوق کے لیے فیض رسانی کا ارادہ کیا۔
تو لوگ از خود ان کی طرف مائل ہوتے گئے۔ اور وہ بھی! یہاں تک کہ مدوح نے آبادی میں آنا بھی
شروع کر دیا۔ مگر اصل اقامت نہ ہوئی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد بہار کے رہنے والوں نے آپ سے
شہر میں قیام کی التجا کی۔ تاکہ مسلمان آپ کی صحبت سے زیادہ فیضان حاصل کر سکیں۔ اور ان کے
مرید نظام مولیٰ بہاری مرید حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی نے ایک خانقاہ لہستی سے باہر تعمیر کرا

دی۔ جس میں آپ نے کربا بوردو باش اختیار کر لی اور فرمایا :-

”متم لوگوں کی محبت کے ہاتھوں میں نے اس صنم خانہ میں زینا گوارا کر لیا ہے۔“

یہ واقعہ ۱۲۲۳ھ کا ہے۔ پھر سلطان محمد تعلق نے آپ کے لیے ایک عالی شان خانقاہ

تعمیر کرائے اس میں تشریف لے آنے کی درخواست کی۔ جسے آپ رو نہ کر سکے۔ اب آپ نے کتاب

سنت کے اشکات واضح انداز میں بیان کر کے شروع کر دیے۔ جن سے نور رحمانی پھیل گیا۔ ہر طرف

سے لوگ بوق در بوق آنے لگے۔ اور اپنے اپنے طرف کے مطابق دامن مراد بھرنے لگے۔

ہے آپ کے مقامات قدسیہ جو علوم و معارف اور قرب و وصول الی اللہ کی وجہ سے آپ

کو حاصل ہوئے۔ تو ان کی تفصیل ہم سے دریافت نہ کیجیے کہ ان کی حقیقت کا ادراک عقل سے

قاصر ہے۔ البتہ آپ کے مکتوبات میں ملاحظہ فرمائیے جو ۲ جلدوں میں ۳۲۸ کی تعداد میں ہیں اور ان

کے سوا آپ کے یہ مؤلفات بھی ہیں۔

۱۔ الاجوبۃ والفوائد الرکنی

۲۔ ارشاد طالبین

۳۔ ارشاد السالکین

۴۔ معدن المعانی

۵۔ لطائف المعانی

۶۔ مخ المعانی

۷۔ خوان پر نعمت

۸۔ التحفۃ الغیبیہ

۹۔ زاد السفر

۱۰۔ العقائد الشرفیہ

۱۱۔ شرح آداب المریدین

۱۱۲۷ھ میں دنیا سے منہ موڑا۔ یہ زمانہ سلطان فیروز شاہ کا تھا۔ بہنا زبنازہ سید الشرف
جہانگیر سنہالی نے پڑھائی۔ مزار قبضہ بہار میں ہے جس پر زائرین کا ہمہ وقت ہجوم رہتا ہے۔

۱۱۔ احمد بن محمد بخاری

۲۰۵-۲۰۶ھ
۱۳۰۵-۱۳۰۶ھ

المعروف بہ ثوابہ کرک اللہ الکریمی۔ مشہور ارباب باطن سے ہیں۔ ان کے والد ان کے
بچنے میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تو یہ گھر سے نکل آئے۔ اور پلتے چلتے قریہ بہروئی نواح
الہ آباد میں آئے۔ یہاں ان کی ملاقات شیخ اسمعیل قرشی ملتانی سے کیا ہوئی کہ ان کی ملازمت
ہی اختیار کر لی۔ اور طریقت حاصل کرنے کے بعد خود پر ریاضت و مجاہدہ لازم کر لیا۔ مدتوں اس
شغل میں منہمک رہنے کے بعد شہر کڑہ (مانک پور) تشریف لائے۔

وہ ہمیشہ عریاں رہتے۔ الاوپر آسن جہارتا جس میں بہ وقت آگ دہتی۔ جب بھی کوئی
شخص کپڑا یا کھانا پیش کرتا، اسے الاو میں جھونک دیتے۔

انص کے کرامات مشہور ہیں۔ حتیٰ کہ جب سلطان جلال الدین خلجی دہلی سے اپنے
برادر زادہ سلطان علاء الدین کی فریب دی کا شکاہ ہو کر اس کی ملاقات کے لیے کڑہ آیا تو مدوح
کے استھان پر سلام اور استہاد کے لیے باریاب ہوا۔ آپ نے فرمایا

بہر کہ آمد بہ سر جنگ — تن در کشتی سر در گنگ

اور یہی ہوا دریا میں کشتی پر ملاقات ہوئی۔ برادر زادہ نے اپنے عم محترم و سنی سے

مخالفت کیا اور عقب سے اس کے پڑھائے ہوئے دو سپاہیوں نے جلال الدین کا سرتن سے

جدا کر کے دریا میں بہا دیا۔ (نوٹ شہودی)

حضرت احمد صاحب ترجمہ جناب مولف سید عبدالحی کے جدِ اعلیٰ قاضی رکن الدین کریمی کے

ہم عصر تھے۔ وہ جب قاضی صاحب کو دیکھتے تو ترپوشی کر لیتے۔ ان کی یادگار یہ شعر ہے۔

اندر طلب یار چو مردانه شدم

اول مضم از وجود بیگانه شدم

او علم کنی شنید لب بر لبتم

او عقل کنی خرید دیوانه شدم

ما طبل معانہ دوشن بیک زویم

عالی علمش بر سر افلاک زویم

از بسد یکے منچہ سے خارہ

صد بار کلاه توبہ بر خاک زویم

آں کس کہ ترا شناخت جان را چه کند

فرزند و عیال و خانمال را چه کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی!

دیوانہ تو ہر دو جہاں را چه کند

کڑہی میں سپرد خاک ہوئے۔ مزار زیارت گاہ عوام سے ہے۔

۱۲۔ شیخ احمد بن محمد قندھاری

م ۸۲۳
۱۲۲۰ھ

المشہور بہ احما المعشوق۔ قندھار میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور مشائخ سے ہیں۔

۱۳۔ آئینہ اودھ (در متن)

بلوغت کے بعد بسلسلہ تجارت ملتان تشریف لائے تو شیخ صدر الدین محمد ملتانی کی خدمت میں ملازم ہو گئے اور ان سے طرفیت حاصل کرنے کے بعد مغلوب رہنے لگے۔

۱۳۔ احمد بن ایاز دہلوی

م ۱۷۵۲
۱۲۵۱ھ

المعروف: بہ خواجه صدر جھاکے

وطناً دلو گڑھ دکن کے شاہی خاندان سے ہیں۔ مذہباً ہندو اور نام بہر دلو تھا۔ شہنشاہ دین حضرت سلطان المشایخ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر بیعت کی۔ سلطان محمد تغلق کے عہد میں آفیسر تعمیرات مقرر ہوئے۔ بادشاہ کی بنگال سے واپسی پر ان کے توہم دہلی کے لیے شہر کے باہر کاٹھ کا محل تعمیر کرایا۔ اور کارگیروں کو حکم دیا کہ جب شاہی سواری کا فیل محل میں قدم رکھے محل دھڑام میں ہاتھ پیر آگرے اور ایسا ہی ہوا جس میں محمد تغلق بھی ہاتھی کے ساتھ موت کا شکار ہو گیا۔ (برنی) محمد تغلق کی رحلت کے بعد اس کے بیٹے محمد شاہ نے احمد ایاز کو اپنا وزیر مقرر کر لیا اور اسے خواجه صدر جھاکے کا خطاب بخشا۔ وہ ۲۲ سال تک اس منصب پر مامور رہا اور جب محمد شاہ سندھ میں طعمہ اجل ہو گیا تو اس نے ایک صغیر السن بچے کو دہلی کے تخت شاہی پر بٹھا کر اعلان کر دیا کہ یہ سلطان محمد شاہ ہی کا فرزند ہے۔ مگر دہلی کے فقہاء اور قاضیوں نے فیروز بن رجب کی نیابت کا فتویٰ صادر فرمادیا جو اس وقفہ میں سندھ میں تھا۔ وہ یہ سن کر ایک فوج ظفر موم جلے کر دہلی کی طرف بڑھا۔ جب شہر کے قریب یہ لشکر آپہنچا تو احمد بن ایاز فیروز کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت کی۔ فیروز نے معافی دے کر اسے ہالنسی کا شہنہ مقرر کر کے ادھر علیا کیا۔ اس وقت بہر دلو کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فیروز نے اسے سامانا جاگیر میں عنایت

فرما کر وہاں بھجوا دیا تاکہ وہاں رہ کر عبادت میں مشاغل رہے۔ اسے دہلی سے دور دراز مسافت پر پہنچا تھا کہ شیر خاں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا۔

۱۴۔ سید احمد غزنوی

علمائے کبار سے تھے۔ وطن سے دکن تشریف لائے اور سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے انہیں گلبرگ میں قاضی مقرر کر دیا۔ یہیں آسودہ لحد ہوئے۔ مزار ان کا مشہور مقام پر نمایاں ہے۔

۱۵۔ شیخ اسحاق مغربی

از ۹۴۰ھ تا ۹۴۹ھ
۱۲۴۱ء تا ۱۳۷۲ء

ہندوستان کے معروف ارباب ولایت سے ہیں۔ طریقت میں شیخ محمد مغربی کے مرید ہیں جو ابو العباس احمد قرشی کے فیض یافتہ تھے۔ وہ مرید تھے ابو محمد صالح دکاکی کے اور یہ مستند تھے ابو مدین امام الطریقہ مدنیہ کے۔ شیخ اسحاق برسوں اپنے مرشد کی خدمت میں ملازم رہے اور ان کی رحلت کے بعد مدلول ان کی قبر پر مجاورت کرتے رہے۔ اب شیخ اسحاق ہندوستان تشریف لائے۔ تو پہلے اجمیر پہنچے۔ یہ زمانہ سلطان فیروز شاہ کی حکومت کا تھا۔ اجمیر میں ایک عرصہ اقامت کے بعد ناگور کے نواحی قریہ کھتو میں آکر بود و باش اختیار کر لی۔ انہوں نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

۱۔ احمد ایاز ایک کتاب چھلے روزنامہ نام کے مؤلف ہیں۔ یہ کتاب خواجہ حسن نظامی دہلوی کے کتب خانہ میں ہے۔ اسی پر خواجہ صاحب نے نظامی بیسوی نام کی کتاب

مرتب فرمائی ہے۔ (مترجم)

۲۔ مجمع الابرار (درتین)

۱۴۔ شیخ اسماعیل ملتانی

۴۹۵ھ
۱۲۵۲ء

الشیخ الفقیہ لقب عماد الدین اور نام اسماعیل۔ علم و فضل میں ممتاز اقران تھے۔ مولد ملتان ہے۔ یہیں اپنے والد اور عم بزرگوار ابوالفتح رکن الدین دولوی کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ تحصیل علوم میں وہ کمال حاصل ہوا کہ فتویٰ و تدریس میں بلجاو ماویٰ کے درجے پر آگئے اور اپنے عم بزرگوار حضرت رکن الدین کی وفات کے بعد ان سے فیضان ارشاد کا ترکہ بھی آپ کو تفویض ہوا۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد و احفاد میں با آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند صدر الدین حلیم کو یہ خلافت سپرد ہوئی۔

۱۵۔ اسد الدین ظفر آبادی

از رجب ۷۹۱ھ تا ۱۴ جمادی الثانی ۷۹۳ھ
۱۳۴۲ء ۱۳۹۰ء

شیخ صالح اسد الدین ابن تاج الدین الحمینی از احفاد امام حسین۔ جن سے ۱۵۔ وسائل کے بعد الحاق ہوتا ہے۔

اساتذہ :- شیخ ضیاء الدین الزاہد الکروی

اور طریقہ کیمیائی :- حضرت ابوالفتح رکن الدین بن محمد ملتانی و شاہنشاہ دین حضرت نظام الدین دہلوی۔

۱۵۔ گلزار ابرار (دو متن) ۱۵ :- یہ لقب سب سے پہلے حضرت رکن الدین ملتانی نے لڑنایا فرمایا۔

نظامی پبلسٹی ص ۲۲۴

اب آپ واپس وطن تشریف لائے۔

آپ بڑے عابد و متواضع تھے۔ دن میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے۔ صحابہ کرام اور

قائم اللیل تھے۔

مصنفات میں رسالہ عشقیدہ ہے (در بارہ حقائق و معارف)

۱۸۔ مولانا اعجاز الدین بدایونی

دہلی کے مشہور اساتذہ طیب سے تھے۔ معالجہ بھی فرماتے تھے۔

۱۹۔ مولانا افتخار الدین رازی

«العالم الکبیر العلامۃ» فقہ و اصول فقہ و فلسفہ و ادب عربی میں برسرِ زوکار تھے۔ تمام عمر

دہلی میں مصروف تدریس رہے۔

۲۰۔ مولانا افتخار الدین برنی

علامہ دہر اور علوم نقلیہ و عقلیہ دونوں میں ملکہ تامہ حاصل تھا۔

۲۱۔ اختیار الدین دہلوی

امرائے حکومت میں فضل و تقویٰ سے بہرہ مند سلطان محمود نے ۷۶۱ھ میں انہیں وزیر

سلطنت کا منصب عطا فرمایا۔

۷۶۱ھ برنی (در متن)

۷۶۱ھ تجلی نور

۷۶۱ھ برنی (در متن)

۷۶۱ھ برنی (در متن)

تصانیف میں سے ہے جس کا اختصار محمد قاسم بیجاپوری المشہور بہ فرشتہ نے کیا۔

۲۲۔ مولانا افتخار الدین گیلانی

فقہ و اصول اور عربی میں فخر الامثال۔ سلطان ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر مسند تدریس پر فائز ہوئے ان کے تلامذہ میں شیخ نصیر الدین محمود بن سخی الاودی نے شیخ عبدالکریم شہرانی کی وفات کے بعد جملہ درسیات آپ سے پڑھیں

۲۳۔ شیخ اعجاز الدین دہلوی

”فاضل کبیر اور صاحب کمال“ ان کی تصانیف میں ہیں لائن فیروزہ در نظم تفاعل اور شگون و نجوم و حکمتہ طبعہ میں ہے۔ دوسری کتاب عرضے موسیقی ہے جو سلطان فیروز مرہوم کے حکم سے سنسکرت سے ترجمہ کی گئی۔ ان دونوں کے سوا اور کتابیں بھی ہیں

۲۴۔ شیخ امام الدین دہلوی

”العالم الفقیہہ“۔ ”والشہور بابدال“ شیخ بدر الدین غزنوی سے فیض یاب ہونے کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کے ملازم خدمت ہوئے۔ ان سے شیخ شہاب الدین عاشق نے طریقت حاصل کی

۱۔ در تاریخ فرشتہ (در متن)

۲۔ مہر جہاں تاب (در متن)

۲۵۔ مولانا بدر الدین اودھی

”الصالح الواعظ المحقق“ مشہور واعظ ازساکنین اودھ۔ دہلی تشریف لے جاتے تو چند مہینے قیام فرماتے۔ اس عرصے میں وعظ فرماتے۔ برنی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں۔ زاہد پر خلوص اور تقویٰ کا نمونہ تھے۔ دوران وعظ میں ان کی زبان سے سچی بات ہی نکلتی۔ مجلس میں ہر قسم، ہر طبقہ کے لوگ حاضر ہوتے جو ان کے بیان پر زار و قطار روتے اور اپنی اصلاح پر متوجہ ہوتے۔

۲۶۔ حکیم بدر الدین دمشقی

انص کے عہد میں طبابت میں ان کا نظیر نہ تھا۔ وہ نبض شناسی اور تشخیص میں فرد اور قادرہ دیکھنے میں بے مثل تھے۔ ایک مرتبہ کوئی شخص مختلف مویشیوں کے بول ملا کر ایک شیشی میں بھر لایا۔ آپ نے مسکرا کر ان کی تشریح فرمادی۔ حسن تقریر میں دم مسیحائی حاصل تھا۔ باریک تر معانی اس خوبی سے بیان کرتے کہ طلبہ کے ذہنوں میں مرلسم ہو جاتے۔ شیخ الرئیس کی کتاب قالزن کا حل تو ان کی چٹکی میں تھا۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی کے عہد میں دہلی کے اندر طب کی تدریس اور ادویہ سازی سکھاتے۔ اس کے ساتھ صاحب کشف و کرامات بھی تھے۔ ان کا طریقہ صوفیانہ تھا۔

۲۷۔ مولانا بدر الدین المعجری

”العالم الفقیہ الشافعی“ شہر مانگور کے قاضی تھے۔ یہ شہر اس خورالذنب پر آباد تھا۔ جو لیبار میں سب سے بڑی راس ہے۔ محمد ابن بطوطہ سیاح نے ان سے اس شہر میں ملاقات کے بعد اپنے سفرنامہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۲۸۔ بدرالدین الشاشی

مشہور شاعر باکمال تھے۔ سلطان ممدوح کی مدوح میں ان کے قصائد ان کے دیوان میں ہیں۔ ان کی ایک تالیف شاہناہما تیس ہزار شعروں پر مشتمل ہے جس میں صرف سلطان موصوف کے احوال و سوانح ہیں۔ ان کے شعروں میں ایک بیت یہ ہے۔

ہچو آہ سرد صبح و گریہ ہائے گرم شمع
آتش اندر خود زند و در دل افکار من

۲۹۔ مولانا برہان الدین بھکری

”شیخ الفاضل العلّامہ“ فقہ و اصول و دعوت کے یکہ تاز سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی کے عہد میں دہلی میں اقامت فرماتے تھے۔

۳۰۔ مولانا برہان الدین ساوی

الشیخ الفاضل۔ تبحر و صلاح میں ممتاز۔ سلطان المشایخ کے مرید۔ صاحب تہذیب و عارف تھے۔

۳۱۔ قاضی بہار الدین اچھی

”الشیخ العالم الفقیہ“۔ شہر اڑچ میں مسند تدریس پر فائز تھے۔ شیخ جلال الدین حسین بن احمد حسینی البخاری نے عمدہ درسیات از بدایہ تا ہدایہ آپ سے سبق پڑھے۔

۳۲۔ مولانا بہالدین ملتانی

”الشیخ الفاضل الکبیر۔ ممتاز اہل علم و ارباب معرفت سے تھے۔ دہلی آئے تو یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ کثیر الدرس والا قادر تھے۔ دہلی میں آسودہ لحد ہوئے۔ برسوں حضرت سلطان المہشانہ کی خدمت میں رہ کر طریقت پر گامزن ہوئے۔“

۳۳۔ امیر تارا خاں بلوچی

انہیں سلطان عیاش الدین تغلق ایک جنگ میں ان کی لاوارثی کی حالت میں کسی خطہ ارضی سے اٹھا کر لے آئے۔ کہ ابھی یہ مولود نوہی سے تھے۔ بادشاہ نے انہیں غلات میں پرورش کے لیے سوئپ دیا۔ بڑے ہوئے تو بادشاہ نے اپنے خواص میں شامل کر کے سلطنت کے اہم امور پر تعینات کر دیا۔

یہ صاحب علم و کمال، شجاع و دلور اور عدل و سخاوت و حسن اخلاق میں ممتاز تھے۔ تہذیب کی پاسداری تو اس حد تک تہ نظیر تھی کہ امرائے سلطنت اور بادشاہوں کو بھی خلاف شرع امور پر تنبیہ سے باز رہتے۔ ایک مرتبہ سلطان فیروز شاہ کو شراب نوشی پر زجر کی تو بادشاہ نے فیروزہ کی فضیل ڈھا کر اسی وقت انہیں اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ اور ایک مرتبہ سلطان محمد شاہ تغلق نے اپنے اوپر ان کی طرف سے سزائیں پر ان کا موجب بند کر دیا تو انہوں نے بادشاہ کی طرف یہ شعر لکھے

وہ! ندانم از کجا رنجیدہ!

بے سبب از دوستان بربیدہ!

بانگ نے خوش سے زند جانان من

نالہ بے چار گال نشیدہ!

در تو بے ہرگز این علوت نمود

از طریق خود مگر گردیدہ!

گو گناہ ہے کردہ اسم مارا بہ بخش!

زانکہ تو چندیں گنہ بخشیدہ!

از تارِ خستہ باللہ العظیم

نیست جو سے بے سبب رنجیدہ!

بادشاہ کا دل ان شعروں سے بھر آیا۔ اور تارِ خال کو پہلے کی مانند مقربین میں داخل کر لیا۔ مگر بایں ہمہ وہ بادشاہ کو چھوڑ کر حج کے لیے چلے گئے۔
شمس الدین حنفی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ ہمیشہ مشغول بہ علم اور صحبتِ علما سے بہرہ مند رہتے۔ انہوں نے تارِ خانی کے نام سے جامع تفسیر لکھی اور عالم بن علاء دہلوی نے ان کے ایام پر فتاویٰ تارِ خانیہ لکھا۔ وہ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

۳۴۔ قاضی تاج الدین کروڑی

معروف "الشیخ العالم الفقیہ" ابن شیخ الاسلام قطب الدین محمد ابن احمد الحسنی اعلمی المدنی کروڑی اپنے عہد میں نہ صرف ممتاز مشائخ میں سے تھے بلکہ شہرِ کٹرہ کے قاضی بھی تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے انہیں بدایوں منتقل کر کے ان کی جگہ ان کے برادر زادہ رکن الدین ابن نظام الدین کروڑی کا تقرر فرما دیا۔ اور یہ تمام عمر بدایوں ہی میں رہے۔ جمال ان کی اولاد کو

اور علم و عمل میں مشہور ہو گئی۔ قاضی ضیاء الدین برنی نے انہیں دیکھا۔ ان کی تعریف کی اور اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا۔

۳۵۔ مولانا تاج الدین کلاہی

«الشیخ العالم الکبیر» — کلاہی مدرس المشہور۔ شہر دہلی میں مسند درس آراستہ فرمائی۔ برنی نے انہیں دیکھا اور اپنی تاریخ میں یہ تذکرہ فرمایا۔

۳۶۔ مولانا تاج الدین المقدم

«الشیخ العالم الکبیر تاج الدین المقدم دہلوی»۔ فقہ و اصول فقہ اور عربی میں فخر اللاتل اور مسند تدریس کے مزین تھے۔ شیخ محمد یوسف حسینی دہلوی دین گلبرگہ نے ان سے بعض درسیات پڑھیں۔ نیز دوسرے حضرات نے برنی نے انہیں دیکھا اور یہ تذکرہ اپنی تاریخ میں فرمایا۔

۳۷۔ مولانا تاج الدین عراقی

(بعہد سلطان فیروز شاہ خلجی و سلطان محمد شاہ خلجی (۱۔ ۲ ہجری))

«الشیخ الفاضل الکبیر» اپنے عہد کے ممتاز مشاہیر میں سے تھے۔ بادشاہ فیروز شاہ ممدوح اور ان کے بعد محمد شاہ کے مقرب تھے۔ بادشاہ نے انہیں لشکر کامیرا اور مقرر کر دیا۔ یہ منصب رکھنے والا امرا اور سرداران کے مقدموں کا فیصلہ کرتا ہے۔ جس کا سالانہ اسے پچاس ہزار دینار پیش کیا جاتا بقول برنی نہ تو ان کے معاصرین کے اندر تفسیر علوم و اخبار میں کوئی ان کا ہم پلہ تھا۔ اور نہ تقویٰ میں کوئی ان کا مثل! وہ نہایت صالح۔ محتاط۔ دانا اور نصیحت شعار تھے جملہ اقوال و افعال میں۔

۳۸۔ جلال الدین تبریزی

”الشیخ الامام الزاید“ سن رسیدہ بزرگ، اولیائے مشابیر میں سے ہیں
 طرقت میں ابو سعید بدر الدین تبریزی سے مستفیض، ان کی رحلت کے بعد بغداد تشریف
 لے آئے اور شیخ طرقت سہروردیہ حضرت شہاب الدین عمر کے ملازم خدمت رہ کر مرتبہ کمال پر فائز ہوئے
 بغداد سے بہجیت شیخ بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی ہندوستان آ کر بدایوں میں کچھ عرصہ قیام کے بعد
 بنگال تشریف لے گئے۔ ابن بطوطہ نے ۷۴۷ھ میں اسی نواح میں ان سے ملاقات کی۔ یہ مقام
 کامرہاڑ پر تھا جو شہر دگاول سے ایک مہینے کی مسافت پر تبت کی طرف ہے بقول ابن بطوطہ۔
 ”شیخ جلال الدین اولیائے کبار اور ممتاز افراد سے تھے۔ کرامات ان کے مشہور تھے۔ مرد معمر تھے۔
 انہوں نے مجھے بتایا کہ خلیفہ معتمد باللہ میرے زمانہ قیام میں بغداد کے اندر تمار کے ہاتھوں شہید ہوا۔
 شیخ کی رحلت کے بعد ان کے مریدوں نے ان کی عمر (۱۵۰) سال بتائی۔ اور یہ کہ وہ ۴۰ سال سے
 مسلسل روزہ رکھ رہے تھے۔ جسے دسویں روز اپنی گائے کا دودھ دودھ کر افطار کرتے اور رات بھر قیام
 فرماتے۔ دراز قامت مگر بے تپے جسم کے تھے۔ دونوں گال پچکے ہوئے تھے۔ اس پہاڑ کے رہنے
 والے بے شمار ہندوان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وہاں ان کے قیام کی یہی وجہ تھی۔ وفات
 سے ایک روز پہلے انہوں نے اپنے تمام مریدوں اور نو مسلموں کو جمع کر کے فرمایا کہ ہم تو کل گور میں
 چلے جائیں گے۔ میرے بعد میرا خلیفہ وہ ذات ہوگی جس کا کوئی شریک نہیں۔“

”مے یا لان من اتم بہ حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا! دوسرے روز ظہر کی نیت باندھی اور آخری
 سجدے میں جان بحق ہو گئے۔ مریدوں نے ان کے پلنگ کے پاس تازہ قبر دیکھی جس پر کفن اور وضو
 غسل کے سب لوازمات موجود تھے۔ غسل و کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور لاش سپرد لحد کر دی۔“
 اس کے بعد ابن بطوطہ نے ان کے کئی خوارق بیان کیے ہیں، جن کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔

احمد بن یعقوب ابن الحسین البتی نے خزینۃ الخواہد میں لکھا ہے کہ وہ ابو سعید تبریزی

سے مستفیض ہونے کے بعد اچھی وہیں قیام فرماتے تھے کہ مرشد رحلت فرما گئے اور آپ حضرت سہروردی کی خدمت میں بغداد باریاب ہوئے۔ جب جلال الدین ملاح نے حضرت سہروردی سے سلوک کے منازل طے کر لیے تو انہوں نے انہیں ارشاد و دعوت اور تربیت کی اہوازت مرحمت فرما کر خود داعی اہل کو لبیک کہا۔

شیخ جلال الدین کے افادات میں ان کا یہ خط حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی طرف ہے کہ!

یا اخی من شرب من بحر مودتہ
 یحیی حیوۃ الاموت بعدھا! ومن
 لم یدق من صافی الحجۃ ینحج
 من الدنیا ما لبھا ثم صغر الیدین
 وازامات صارت جیفۃ ومات
 موتا لا حیوۃ بعدھا! کما قال صدق
 الصادقین!

اے برادرِ من! جس نے اللہ کے
 دریائے محبت سے کچھ پی لیا وہ ایسی زندگی
 سے بہرہ مند ہوا جس کے بعد موت نہیں!
 اور جس کسی کو اس کی محبت کے اس دریائے
 مصفا میں سے کچھ لُغیب نہ ہو وہ دنیا سے
 چوپایوں کی مانند خالی ہاتھ چلا گیا۔ جب مرا
 تو مردار ہو گیا۔ جس موت کے بعد کبھی زندگی
 نہیں! جیسا کہ صادق ترین (ذات اللہ)
 نے فرمایا کہ:-

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت
 کے دن بھی اندھا ہی اٹھے گا۔ اور وہ اپنا
 راستہ نہ پاسکے گا۔

۳۹۔ مولانا جلال الدین رومی

(بہر سلطان فیروز شاہ سلطان)

”ایشیخ الامام العالم الکبیر العلامۃ المشہور و ممتاز مدرسین سے تھے۔ ان کے استاد ہیں

شیخ قطب الدین رازی شارح الشمسیہ، آپ فراغ کے بعد ہندوستان و لہور ہوئے اور سلطان فیروز شاہ نے انہیں دہلی میں مسند تدریس تفویض فرمادی۔ جس میں فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ مفید علوم کا درس فرماتے تھے۔ یہ مدرسہ سلطان ممدوح ہی نے حوض علائی پر تعمیر کرایا۔ جس میں اونچے ستون متعدد گنبد اور صحن تھے۔ بلکہ اس وسعت و وسعت کا کوئی مدرسہ اس سے پہلے اور بعد میں تعمیر نہ ہوا۔ برنی نے بلحاظ وسعت و بلندی اور اس کے اندر بہنے والے کلابوں میں نفیس پانی اور تازہ ہوا کی آمد و رفت کے اعتبار سے دنیا کے عجائبات میں شمار کیا ہے۔ جو شخص وہاں پہنچ جائے واپس آنے کے لیے اس کا دل نہیں چاہتا۔

۴۰۔ قاضی جلال الدین الہلوی

۶۔ "الشیخ العالم الفقیر حنفی۔ سلطان مذکور نے انہیں دہلی میں منصب قضاة تفویض فرمادیا۔ جس پر آپ مدلول ممکن رہے۔"

محمد بن المبارک الحسینی الکرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان عنایت الدین تغلق انہیں شہنشاہ دین حضرت نظام الدین کے ساتھ جواز سماع معہ المزامیر سے مناظرہ پر لے آیا اور ان کی نفرت کے بیشتر کے صدر الصدور اور قضاة کو بھی بلا لیا۔ گفتگو کے آغاز ہی میں قاضی جلال الدین آپ سے باہر ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کا حکومت کے غرور میں یہ انداز ہے تو آپ اس منصب سے مخدول ہونے کو مابین۔ اتفاق کی بات کہ قاضی صاحب ممدوح ۱۲ روز کے بعد اپنے قضاة کے عہدے سے ہٹا دیے گئے۔

۴۱۔ شیخ جلال الدین دہلوی

(بعد سلطان علاء الدین خلجی)

"شیخ العالم الصالح۔ ابن حسام الدین حنفی دہلوی عالم و واعظ مشہور۔ و غلطیوں خوف و وحشت کا رنگ غالب تھا۔ اشعار اور لطائف بیان کرتے وہ زبان سے بہرہ مند اور شیخ رکن الدین کی طرف سے بیعت کے مجاز تھے۔"

۴۲۔ جلال الدین اودھی

«الشیخ الفاضل الکبیر» فقہ و اصول فقہ اور ادب میں ممتاز الفاضل اور طریقت میں حضرت سلطان الاولیاء کے مرید تھے۔ جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ اور مرشد کے حکم سے بحث و مناظرہ ترک کر دیا۔ اپنے دور میں کثیر المدارس و افادہ تھے۔

۴۳۔ قاضی جلال الدین کاشانی

(بعہد سلطان معز الدین کی قباد)

عالم دین تھے۔ سلطان معز الدین نے انہیں عہدہ قضاة عطا فرمایا اور جلال الدین فیروز شاہ غلجی نے ان کا وہلی سے بدالیوں کی قضاة پر تبادلہ کر دیا۔

۴۴۔ قاضی جلال الدین کرمانی

(بعہد سلطان فیروز شاہ)

«السید الشریف» — علوی الحسینی الکرمانی۔ اپنے عہد کے ممتاز عالم۔ سلطان فیروز شاہ نے انہیں صدارت تفویض فرمائی۔ منقول و معقول دونوں میں یکساں مہارت تھی۔ برنی ان کے علم و فضل کے بڑے مداح ہیں۔

۴۵۔ شیخ جمال الدین المغربی

«الشیخ الفقیہ الطیب اللویب» — المغربی الغرناطی — البجائی المولد متوطن ہندوستان

اپنے والد کے ہمراہ یہاں آئے۔ ان کی اولاد اس ملک میں بہت کم ہے۔ ابن بطوطہ دستِ یمن سے
 نے ملاقات کی اور کہا کہ میں نے سلطان جمال الدین کے کوشک محل کو دیکھا۔ تو اوپر کی منزل میں
 جا پہنچا۔ جس میں میرے لیے بہت شہرت کا سامان تھا۔ اس وقت فقیر جمال الدین عراقی میرے ہمراہ
 تھے۔ انہوں نے باواز بلند یہ شعر پڑھا۔
 وسلاطینہم سلاطین غنیم

والرؤس العظام صارت غطاما

قریباً:۔ ان کے بادشاہوں نے ان کے بدن سے مٹی علیحدہ کر دی اور ان کے بڑے
 سروں کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔

۴۶۔ شیخ جمال الدین الکونلی

ماہ ربیع الاول ۸۰۰ھ

”الشیخ الفقیہ الزاہد“۔ ابن عبداللہ ابن نظام الدین ابوالموید دہلوی مقیم کونل (علی گڑھ)

عالم بے بدل تھے۔ بے شمار افراد نے ان سے علوم ظاہر و باطن حاصل کیے۔ آپ بڑے عابد،
 متواضع اور مجاہد تھے۔ کونل کے باشندے آپ پر جان چھڑکتے۔ یہاں آپ کی اولاد موجود ہے۔
 ان کا انتقال ماہ ربیع الاول سن نامعلوم میں دہلی میں ہوا۔ جمال سے جسد مبارک علی گڑھ لاکھنؤ
 لحد کیا گیا۔

۴۶۔ شیخ جمال الدین اچھی

(مرید حضرت کن الدین اچھی)

”اشیخ العالم الکبیر“۔ اسپت، غورد کے ممتاز مشائخ طریقت سے تھے۔ یہ کمال انہیں حضرت صدر الدین محمد بن زکریا ملتانی سے حاصل ہوا۔ جن کی خدمت میں مدتوں ملازم رہے اور ان شیخ صاحب ہی سے انہیں اُچ میں تدریس و تلقین کے لیے بھیجا۔ یہاں بے شمار مخلوق ان سے مستفیض ہوئی۔

علی بن اسعد الحسینی دہلوی نے جامع العلوم میں لکھا ہے ”شیخ جمال الدین حسین بن احمد بخاری فرماتے کہ شیخ جمال الدین اچھی ہمیشہ محفل افادہ و درس جاری رکھتے۔ اور ہدایہ نزوی اور مشارق مشکوٰۃ و عوارف وغیرہ پڑھاتے۔ دوران تدریس اگر کہیں بھول جاتے تو ذرا دیر کے لیے سر نیچا کر کے پھر سنبھل اٹھتے۔ اور وہ مقام حل کر لیتے۔ مجلس تدریس میں بھی اونچی جگہ پر بیٹھنے کے چرچے نہ تھے۔“

صف نہال میں بھی بیٹھ جاتے لیکن جدالت کا یہ عالم تھا کہ جہاں بیٹھ جاتے ان کی شان سے صدارت کا گمان ہوتا۔ باتیں کرتے وقت مسکرا کر متوجہ ہوتے اور ہر حال میں ذکر خفی بھی جاری رکھتے۔ پوشاک میں موٹا کپڑا استعمال کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کا لباس استعمال فرماتے۔

اوائل عمر میں امرا اور بادشاہوں کے مخالف روک دیتے۔ مگر بڑھاپے میں قبول فرمانے لگے۔ کہ قبول ان کے سلف بھی قبول فرما لیتے۔ بایں ہمہ ذخیرہ کرنے کی بجائے یہ مال تقسیم کر دیتے۔ مدوح (شیخ جلال الدین) نے یہ بھی لکھا ہے ”میں نے مکہ مکرمہ میں شیخ عبداللہ یافعی اور مدنیہ منورہ میں شیخ عبداللہ مطوی سے سنا کہ شیخ جمال الدین اس دور کے فرید العصر ہیں۔ علوم و مقالات میں کرنی ان کا نظیر نہیں۔“ ان کی تاریخ وفات میں ناقابلِ فہم حد تک اختلاف ہے۔

۴۸۔ شیخ جمال الدین اودوی

”شیخ الفاضل الکبیر“ ممتاز علماء میں سے تھے۔ فقہ و اصول فقہ میں اور عربی ادب ان کا
 طرہ امتیاز تھا۔ طریقت میں حضرت سلطان المشائخ دہلوی سے مستفیض تھے۔ جن کی بلازمت میں برہنہ
 گزارے اور بحث و تدریس چھوڑ بیٹھے۔

۴۹۔ منہاج الدین الحسن بیابانی

”الشیخ الصالح“۔ سہروردیہ کے مشائخ سے تھے۔ نجم الدین ابراہیم بیابانی اور حضرت
 ابو الفتح رکن الدین ملتانی سے مستفیض ہوئے۔

۵۰۔ نجم الدین حسن بن علاء بخاری

(بہد غیاث الدین بلبن)

۱۱۳۳ھ

شیخ الفاضل۔ صلاح و رشاد و فضیلت علمی و عملی میں فرد روزگار تھے۔ برسوں
 سلطان غیاث الدین بلبن اور ان کے صاحبزادہ محمد کی مصاحبت میں رہے مگر آخر میں خود کو صرف
 اللہ تعالیٰ کے ساتھ اگلا و پیدا کر کے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کی بیعت میں منسلک
 ہو گئے اور ان کے ملفوظات بعنوان فوائد الفوائی جمع کیے۔ جو عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئے۔
 وہ شعر بھی کہتے۔ مرد قانع خوش باش اور ستودہ صفات ہونے کے ساتھ بات چیت میں

۱۔ سیر الاولیاء (در متن)

۲۔ (منہج الانساب و شجرۃ الطیبہ)

خوش کامی سے بہرہ مند تھے۔ بقول صاحب مخزن فیہ الاصفیاء "میں نے ان کی مانند کسی اور
فرد کو سداطین و مشایخ کے واقعات عمدگی سے بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بایں ہمہ لہجہ
صبر و قناعت و عقل و فراست و عقیدہ میں استواری و بجز اسباب حسن معیشت سے بہرہوری
و خیر و آرزو و حاجی پر عمل پیرائی میں کسی کو ان کا ہم مثل نہیں پایا۔

وہ صوفیا کا لباس زیب تن کرتے اور عسرویسری میں صبر و لہجہ کا مرقع نظر آتے۔
قصائیف میں ان کا ایک فارسی دیوان بھی ہے جس کے اشعار حلاوت و برکتگی میں اس
قدر عجیب ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کو سعدی الہند کا لقب دیا گیا۔

ازال جملہ اسے

مشکل سر و کار سے است کہ بر وعدہ معشوق

صابر نتوان بود و تقاضا نتوان کرد

من بودم و کنج و حریف و سروشے

غم را کہ نشان داد بلارا کہ خبر کرد

اے حسن کو بہ آن گئے کردی!

کہ ترا طاقت گناہ نماز!

انھیں کا وطن دہلیگیر (دولت آباد) دکن تھا۔ جہاں سے بعد سلطان علی شاہ الدین بلہین

آہر عمر میں دہلی تشریف لے آئے اور یہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۵۱۔ علامہ امیر حسن بہمنی

ماہ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ

«الملك المورید» حسن بن علی بہمنی السلطان الصالح جو محمد شاہ تغلق کے امراء میں سے تھا۔ سلطان مذکور نے انہیں سبزین دکن میں قریہ کوچی اور رائے بارغ وغیرہ جاگیر میں عنایت فرمائے لیکن جب محمد شاہ مذکور نے عوام و خاص کی جانیں لینے کا مشغل اختیار کر لیا تو اس کے امراء معین میں سے اکثر و بیشتر دہلی سے گجرات چلے آئے۔

بادشاہ نے ان تمام امراء کو دہلی حاضر ہونے کے فرامین بھیجے۔ یہ لوگ سمجھے کہ بادشاہ ہمیں قتل کرادے گا۔ سب کے سب سمٹ کر دولت آباد جمع ہو گئے اور اسمعیل الفتح الافغانی کو اپنا سربراہ تسلیم کر لیا جس نے لشکر جمع کر کے ان امراء کو دکن میں جاگیریں بانٹ دیں۔ اور حسن بہمنی کو موضع حکری ورانے بارغ و مرج اور گابگ جاگیر میں بھٹے۔ جن مواضع میں حسن نے مستقل طور پر لوہو و باش اختیار کر لی۔

ادھر جب سلطان نے سنا کہ ان امراء نے اس کے علاقوں کی بغاوت پر کمر باندھ لی ہے تو وہ لشکر ہرا لے کر دکن آیا۔ جہاں اسمعیل ڈسٹ کر مقابلہ کرنے کے بعد قلعہ دولت آباد میں آکر بیٹھ گیا۔

ادھر سے حسن بہمنی گابگ سے ۲۰ ہزار اسوار لے کر دولت آباد آ پہنچا اور شاہی لشکر سے مقابلہ کر کے فتح کا علم لہرایا۔ جس پر عوام حسن پر متفق ہو گئے۔ یہی کہ اسمعیل بیابانی نے بھی عوام حکومت حسن کے ہاتھ میں دے دی۔

حسن صفت عدل سے آراستہ سخاوت سے بہرہ مند عقل و دین دونوں سے والی اور اورب و دل اور ہمتا۔ اس نے سلاطین و افسیہ کے جملہ مفتویہ علاقوں پر قبضہ کر کے علاقہ مجتہد کے شہروں پر اپنا لشکر تعینات کر دیا جو فتح کر کے ان سے تارواں ہیں و دریا کو دینا اور

بے شمار قیمتی جواہرات اور ہاتھی وصول کر کے لوٹا۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں حسن پہلا بادشاہ ہے جس پر ہندو خصوصاً برہمن فخر کرتے۔

اس نے ۱۱ سال اور ۲ مہینے حکومت کی۔

۵۲۔ جلال الدین بن حسین بن احمد بخاری

م ۷۸۵ھ
۱۳۸۳ء

«الشیخ الامام العالم الکبیر العلامۃ» حسین بن احمد بن حسین ابن علی حسینی بخاری اچھی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ۷۸۵ھ لیلۃ البراءۃ میں شہزادہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پروان چڑھے۔ قاضی بہار الدین اچھی سے ہدایہ تک پڑھا اور قاضی صاحب کی رحلت کے بعد ملتان میں حضرت رکن الدین ابوالفتح کی خدمت میں پہنچے۔ محمود نے انہیں اپنے پوتے مولانا موسیٰ اور محمد الدین کے حلقہ درس میں شامل کر دیا جہاں سے یہ ایک سال یقیہ درسیات پڑھ کر راج گئے اور حرمین روانہ ہوئے۔ یہاں کے شیوخ ہیں۔

۱۔ شیخ عقیف الدین عبداللہ المطری :- مدنیہ منورہ میں پورے دو سال ان سے استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ عوارف تک ان سے پڑھی۔

اور مصر و عراق میں ان اساتذہ و شیوخ سے مستفیض ہوئے۔
سب سے پہلا خرقہ خلافت انہیں شیخ کبیر الدین احمد بن الحسین اچھی اور ان کے عم مکرم شیخ صدر الدین محمد بن الحسین بن علی البخاری (دو لوں نے) عنایت فرمایا تھا۔
ایک خرقہ خلافت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کی عطا تھا۔
مدنیہ منورہ میں ان کے استاد شیخ عقیف الدین عبداللہ مطری نے ایک خرقہ عنایت فرمایا۔

پھر ایک ایک فرقہ مندرجہ ذیل شیوخ سے ملا

- ۱ - شیخ امام الدین گاڈرونی
 - ۲ - شیخ شرف الدین محمود بن الحسین تستری المہر (معنی سن رسیدہ) در ۱۳۷۴ھ
 - ۳ - شیخ حمید الدین محمد ابن نجیب الحسینی السمرقندی
 - ۴ - شیخ نصیر الدین محمود ابن یحییٰ الاودی
 - ۵ - شیخ سمش الدین محمد بن یحییٰ الاودی
 - ۶ - شیخ قطب الدین المنور بالنسوی
- اور دیگر بے شمار شیوخ

حضرت جلال الدین صاحب تذکرہ علم میں درجہ اجتہاد پر فائز اور عبادت میں نہایت ممتاز تھے۔ فقہ و حدیث پر عبور کامل اور اصول و فروع دونوں میں امام ابو حلیفہ کے مسلک رکھتے۔ وہ اعمال میں جانز رخصت کی بجائے عزیمت پر عامل تھے۔

اور بعض مسائل میں منفرد بھی تھے مثلاً (۱) امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے (۲) نماز جنازہ غائب پر عمل کرتے۔ کہ وہ جاہل نہ تھے۔

ذکاوت میں برتر، تیز فہم، گفتگو میں علادت، اخلاق میں ستودہ تھے۔ شریف الطبع ہونے کے ساتھ نہایت طلیق اللسان۔ قصہ خوان اپنی داستان ان کے پاس لاتے اور ارباب منطق اپنے دفتر۔ طلباء کا جھگڑا لگارتا۔ وہ اپنے زمانے میں اس تاجر کی وجہ سے تمام ہندوستان میں منسوب سمجھے گئے۔

سلطان محمد تغلق نے انہیں سندھ کی مشیخت پر تعینات کر دیا اور فیروز شاہ نے ان

۱۷ جامع العلوم (درمتن)

۱۸ خزینۃ الاولیاء (درمتن)

کی بیعت کی۔ آخر الذکر کے عہد میں بارہا وہی تشریح لائے اور ہر مرتبہ نیا خطبہ ارشاد فرمایا جن میں بعض بدیہات و فرائد عجیب ہوتے۔ مثلاً ان کے افادات میں یہ حروف ہیں۔

۱۰ جہان نورا اللہ تم پر رحم فرمائے کہ ایک رات اور دن میں ایک مسلمان پر ۵۰ فرض ہیں جو قرآن مجید ہی میں بیان کیے گئے ہیں۔ جس کسی نے انہیں یاد رکھا وہ عالم ہے اور جہان سے محروم رہ گیا وہ جاہل و عاصی اور مذموم ہے۔ قیامت کے روز اس

کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔

پہلا فرض ہے: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف بمصدق آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي۔ یعبدوں کے معنی میں ایسے فرین (سنتناخت و اعتراف)

دوسرا فرض ہے۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار بمطابق آیت وَالْحُكْمَ لِلَّهِ وَالْحَدَّ لِلَّهِ

إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

تیسرا فرض ہے ایفائے وعدہ و اوفور الجہدی اوف ليعهدتم۔

چوتھا فرض ہے عبادت میں خلوص و قبا احوذوا لایعبدوا اللہ مخلصین کہ الدین۔

پانچواں فرض ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بیروی فتن سمان یوحوا القلہ

رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عِبَادَةً صَالِحًا وَلَا يَتَّبِعْ لِبِعَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔

۱۱ ہم نے نبی آدم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ عبادت سے مراد معرفت۔

۱۲ اور تمہارا مہبود تو ایک اللہ ہی ہے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

۱۳ اے میرے بندو! تم اپنا بیثاق جو میری عبادت کے لیے تھا پورا کرو اور میں اپنا وعدہ جو

تمہاری معرفت کا تھا پورا کروں گا۔

۱۴ ہم نے اپنے بندوں کو تو صرف اپنی عبادت مخلصانہ کا حکم دیا تھا۔

۱۵ اس لیے جو شخص اللہ سے ملاقات کا خواہاں ہے اسے اچھے کام کرنے چاہئیں

ازال جملہ یہ کام ہیں کہ وہ رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ گروانے۔

- ۶۔ وال فرض ہے وعدہ خداوندی کے مطابق امن عام بحسب آیت: وَمَا مِنْ كِتَابَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَيْنَا اللَّهُ رِزْقُهَا يَغْفِرَ لَهَا وَيُصَوِّرُهَا وَمَا مِنْ كِتَابٍ مُبِينٍ ۶۔
- ۷۔ وال فرض ہے تقسیم رزاق بحسب روایت نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضِهِمْ دَرَجَاتٍ ۷۔
- ۸۔ وال فرض ہے صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے محبت کرنا۔ بمطابق آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۸۔
- ۹۔ وال فرض ہے۔ دوسروں کو غیر شرعی کاموں سے روکنا اور شرعی کاموں کی تاکید کرنا۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ لِبَعْضِهِمْ أَوْلِيَاءُ لِبَعْضٍ ۹۔
- ۱۰۔ وال فرض ہے۔ اپنے نفس کی معرفت، فرمایا ان النفس الامارة بالسوء ۱۰۔
- ۱۱۔ وال فرض ہے شیطان سے محاربت بقولہ لتعالف۔ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا لَكُمْ ۱۱۔

۴۔ زمین پر جس قدر جہان دار ہیں سب کا روزی رسال اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ان کا آخر مستقر اور قبر کی جگہ سے بھی آگاہ ہے۔ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں قلم بند ہے۔

۵۔ ہم ہی ذات اللہ نے انسانوں کے رزاق کی تقسیم کر کے کسی کو کچھ زیادہ اور کسی کو کچھ کم دیا جانا مقدر کر دیا۔

۶۔ جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرتہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا فرد نہیں جو خدا اور اس کے رسول سے لہجہ رکھنے والے کا محب ہو۔

۷۔ مومن مرد اور مومن عورت باہم محب اور دوست ہیں۔

۸۔ انسان کو اس کا نفس بھی برائی کی تلقین کرتا ہے۔

۹۔ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کو دشمن ہی سمجھتے رہو۔

۱۲ وال فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا اور خوف رکھنے پر متوجہ رہنا۔ بطلان آیت
 لِيَسْتَحْفِظُوا مِنْ اللَّهِ وَهُوَ مُعَذِّبٌ مُّهِمٌّ ۝۱۲۔ اِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهُ فَلَا
 تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا مِنِّي ۝۱۳۔

۱۳ وال فرض ہے اللہ کے حضور میں دعا کرنا: يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۝۱۳
 ۱۴ وال فرض ہے اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے مخالفت نہ کرنا۔ فَلَا يَأْمُرُ بِكَ اللَّهُ اِلَّا
 بِالْقَوَالِمِ الْخَاسِرَاتِ ۝۱۴۔

۱۵ وال فرض ہے اللہ کی رحمت سے بالوں نہ ہونا۔ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ
 اِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ الذَّنُوبَ جَمِيعًا ۝۱۵۔

۱۶ وال فرض ہے لباس میں ستر پوشی: يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ
 عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ ۝۱۶۔

۱۷ وال فرض ہے۔ طلب علم ہے: فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا
 تَعْلَمُونَ ۝۱۷۔

۱۲ شیطاں تو اللہ کے دوستوں کو نیکیوں سے ڈراتا رہتا ہے۔ ہم شیطاں کی باتوں میں نہ
 آؤ بلکہ اللہ سے ڈرو اگر تم باایمان ہو

۱۳ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی مہربانی کے امیدوار اور جو کچھ تم نے انہیں سے
 رکھا ہے اسے دوسرے کی بھلائی میں خرچ کرتے ہیں

۱۴ اللہ ان کے ساتھ ہے وہ اس سے ڈرتے اور ڈرنے پر مائل رہتے ہیں

۱۵ اللہ کی رحمت سے بالوں نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخشنے پر قادر ہے

۱۶ اسے ایسا ہے آدم ابھر مسجد کے اندر جہلتے ہوئے لباس میں زیب و زین کے پابند ہو

۱۷ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کر لیا کرو!

۱۸ وال فرض ہے وضو میں احتیاط۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّي أَقَمْتُ لَكُمُ
الصَّلَاةَ فَأَغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ**۔

۱۹ وال فرض ہے غسل جنابت :- **وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا**۔

۲۰ وال فرض ہے تیمم **فَيَتَمِّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا**۔

۲۱ وال فرض ہے نماز بروقت پڑھنا۔ **إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ**

كِتَابًا مَّوْقُوتًا۔

۲۲ وال فرض ہے ذکر اللہ بکثرت کرنا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا**

وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔

۲۳ وال فرض ہے ادا کرنا آیت **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ الَّذِينَ آمَنُوا**

الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔

۱۸ اے مومنین! نماز کے لیے اپنا منہ اور دونوں ہاتھ کہنی تک دھو کر اپنے سر کا مسح
کرو اور دونوں پیر بھی دھوؤ۔

۱۹ اگر تم جنابتی ہو جاؤ تو پاک ہونے کے لیے غسل کر لیا کرو۔

۲۰ اور تیمم کے لیے پاک مٹی سے پاس لو!

۲۱ مومنوں کے لیے نماز اپنے وقت پر فرض ہے۔

۲۲ اے مومنین! اللہ کا ذکر کثرت کر۔ تمہارا اور سبحان اللہ تو صبح و شام پڑھا کرو۔

۲۳ بلاشبہ اللہ نے تمہیں ادا کر کے امانت کا حکم دیا۔

۲۲ وال فرض ہے نقصان پر افسوس نہ کرنا۔ لکھنا اسوا علی ما خاتکم یٰۤا

۲۵ وال فرض ہے دنیا کی نعمتوں پر بے جا خوشی منع ہے بطلان آیت :- وَلَا تَفْرَحُوا

حُورًا مَّا آتَاكُمۡ

۲۶ وال فرض ہے، صغت عالم پر غور و فکر کرنا :- وَتَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ

۲۷ وال فرض ہے، مخلوقات کا خدائی احکام اور مقدرات پر رضامندی :- فَاعْتَبِرُوا

اٰیٰتِ الْاٰلِیٰٓمِ الْاَوَّلٰی

۲۸ وال فرض ہے نفس کی ترغیب سے خود کو بچانا :- بِطٰلِقِ آیٰتِہٖ وَکَفٰی ا

النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰی

۲۹ وال فرض ہے۔ اپنے ایمان پر اللہ کا احسان سمجھنا :- یٰۤمُنُوْنَ عَلَیْکُمْ اِنْ اَسْلَمْتُمْ

عَلٰی قُلُوبِہٖمْ لَا تَمْنُوْا عَلٰی اِسْلَامِہُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

۳۰ وال فرض ہے یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ سمجھتا ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ

اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ

۲۲ تاکہ تم اپنے نقصانات پر ہاتھ نہ ملو

۲۵ اپنے منافع و نیوی پر بے جا خوشی مت کرو۔

۲۶ اور مخلوقات کو دیکھ دیکھ کر اللہ کی صفت پر غور و فکر کرتے ہیں۔

۲۷ اسے دانش وردی عبرت حاصل کرو۔

۲۸ اور اس نے خود اپنے نفس کی ترغیب سے روکے رکھا۔

۲۹ ان سے کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ کرو۔

۳۰ اور ہم (اللہ تعالیٰ) ان کی شرک سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

۳۱ وال فرض ہے۔ منع تکبیر تلك الدار الاخرة يجعلها للذين لا يريدون علوا

في الارض والارضاه والماقبة للمتقين

۳۲ وال فرض ہے۔ صدق مقال واذا قلتم فاعدلوا ولو كان

۳۳ وال فرض ہے۔ حلال روزی بکلومین طیبات ما رزقناکم

۳۴ وال فرض ہے۔ حفاظت شرم گاہ: و يحفظوا فروجهم

۳۵ وال فرض ہے۔ کان اور آنکھ کی حفاظت ان السمع والبصر والفؤاد کل

اولئك كان عند مسئولا

۳۶ وال فرض ہے۔ عورتوں کے ساتھ ان کی باہواری میں جماع سے اجتناب:-

فاعتزلوا النساء في الحيض

۳۷ وال فرض ہے غیبت اور لوگوں کی نجی زندگی کی تفتیش سے یک طرف رہنا۔ والاحتسوا

والاعتب بعضكم لبعض ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه

۳۱ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں تکبر نہیں کرتے اور خود کو فنا سے دور رکھتے اور پارسا بھی ہیں۔

۳۲ جب کسی کے بارے میں کچھ کہو تو عدل کی بات کرو۔ خواہ تمہارا رشتہ دار ہی ہو۔

۳۳ وہ چیزیں کھاؤ جو ہم (اللہ) نے تمہارے خور و نوش کے لیے از قسم پاکیزہ پیدا کی ہیں۔

۳۴ مومنین اپنی شرم گاہ کو ناجائز استعمال نہیں کرتے

۳۵ واقعی کان۔ آنکھ اور دل ہر ایک سے پوچھا جائے گا۔

۳۶ عورتوں سے جماعت میں ان کے ایام کے دوران میں اجتناب رکھو۔

۳۷ دوسروں کے مصلحتوں کی تلاش مت کرو۔ کیا تم انیس دوسرے سے بھائی کا کچا گوشت کھانا

پسند کرو گے تم تو اس سے کراہت کرتے ہو مگر غیبت سے کراہت نہیں کرتے۔

۳۸ وال فرض ہے۔ دوسروں کا تمسخر اڑانا منع ہے۔ (یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان ینزلوا خیراً من ہم ولا لیساء عسی ان ینزل خیراً منہم)۔

۳۹ وال فرض ہے۔ ترک چغلی و طعن اور بے القاب سے اجتناب۔ ولا تلمذوا و الفسکم ولا تباذروا بالالقباب بیس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ہم الظالمون۔

۴۰ وال فرض ہے التذیک پر توکل۔ فتوکلوا ان کنتم مومنین۔

۴۱ وال فرض ہے ترک بدگمانی۔ اجتناب اکثریاء من الظن ان بعض الظن اثم۔

۴۲ وال فرض ہے اللذعائے کے فضیلوں پر رضامندی۔ بحکم آیت۔ فاصبر

بحکم ربک۔

۴۳ وال فرض ہے صبر اور تقویٰ۔۔ اصبروا و صابروا و اطبوا و القواللہ

لعلکم تفلحون۔

۳۸ دوسرے کا تمسخر نہیں اڑانا چاہیے

۳۹ اپنے مومن بھائیوں کی چغلی مت کرو! نہ ایک دوسرے کو بے لقبوں سے موصوم کرو یہ تو ایمان لانے کے بعد فسق کرنا ہے۔ جو شخص اس بارے میں اجتناب کرے وہ ظالم کے گروہ سے ہے۔

۴۰ التذیک پر بھروسہ رکھو اگر تم اس پر ایمان لے آئے ہو۔

۴۱ ایک دوسرے پر بدگمانی مت کرو کہ بعض ایسے گمان گنہ میں شامل ہیں۔

۴۲ اللذ کے حکموں کی پیروی میں ضبط و تحمل سے رہو۔

۴۳ خود صبر کرو دوسروں کو صبر دلاؤ اور اس پر ثابت رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ!

- ۴۴ وال فرض یہ ہے کہ لو اے شکر: اَنْ اَشْكُرْ لِي وَاَلِدَيْكَ وَاِلَى الْمَصِيْرِ ۱۱۱
- ۴۵ وال فرض ہے خرید و فروخت میں رہن :- فَهِيَ كُنْ مَقْبُوضَةً ۱۱۲
- ۴۶ وال فرض ہے ترک سوو! وَلَا تَاْكُلُوا الرِّبَا اِضْعَافًا مُضَاعَفَةً ۱۱۳
- ۴۷ وال فرض ہے بہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا خوف :- وَتَزَوَّدُوا فَاِنْ خَيْرٌ لِّزَادِ
التَّقْوَىٰ وَالْقَوَىٰ يَا اٰرِبِي الْاَلْبَابِ ۱۱۴ :-
- ۴۸ وال فرض ہے دلیل کے ساتھ بات کرنا :- قُلْ هَاتُوْبِرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۱۱۵
- ۴۹ وال فرض ہے دعا کرنا :- اَدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۱۱۶
- ۵۰ وال فرض ہے استغفار کرنا :- اِسْتَغْفِرُوْا رَبِّيْكُمْ ۱۱۷

- ۴۴ مجھ ر اللہ کا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر یہ ادا کرو۔ آخر تمہیں میرے پاس آنا ہے۔
- ۴۵ لیکن دین کے موقع پر مقروض کی کوئی شے رہن کر لو۔
- ۴۶ ارنے پونے کا سوومت لو۔
- ۴۷ عاقبت کے لیے اپنے اعمال کا نوشتہ کھینچو اور بہتر نوشتہ تقویٰ ہے۔
- ۴۸ اگر تم سچے ہو تو اس پر دلیل پیش کرو۔
- ۴۹ مجھ ر اللہ سے مانگو میں دوں گا۔
- ۵۰ اپنے رب سے بخشش مانگو۔

بعض آیتوں کی تفسیر

فَرَمَا يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي
الْآخِرَةِ (الدلتعالے مومنین کو ان کی نزع کے وقت بھی ایمان پر ثابت رکھے گا اور آخرت
میں بھی)

الدلتعالے جس عہد کو اس کے معاملہ میں ثابت قدم رکھنا پڑتا ہے اور اسے ہڈا
پر کام یاب رکھنا مقصود ہوتا ہے تو ایسے شخص کے لیے یہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

۱۔ حسن احسان

۲۔ یقین

۳۔ صدق الاعتبار

۴۔ صدق الافتقار

صدق الاعتبار یہ ہے کہ ہر کام اور قول میں پہلے اللہ سے ملتی ہو اور اس کے امداد
طلب کرے۔ اس بارے میں معمولی عمل ہو یا اہم ہو۔ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے التجا
اور استعانت کرے اور کسی قول یا فعل میں یہ نہ سمجھے کہ وہ اللہ کے سامنے اس عمل اور فعل کی
صحت کا جواب دہ نہیں

مرحوم کے ہاں ۲ حرم تھے۔ ایک حرم ان کے عم نزر گوار محمد کی صاحب زاوی ان کے

لبطن سے ناصر الدین محمود متولد ہوئے

دوسرے حرم دہلی کے ایک ساوات خاندان کی عقیقہ تھی۔ ان کے صاحبزادے

عبداللہ تھے۔ تیسرے حرم ایک رومی قبیلہ کی صالحہ تھیں ان کے لخت جگر علی الاکبر تھے۔

۱۔ تذکرہ ساوات البخاریہ (دو جلدیں)

۵۳- حسین بن محمد الکرمانی

م ۴۵۲ھ
۱۳۵۱ء

الشیخ الصالح " ملقب بہ قطب الدین - علم و کمال میں ممتاز - مولانا فخر الدین زراوی سے پڑھا اور طریقت میں حضرت شہنشاہ دین سید نظام الدین دہلوی کی خدمت میں صتر سنی سے لے کر بڑھاپے تک ملازم رہے - ان کے خادم بھی تھے اور محرر بھی - بادشاہ محمد تغلق نے انہیں ۴۳۲ھ میں دولت آباد منتقل کرا دیا - جہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد وہی لوٹ آئے - فالج کے شکار ہوئے اور وہی میں آسوزہ لحد ہو گئے -

۵۴- حسین بن عمر غیاث پوری

م - ۵۹۸ھ
۱۳۹۹ء

غیاث پور وہی ہی کی بخل میں سلطان غیاث الدین تغلق نے آباد کیا - آپ فرقہ چشتیہ کے سرگروہ تھے - یہ طریقہ شہنشاہ دین حضرت نظام الدین دہلوی سے حاصل کیا - آپ وہی ہی میں ۵۹۸ھ میں تین گزرات منتقل ہو گئے - ۱۱ سال کے قریب زندہ رہے -

۵۵ - مولانا حجۃ الدین ملتانی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العالم الکبیر علامہ فخر الامثل خصوصاً نحو عربی و فقہ و اصول میں ممتاز تھے سلطان

۱۰ سیر اللولیا (در متن)

۱۱ مرآة احمدی اور گلزار ابرار (در متن)

ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر مسند تدریس آراستہ کر رکھی تھی۔ امام المجاہد حضرت سلطان المشایخ سے طرقت حاصل کی۔ اور مشایخ چشتیہ کے اسمائے گرامی پر عربی میں منظوم لکھا۔

۵۶۔ مولانا حسام الدین ساوی

(بجہد سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی دہلی)

مشہور اساتذہ سے ہیں۔ سلطان ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر آپ کی مسند تدریس آراستہ تھی۔ برنی نے ان کا تذکرہ نہایت عمدہ انداز سے قلم بند کیا ہے۔

۵۷۔ مولانا حسام الدین سرخ

(بجہد سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی)

۷ العالم الکبیر، فقہ و اصولی فقہ و عربیت میں ممتاز اور دہلی میں ان کا درس جاری تھا۔

۵۸۔ مولانا حماد الدین کاشانی

۷ العالم الفقیہ، حماد الدین ابن عماد الدین حنفی صوفی۔ مشایخ چشتیہ سے ہیں۔ علوم شیخ زین الدین داؤد بن حسین شیرازی سے پڑھے اور فنون طرقت شیخ برہان الدین محمد بن ناصر بالنسوی سے حاصل ہوئے۔ کئی ملازم خودت رہے۔ اور ان کے ملفوظات احسن الاقوال مرتب کیے۔ اور ان سے ۷۳۸ھ میں فارغ ہوئے۔ دولت آباد میں سفر آخرت فرمایا۔ سن وفات قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ الایہ کماہ صفر کی ۱۳ اوں کو انتقال ہوا۔

۷۔ برنی (در متن)

۸۔ سیر الاولیاء (در متن)

۹۔ برنی (در متن)

۵۹۔ مولانا حمید الدین دہلوی

(لجہد سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی)

«الشیخ الفاضل الکبیر اپنے عہد میں برسہا روز گزارتے، اور وہی کے اندر سند

تدریس آراستہ تھی۔»

۶۰۔ شیخ حمید الدین قلندر دہلوی

م ۴۹۸
۱۳۹۹ھ

«الشیخ الفاضل» حضرت نظام المشایخ سے لجد بیعتہ اخذ طریقہ کیا۔ اور ان کی رحلت کے لجد شیخ برہان الدین محمد بن ناصر السنوی کی خدمت میں ملازم ہو کر ان کے ملفوظات قلم بند کیے۔ لجد شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے حضور باریاب ہوئے۔ اور ان کے ملفوظات خیر المجالس کے نام سے مرتب کیے۔ جو متداول ہیں۔ یہ کام ۴۹۰ھ میں سرانجام دیا اور وفات ۴۹۸ھ میں ہوئی۔»

۶۱۔ شیخ حمید الدین ہنکاری

م ۲۲۔ ریح الاول ۴۴۷ھ
۱۳۳۴ھ

«الشیخ الصالح» البرہاکم بن بہار الدین الحارثی القرقشی الہاشمی الحنکاری حضرت ابو نعیمان ابن حارث بن عبد المطلب کی نسل سے ہیں۔ طریقت میں جناب ابو الفتح رکن الدین سہروردی ملتانی

۱۔ برہانی (در متن)

۲۔ خزینۃ الاصفیاء۔ (در متن)

سے مستفیض۔ جن کی خدمت میں مدتوں رہے۔ بڑے اصلاح پارسا اور زاہد تھے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے فیضانِ طریقت حاصل کیا۔

۴۲۔ حضرت امیر خسرو ابن سیف الدین

از ۴۵۱ھ تا ۸۔ شوال ۴۲۵ھ
۱۲۵۳ تا ۱۳۲۷ھ

مولد قصبہ پٹیالی ضلع اٹیہ ہے۔ مگر دہلی رہ کر شہنشاہ دین حضرت سید نظام الدین اولیاء کی بیعت سے جو بہرہ مند ہوئے تو کھپ رہیں کہ ہو کر رہ گئے۔ آپ نہایت متواضع صوفی شاعر بلند مرتبہ اور اعلیٰ پایے کے موسیقار بھی تھے۔ انہوں نے قدیم ہندی دھنوں کے سوا اپنی طرف سے بھی بے شمار دھنیں نکالیں جن میں سے کچھ راج ہو گئیں اور کچھ صرف کتابوں میں رہ گئیں۔ علوم ظاہری میں بھی کمال حاصل تھا۔

الشیخ الامام الفاضل خسرو ابن سیف الدین محمود البخاری الدہلوی۔ ہندوستان کے ایسے مشہور شاعر جن کی نظیر علم و معرفت الہی اور شاعری و موسیقی وغیرہ فنون میں ان کے دور میں اور ان کے زمانے کے لجا بھی ناپید ہے۔ مولد قصبہ پٹیالی جو اس زمانے میں بڑا آباد شہر تھا۔ مگر آج وہ سمٹ کر ایک قریہ سا ہو کر رہ گیا ہے، انہوں نے دہلی میں پرورش پائی۔ سلطان عیناٹ الدین بلبن کے عہد میں بانٹ ہوئے اور ہمیشہ تحصیل علوم و کمالات میں جدوجہد جاری رکھی۔ یہاں تک کہ شعر گوئی اور موسیقی و بلاغت میں درجہ اجہاد تک آ پہنچے۔

اب آپ کا میلان تصوف کی طرف ہوا اور حضرت نظام المشائخ کی بیعت کا لقبہ گردن میں جمائل کیا۔ دوسری طرف امر لے وقت اور بادشاہوں کا تقرب حاصل ہوا۔ جن سے آئے دن پیش بہا ایسے الغامات ملتے رہے اور ایسے عطایا کساں کوئی اور فرد کبھی سرفراز ہوا۔ نہ آپ نے یہ

سنا ہوگا کہ ان سے بدلیات اور بلاغت میں کوئی اور شخص ان کا ہم پلہ نہ رہا۔

امیر خسرو نے کئی الفاظ ایجاد کیے مثلاً ایک لفظ ہے "البرقلمون" جس کے لغت میں

مذہبی ہیں رومی کہ پڑا جس پر کئی رنگ ہوں۔ گمراہ اصطلاح میں اس کے اس سے زیاں معنی ہیں جو مختلف زبانوں میں "تور یہ پرواں ہیں۔ یہ البرقلمون سید غلام علی بلگرامی مؤلف کتاب "سمتہ المرجان" کے بدلیات سے ہے۔

اسی طرح لفظ ذوالوجہین ہے۔ یہ کہ بات کر لے میں ایک ہی لفظ کے دو معنی ہوتے

ہیں فارسی میں یا عربی میں۔ کلب، اللسانین۔ متکلم عربی کا لفظ جو فارسی کا۔ مگر جب اسے پٹا جائے تو عربی لفظ فارسی اور یہ لفظ عربی ہو جائے اور معنی میں فرق نہ آئے۔

راکھی میں حضرت خسرو کے ایجادات اکثر و بیشتر ہیں۔ مثلاً قول، ترانہ، خیال، نقش نگار، بسیط، تلانہ، سولہ اور قدیم راگنی میں بھی انہوں نے بہت کچھ اضافے کیے۔ جن کی تفصیل ان مختصر اوراق میں نہیں سما سکتی۔

مضامین

- ۱۔ الاعجاز الخسروی (فی البدایع)
- ۲۔ محسنات الکلام تہذیبیہ (جن کی تالیف سے ۱۹۱۷ء میں فارغ ہوئے)
- ۳۔ افضل الفوائد (حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات پر)
- ۴۔ دواوین فارسی (اپنی ہیں۔)
- ۵۔ تحفۃ الصفر
- ۶۔ وسط الحیوة
- ۷۔ غزۃ الکمال
- ۸۔ لقیۃ التقیہ

خیال رکھیے۔

قاضی ضیاء الدین برنی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ امیر خسرو تاجداران سخن کے شہنشاہ تھے۔ باوجودیکہ بعض شعر احسن کلام میں منقروں اور دو ایک فنون میں ممتاز تھے مگر خسرو تمام شعری فنون میں متمیز اور نغزل لائل تھے۔ اس کے ساتھ باہوش فقراء کی صفت اول میں تھے۔ بیشتر اوقات صیام و قیام اور تلاوت میں صرف کرتے۔ صاحب مال و وجہ اور علم موسیقی کے باہر عالی تھے۔

عربی میں ان کے یہ اشعار لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ذاب الفؤاد وصال من عینی الدم

و حکى الدول مع كل ما انا الئم

۲۔ واذا ابحت لدى الوری کرب النوی

تبکی الایة والاعای ترجمہ!

۳۔ یا عاذل العشاق دعنی باکیا!

ان السکون علی الحب محرہ!

۴۔ من بات مثلی فهو یدری حالتی

طول اللیالی کیف بات متیمہ!

ترجمہ، ۱۔ دل غم سے پگھل گیا اور آنکھوں سے خون بہنے لگا۔ خون کے آنسوؤں نے میرا

دلی راز کھول دیا۔

۲۔ جب مصائب نے مجھے گھیر لیا تو احباب گھبرا اٹھے اور دشمنوں کے دل میں رحم آ گیا۔

۳۔ اے عاشقوں کو بلا مت کر، ورنہ ان کے لیے سکون خرام ہے۔

۴۔ جو شخص میری طرح رات گزارے اور وہ میری اس حالت سے بھی واقف ہو کہ طویل

راتیں کس طرح کاٹی جاتی ہیں۔

فلانی میں

آل ہابہ بوس رسیدتواں

ایوان مراد بس بلند است

بے خون جگر چشیدتواں

ایں شربت عاشقی است خسرو

انہیں اپنے مرشد حضرت نظام المشایخ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

۶۳۔ سید خضر رومی

۱۳۴۹ھ

سید خضر رومی المتمر ۳۵ سال کی عمر پائی۔

طائفہ قلندریہ کے امام تھے یہ طریقی انہوں نے مشہور ہے۔

عبداللہ علم بردار مہر سے حاصل کیا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعد میں ۴۰۰ سال تک زندہ رہے۔ دنیا میں گھومتے

ہوئے ہندوستان وارد ہوئے اور پیر چشتیہ خواجہ قطب الدین بختیار کھکی (کاکلی) دہلوی سے بیعت

کرنے کے بعد پھر سیاحت شروع کر دی حسین قلندر نے اپنی کتاب عنوشیہ میں لکھا ہے کہ

وہ برسوں دنیا میں گھومنے پھرنے کے بعد پھر وہی تشریف لے آئے اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔

ان کی بیعت سے نجم الدین القلندریں نظام الدین حسینی دہلوی مشرف ہوئے۔ عمر ان کی ۱۹۰ سال

ہے۔ اور فضوں مستور یہ ہیں تین سو پچاس سال لکھی ہے۔ سن ۷۵۰ھ میں رحلت فرمائی۔

۶۴۔ خواجہ خطیر بن اشرف شمشینی

«السید الشریف» ابن اسد اللہ ابن عبداللہ ابن شیخ قطب الدین محمود

الحسینی شمشینی صلاح و تقویٰ میں ممتاز۔ عیانت الدین بلہن کے عہد میں سلطان معز الدین کی قیادت

نے انہیں اپنا وزیر نامزد کر لیا۔ تو ان کے مصاحب نظام الدین دکنی در نے کچھ خسرو کی طرفدار ہی

میں جھگڑم کر دیا۔ تو کیتباد لے انہیں گدھے پر بٹاکر وہاں سے بدر کر دیا۔ کیتباد کے بعد جب

سلطان جلال الدین بن فیروز شاہ غلجی منبر بر آرائے شہابی ہوا تو انہیں وزارت پر سرفراز فرمایا۔
 جن کے بعد ان کے برادر زاوہ علاء الدین محمد شاہ غلجی نے بھی انہیں منصب وزارت پر ممتاز فرمایا۔
 حتیٰ کہ آپ مسلسل ۲۰ سال تک اس عہدہ پر متمکن رہے۔
 سلطان غیاث الدین تغلق خواجہ خطیر الدین صاحب کی بے حد تعظیم فرماتے۔ دربار میں
 اپنے پاس جگہ دے کر ان امور سلطنت میں مشورہ لیتے۔

۶۵۔ شیخ دانیال بن حسن سترکی

۱۳۲۷ھ

۱۰ الشیخ العالم الصالح "حضرت عبدالمدین عباس علوی سترکی کی نسل سے ہیں۔ فقہ
 و اصولی فقہ اور ادب عربی پر احاطہ تھا۔ اودھ کے مشہور قصبہ سترکہ (مکوان تھا) لاجی لکھنؤ میں پیدا
 ہوئے۔ بلوغ پر بیانہ تشریف لے گئے۔ یہاں تھانوی عبدالمدین پوری سے پڑھا اور ان کی
 صاحبزادی کے عقد سے مفتخر ہوئے۔ بیانہ سے واپس آکر شیخ نصیر الدین اودھی کی بیعت کی اور
 برسوں ان کی خدمت میں رہے۔ ان سے زید علم کے ساتھ معرفت حاصل کر کے پھر بیانہ لوٹ
 آئے۔ اور اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر اپنے وطن سترکہ روانہ ہوئے۔ مگر بیت اپنی بستی کے قریب
 پہنچے تو ڈاکوؤں نے شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۳۲۷ھ میں رونما ہوا اور ان کی لاش بستی میں ڈاکر سپہرو
 خاک کی گئی۔

۱۱ الحمد للہ

۶۶۔ داؤدین حسین شیرازی

از ۱۳۰۱ھ تا ۱۳۶۱ھ

۱۔ الشیخ العارف الکبیر الزاہد داؤد زین الدین مشہور ارباب ولایت سے ہیں۔ ان کا مولد شیراز ہے۔ کم سنی ہی میں تعلیم کی طرف راجح ہو گئے۔ بلوغت پر حرمین حاضر ہوئے۔ حج اور زیارت روضہ نبی صلعم دونوں سے مشرف ہوئے۔

وہاں سے ہندوستان ہو کر شیخ کمال الدین سامانوی (برکت) کے حضور زانوئے تلمذتہ کیا۔ حفظ قرآن کے ساتھ فقہ و اصول فقہ اور عربی ادب میں فوقیت کے بعد اپنے استاد کے ہم کباب دولت آباد کن تشریف لے گئے۔ اور تدریس شروع کر دی۔ وہ صوفیہ کے خلاف بڑے متشدد تھے۔ سماع اور وجد سب پر طعن کرتے۔ حتیٰ کہ شیخ برہان الدین ہانسوی کو بھی نہ بخشے۔ یہ سن کر شیخ رکن الدین کاشانی (در ۶۸) مصنف کتاب انفا السوس الانفا سے نے انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور ان سے کچھ سوالات کیے جن کے جوابات حضرت برہان الدین نے نہایت شافی دیے۔ اس پر شیرازی صاحب نے ان کی بیعت کا رقبہ گلے میں جمائل کر لیا۔ یہ واقعہ ۷۳۶ھ کا ہے۔ شیرازی صاحب شیخ ممدوح کے ملازم خدمت ہو گئے۔ ان پر معرفت کے دروازے کھل گئے۔ یہ دیکھ کر مرشد نے ۷۳۸ھ میں انہیں اپنی خلافت تفویض فرادی۔ جس کے ساتھ انہوں نے اعمال شریعت یک قلم ترک کر دیے۔ اب انہوں نے مخلوق کو تلقین کے لیے متوجہ کیا تو بے شمار افراد حتیٰ کہ بادشاہ وقت تک ان کی تلقین سے متاثر ہوئے۔ شہر مصر (خانہ لیس) کے بادشاہ لضمیر خاں فاروقی ساکن زین آباد اور ان کے شیخ کے ہم نام شہر برہان پور کے بادشاہ ممدوح (نکس) وہ اپنے مرشد کے مزار کے پاس آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی قبر زیارت گاہ عوام و خواص سے ہے۔

۲۔ روضۃ الاولیاء سید غلام علی بلگرامی (در ۲۱)

۶۷۔ قاضی رکن الدین کوشی

«السید الشریف» قاضی رکن الدین بن نظام الدین لقب قطب الدین (الحسنی الحسینی) اپنے عہد کے ائمہ میں سے تھے۔ اور اس تہذیب خود ان کو بھی فخر تھا۔ انص کے والد ان کی کم سنی میں انہیں چھوڑ کر دارالبقا کی طرف سدھا رکھے۔ علوم انہوں نے اپنے بزرگوار حضرت قوام الدین محمود دہلوی سے پڑھے اور اپنے چچا تاج الدین کے عزل پر شہر کڑھ کے قاضی مقرر ہو گئے۔ مگر جلد ہی ہی بدالیوں منتقل ہو گئے۔ بڑے متین اور جلیل المنزلت تھے۔ امر بالعرف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہتے۔ خواجہ کرک الدہلوی انہیں اس شغل سے منع کرتے اور یہ ان کی ستر لوشی کرتے رہتے۔ (کیوں کہ کرک الدہلوی انہیں اس شغل سے ملفوظات الابدال سے ہیں مرقوم ہے۔

قاضی ضیاء الدین برنی نے انہیں جامع الفضائل اور صاحب وجد و حال اور حامل کشف کرامات کے ساتھ ان صفات میں بے مثل لکھا ہے۔ برنی نے ان کے دونوں قدموں کے جوئے لیے اور ان کے مواظب علی السنۃ اور باعرب ہونے کا اعتراف فرمایا۔

۶۸۔ شیخ رکن الدین کاشانی

«الشیخ الفاضل» رکن الدین بن عماد الدین کاشانی۔ اپنے دور کے ممتاز مشائخ سے ہیں۔ ان سے شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی (بریلوی) نے پڑھا۔ اور انہوں نے درس طریقت شیخ برہان الدین ہانسوی سے لے کر ان کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ تصانیف میں ان کی دو کتابیں ہیں۔

۱۔ نفاس الالفاس

جس میں ان کے پیر طریقت برہان الدین موصوف کے ملفوظات ہیں۔

۲۔ شمائل الالقیاء جو چار ابواب پر منقسم ہے۔

اول :- در بیان افعال اصحاب طریقت۔

دوم :- احوال ارباب الحقیقتہ

سوم :- رب العالمین کی تعریفیں اور

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی۔

چہارم: مختلف عقائد و غوامض کی وضاحت

اسوے کتاب کا صرف اول ہے :-

”ستائش یہ زمانہ شمیم و شمائل الخ“

اور مرقدان کا دولت آباد کن میں ہے

49۔ قاضی رکن الدین کاشانی

والد کا نام جلال الدین بن قطب الدین کاشانی ملتان سے ہے۔ فقہائے حنفیہ میں اکابر

روزگار سے تھے۔

شہر کوئی (علی گڑھ) کی قضاہ پر فائز ہے۔ یہ منصب تا استوار حکومت اسلامیہ ان کی

اولاد در اولاد میں بھی منتقل ہوتا رہا۔

۵۰۔ مولانا رکن الدین سنائی

(بجہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں ممتاز اور تدریس مشغول تھے

۱۱۔ مولانا کن الدین اندرپٹی

«الشیخ الفاضل الکبیر علمائے اکابر سے تھے۔ شیخ فخر الدین زراوی اور شیخ محمد بن المبارک المحسین کروی اور شیخ سراج الدین عثمان اودی اور دوسرے بے شمار اندرون ان سے پڑھائے۔»

۱۲۔ شیخ کن الدین ملتانی ظفر آبادی

۱۱ محرم ۱۲۹۲ھ

«الشیخ الصالح الفقیہ کن الدین ابن صدر الدین ابو الفتح القرشی ملتانی ظفر آبادی فقہ واصلی اور تصوف میں اس قدر ملکہ تھا کہ ان فنون کے متعلق مقامات میں حل کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جاتا۔ ان کے درس میں حقائق تو سید و معرفت کا رنگ غالب تھا۔ برسوں درس کی مسند آراستہ رکھی۔ آخر میں بحبت و مناظرہ چھوڑ کر طریقہ سہروردی پر مائل ہو گئے۔ جس کے لیے اپنے والد کا دامن پکڑا۔ مدتوں ان کے حضور ملازمت کی اور ان کی رحلت کے بعد اس سلسلہ کی قیادت سنبھال لی۔ قبر بھی اپنے والد کے پاس ہی۔ (الانقذح)»

۱۳۔ مولانا کن الدین بدایونی

«الشیخ الامام العالم الکبیر فقہ واصلی وادب عربی میں فخر الامثال۔ مندرجہ ذیل شیوخ سے اکتساب فرمایا۔ ابوالقاسم ترمذی جو شاگرد تھے حمید الدین نابینا اور علی کوروی نابینا تھے۔ آخر الذکر نے صاحب ہدایہ سے پڑھا اور ان سے سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحاق بن احمد غزالی نے پڑھا۔»

۷۴۔ مولانا کن الدین بہاری

«الشیخ الصالح» علوم ظاہری اور طریقت شیخ شرف الدین احمد بن سحابی منیری سے حاصل کرنے کے بعد حج و زیارت کے لیے شہرِ حال فرمایا۔ بعد میں ہندوستان لوٹ آئے۔ اور شرف الدین نے ان کے ارشاد پر حقائق میں ایک مبسوط رسالہ الفوائد الوکنید لکھا۔

۷۵۔ زاہد بن محمد بہاری

«الشیخ الصالح» از اکابر طریقت۔ یہ تلقین انہیں شیخ شرف الدین منیری سے حاصل ہوئی۔ جن کی خدمت میں کچھ مدت ملازم رہے۔ مدوح سے جو سوالات کیے ان کے جواب ایک مختصر سے کتابچہ میں اجوبہ کے عنوان سے قلم بند کیے۔

۷۶۔ مولانا زین الدین دیوہی

«الشیخ الفاضل» عالم فقہ و حدیث۔ حضرت شرف الدین احمد منیری کی خدمت میں قصبہ بہار میں حاضر ہوئے اور ان سے صحیح مسلم سبقاً پڑھی۔

۷۷۔ شیخ زین الدین الاودھی

«الشیخ العالم الفقیہ»۔ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے ہم شیر زاد۔ اودھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے اصحاب تدریس سے پڑھا۔ طریقت میں اپنے ماموں مدوح سے مستفیض

۱۔ (سیرۃ الشرف) در متن

۲۔ (سیرۃ الشرف) در متن

ہوئے۔ قصبہ امینہ میں ان کے اخلاف بے شمار ہیں۔

۷۸۔ قاضی زین الدین دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ فاضل الکبیر“۔ الناقلۃ المحضی۔ دہلی کے اندر ممتاز اساتذہ میں سے تھے

۷۹۔ قاضی زین الدین گوالیاری

(بعہد سلطان قطب الدین گوالیری)

”الشیخ الفقیہ“ مشہر گوالیار میں قاضی تھے۔ سیاح ابن بطوطہ ان کی ملاقات سے مرعوب ہوا اور اپنے سفر نامہ میں ان کا ذکر کیا۔

۸۰۔ خواجہ زکی الدین مرقی

”الشیخ العالم القاری دہلی کے مشہور اساتذہ قرآۃ و تجوید سے ہیں۔ وزیر حسن بن ابوالحسن بصری کے ہم شیر زاد ہیں۔“

۸۱۔ سیف اللہ امیر عرب شام

(بعہد سلطان محمد تغلق)

سلطان محمد تغلق کے عہد میں ہندوستان وارد ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی بے حد تعظیم

کی۔ اور قیام کے لیے سلطان جلال الدین خلجی کے محل واقعہ دہلی میں اجازت دی، ان کے لیے عطیات کا دروازہ کھول دیا۔ پہلی مرتبہ دس عربی گھوڑے اور دوسری مرتبہ بھی دس گھوڑے ہی دیے مگر ان کی زین سونے سے منڈھی ہوئی اور لگام بھی سنہری ہی تھیں۔ بعد ازاں اپنی حقیقی ہمشیرہ فیروز خاتون ان کے جہانہ عقد میں دے دی۔

بہ حاشیہ

عقد اور زفاف کے ۲۰۔ دس روز عرب صاحب حسب معمول اپنے محل کی طرف گئے تو دربان نے انہیں روک دیا۔ مگر یہ کس کو خاطر میں لانے والے تھے۔ آویزش ہو گئی۔ دربان نے ان کا شانہ پکڑ لیا اور انہوں نے اسے لاکھی دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ دربان امرائے سلطنت میں سے تھا۔ اس کا باپ غزنہ کا قاضی رہ چکا تھا۔ اپنے باپ کی نسبت سے پہچانا جاتا۔ اور سلطان محمود غزنوی کے اخلاف سے بھی تھا۔ سلطان اس دربان کو باپ اور اس کے بیٹے کو اپنا بھائی کہہ کر پکارتا۔

مضروب سلطان کے پاس فریاد لے کر آیا، اس نے مقدمہ قاضی کو سونپ دیا۔ مضروب کے والد نے صلح کرانا چاہی مگر عرب صاحب اس پر متفق نہ ہوئے۔ پیشی پر قاضی صاحب نے عرب سے کہا، تم نے اسے مارا؟ یا کو نہیں مارا؟ گویا قاضی صاحب عرب کو ان کی بریت کا راستہ بتا رہے تھے۔ کہ اگر وہ کہے میں نے نہیں مارا تو یا بخیر و شایستگی! مگر عرب صاحب نے فرمایا میں نے اسے مارا ہے۔ قاضی نے عرب کو مجلس میں بھجوا دیا اور دوسرے روز ظہر کے قریب اسے رہا کر دیا۔ بادشاہ نے یہ سنا کم سمجھی اور اس کی جلا وطنی کا حکم نافذ کر دیا۔ شاہی عمال انہیں شہر سے نکلانے کے لیے آئے تو عرب صاحب نے اپنے اہل و عیال کی آخری ملاقات کے لیے محل کا رخ کر لیا مگر عمال نے انہیں اندر جانے سے روک دیا جس لمحہ میں یہ روویے۔ اتنے میں ابن بطوطہ آچپے اور یہیں سوجھانے کے لیے لیٹ گئے۔ ان سے ایک امیر نے اس کی وجہ

(ابن بطوطہ سے) دریافت کی تو فرمایا کہ میں عرب صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ ان کے اخراج کا فیصلہ منسوخ کر دیا جائے۔ امیر مدوح نے کہا کہ یہ حکم منسوخ نہ ہوگا۔ ابن بطوطہ نے کہا کہ اگر مجھے ایک سو راتیں بھی اس طرح گزارنا پڑیں تو میں گر گزروں گا۔ بادشاہ نے یہ سنا تو اپنا پہلا حکم منسوخ کر دیا اور عرب صاحب کو امیر قبولہ لاہوری کے پاس کچھ مدت رہنے کا حکم دیا۔ عرب قبولہ کے پاس چار سال رہے۔ سیر و گشت کے لیے ان کے سواروں کے ہمراہ اپنے گھوڑے پر جاتے۔ سفر میں بھی ان کے ساتھ رہتے۔ یہاں تک کہ ان کا مزاج دیرت ہو گیا۔ تب بادشاہ نے ان کے پہلے اعزازات سے سرفراز فرما کر چند مواضع جاگیر میں دیے اور لشکر کا سربراہ مقرر کر دیا۔

۸۲۔ مولانا سعد الدین دہلوی

«الشیخ الفاضل الکبیر الحلایۃ» منطق و فلسفہ میں فخر الامثال تھے۔ بادشاہ جلال الدین فیروز

شاہ غلجی نے انہیں اپنی خاص مصاحبت کے لیے پسند کر لیا۔ اور عہدہ امارت سے سرفراز فرما کر ایک ایسا قطعہ اراضی ہواگیر میں عنایت فرما دیا جس پر سرکاری لگان عائد ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ علم اور تقارہ کی اجازت بھی دی گئی۔ اور قوریگی منصب پر کر دیا۔ بادشاہ کے نزدیک بھی قرار پائے۔

بادشاہ مذکور کے بعد سلطان عنایت الدین تغلق اور ان کی رحلت کے بعد ان کے اپنے بیٹے سلطان محمد تغلق کے مقررین میں رہے۔ سلطان محمد تغلق ان کے علمی تبحر کا تذکرہ دربار میں بھی کرتا تھا۔

۱۔ سفرنامہ ابن بطوطہ

۲۔ تاریخ الاولیاء (در متن)

۸۳۔ قاضی سہال الدین دہلوی

«الشیخ العالم الفقیہ» مشہور عالم اور مجدد سلطان غیاث الدین تغلق دہلی کے قاضی تھے۔

۸۴۔ مولانا سراج الدین

«الشیخ الامام العالی» فقہ و اصول فقہ اور عربی میں بیکہ تاز۔ ان کے اساتذہ میں شیخ ابوالقاسم توحی جو شاگرد ہیں حمید الدین نابینا کے اور یہ شاگرد ہیں علی کروری نابینا کے جنہوں نے صاحب ہدایہ سے کتاب فرمایا۔ اور ان سے سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحاق بن احمد غزنوی نے پڑھا۔

۸۵۔ شیخ سعید الدین قندھاری

۷۳۴ھ
۱۳۳۵ء

«الشیخ العالم الفقیہ الزائد» — نسب حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی قندھاری تک پہنچتا ہے علم و اصلاح حال دونوں میں معروف تھے۔

اساتذہ

انص کے والد حضرت نجم الدین ہیں جنہوں نے ان حضرات سے کتاب فرمایا۔ سیف الدین علی جو شاگرد ہیں شمس الدین شاگرد نجم الدین عبدالرحیم کے اور یہ تلمیذ ہیں اپنے والد تاج الدین محمد کے۔ جنہوں نے اپنے ماموں نجم الدین احمد بن علی سے پڑھا تا بہ حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی۔

ہندوستان سے وارد ہوئے تو ناندیوکن کے ملحقہ قریہ قندھار میں اقامت فرمائی، اور
یہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۸۶۔ شیخ سلیمان بن احمد ملتان

(بعہد سلطان عیاش الدین تغلق)

۱۰ شیخ الفاضل الکبیر الحلواتی، سلیمان ابن زکریا قرشی الامام کہ دین کے سر بلند علم تھے
ملتان ان کا وطن بھی ہے اور مولد بھی۔ فقہ و حدیث اور عربی ادب میں سر بر آوردہ علماء سے تھے
سن رشد میں قدس و بغداد اور عراق کے شہروں میں ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کیا اور زیارت
سے مستفیض ہوئے۔ متذکرۃ الصدور شہروں میں مختلف اساتذہ سے پڑھا۔ ہندوستان وارد
ہوئے تو سلطان عیاش الدین تغلق نے انہیں اور قاضی جلال الدین اللوہاجی کو اپنے اور شہنشاہ
دین سید نظام الدین شاہ صاحب کے درمیان حکم مقرر کیا سماع کے جواز و منع پر جس پر
شیخ سلیمان سماع کی اباحت میں ایک رسالچہ تالیف فرمادیا۔ اس رسالہ کے سوا انہوں نے
فصل انوار پر بھی ایک کتاب لکھی۔

۸۷۔ قاضی سہا الدین بجنوری

۲۲ ریح الاول ۷۷۶ھ

۱۰ شیخ الصالح الفقیہ سہا الدین ابن فخر الدین بن رکن الدین الصدیقی البجنوری مولد بجنور۔
یہیں کتابیں پڑھیں اور یہیں مشیخت سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ لہنت انہیں زین الدین ہمشیر زادہ

۱۰ مہر جہاں تکب (در متن)

۱۱ سیر الاولیاء اور خزینۃ الاصفیاء (در متن)

نصیر الدین محمود اودھی سے حاصل ہوئی۔ خرقہ شیخ جلال الدین حسین بن احمد الحسینی البجاری الملاحی نے پہنایا۔ قاضی صاحب وجدہاں تھے۔ ایک سماع میں جو ان پر غشی طاری ہوئی تو اس عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ لکھنؤ میں رونما ہوا اور یہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۸۸۔ شاہ مرزا کشمیری

م ۱۲۴۸ھ
۱۱۳۲ھ

”الملك المودع شیخ شمس الدین شاہ مرزا ابن طاہر کشمیری“ جو خطہ کشمیر میں اسلامی حکومت کے اولین بانی تھے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ ارجن کی نسل سے تھے۔ کسی اثر سے تنہا گھر سے نکل کر خراسان جا پہنچے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ پھر ہندوستان لوٹے اور ۱۱۳۲ھ میں کشمیر میں وارد ہوئے۔ یہ زمانہ راجہ سید دیو کی حکومت کا تھا۔ مرزا نے ان کی برہمنوں خدمت کی اور راجہ کی رحلت کے بعد ان کے فرزند بھجن دیو نے انہیں اپنا وزیر بنا کر اپنے بیٹے چندر کا اتالیق مقرر کر دیا۔ بھجن کی وفات کے بعد اودن دیو نے گدی سنبھالی۔ یہ مرزا کا قرابت دار بھی تھا اس نے مرزا کو وزیر مقرر کر کے پوری سلطنت کا وکیل و مختار بنا دیا۔ اور مرزا کے بیٹوں کو مختلف مقامات جاگیر میں عنایت کر دیے۔ جب بہراکپ اپنی اپنی جاگیر میں بس گیا اور اودن دیو ان کی آزادی اور استقلال دیکھ کر گھبرا اٹھا اور ان سب کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ مرزا اور اس کے بیٹے اپنے اپنے علاقے میں بسنے لگے اور اپنی ثروت اور قوت بڑھانا شروع کر دی۔ اسی دوران میں اودن دیو کا انتقال ہو گیا۔ اور گدی پر اس کی رانی بیٹھ گئی جس نے مسلمان ہو کر شاہ مرزا سے مناکحت کر لی۔ مگر یہ اس کا حیلہ تھا مرزا سے گلو خلاصی کے لیے

شاہ مرزا نے رانی کا یہ رخ پہچانا تو اسے گرفتار کر کے قید خانے میں بند کر دیا۔ اب

اس نے خطبے میں اپنے لقب شمس الدین کے نام کا اعلان کرایا۔ یہ واقعہ ۱۲۲۳ھ کا ہے۔

الغرض مرزا نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ وہ رعیت کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کرتا۔ نئے نئے شہر آباد کیے اور کاشت کاروں کے لیے بڑی جدوجہد جاری رکھتا تھا۔ لوگوں سے جو قریب کیے گئے تھے ان کی تلافی میں لگا رہتا۔ پیداوار میں سے پانچواں حصہ لگان حائد کر دیا۔ وہ بڑا سخی۔ منصف اہل علم کا قدر دان اور عوام کا محسن تھا۔ صاحب فرست ہونے کے ساتھ دین اور سیاست اور دوستوں کی حفاظت اور مسندوں کا استیصال اس کا طرہ امتیاز تھا۔ اس کی سلطنت اس کا گوارا تھی۔

اب وہ بوڑھا ہو گیا اور اس نے ۱۲۲۴ھ میں اپنا قائم مقام اپنے بیٹے جمشید کو کر دیا۔ اس کی بادشاہت تین سال ۵ ناہ تک رہی۔

۱۹۔ شیخ شرف الدین کشمیری

۱۲۲۴ھ

”الشیخ الصالح شرف الدین الحسینی الکشمیری۔ ممتاز عالم اور ارباب اصلاح و رشد سے ہیں۔ ۱۲۱۵ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ پر راجہ کشمیر بھون دیو مسلمان ہوئے اسی دوران میں مولانا صدر الدین سے ملاقات ہو گئی۔ شرف الدین کے ہاتھ پر بے شمار کشمیری ہندو مسلمان ہوئے۔ صدر الدین نے ان کے لیے دریا ٹے بہت کے کنارے پر خالقہ تعمیر کرائی۔ آنے والوں کے لیے ایک رباط (سرائے) نماز کے لیے مسجد اور کئی مواضع ان جگہوں کے لیے وقف کر دیے۔ کشمیر میں ہی آسودہ لحد ہوئے۔“

۹۰۔ قاضی شرف الدین دہلوی

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ القاضی العلامہ“ شرف الدین السہاوی الدہلوی فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں ممتاز الاقران تھے اور دہلی کے اندر مسند تدریس پر فائز تھے۔

۹۱۔ شیخ شرف الدین الحسینی امرودی

۱۲۸۱ھ

”الشیخ الکبیر“ شرف الدین ابن علی بن مرتضیٰ ابن ابوالمعالی بن ابوالفرج الصیداوی الرازی ابن داؤد بن الحسین بن علی بن ہارون ابن جعفر المشہور بہ کذاب الحسینی نقوی امرودی۔ مشہور اولیاء میں سے تھے۔ مولد قصبہ سوہدرہ (ضلع گوجرانوالہ) ہے۔ تحصیل علم کے لیے گھر سے نکلے۔ کئی مشایخ کی خدمت میں مدتوں ملازم رہے۔ آخر امرودہ پہنچے اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔

سبب زیادہ عمر پائی۔ مجاہد اور متراضن ہے۔ ان کے کشف اور کرامات مشہور ہیں۔ انہوں میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی قبر زیارت گاہ عوام ہے۔

۹۲۔ شیخ شمس الدین ترکمانی

جمادی الاخریٰ ۷۱۶ھ

۱۔ بنی درمتن

۲۔ نخبۃ التواریخ (درمتن)

شیخ الکبیر شمس الدین بن احمد بن عبد المؤمن ترکمانی پانی پتی۔ خواجہ احمد علی سیوی کی اولاد سے تھے۔ جن کا سلسلہ نسب امام محمد بن الحنفیہ سے ملتا ہے۔

ترکستانی ہی میں اپنے قرابت داروں سے علوم پڑھنے کے بعد سیر و گشت کے لیے گھر سے نکلے۔ اور ماوراء النہر کے مشایخ کبار سے استفادہ کیا۔ تب ہندوستان وارو ہوئے۔ یہاں حضرت علاء الدین صابر کلیری کی خدمت میں ملازم ہوئے۔ ورتوں ان سے استفادہ کیا۔ شیخ نے انہیں وصیت کی کہ میری رحلت کے بعد پانی پت جا کر رہائش کرنا۔ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ اس شہر کی بے شمار مخلوق نے ان سے فیض حاصل کیا۔ جلال الدین محمد عثمانی نے ان سے طریقت حاصل کی۔

۹۳۔ شمس الدین کوٹلی

» شیخ الصالح مشہور زاہد و عابد۔ ابن بطوطہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ وہ بہت بڑے صاحب منزلت تھے۔ کہ جب سلطان محمد شاہ تغلق علی گڑھ آیا۔ تو اس نے شیخ کو ملاقات کے لیے بلایا۔ مگر انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر سلطان خود ان کی ملاقات کے لیے گیا۔ مگر ان کے دولت کدہ سے قریب جا کر واپس لوٹا۔

اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رئیس سلطان کے خلاف بیخار کے لیے نکلا تو لوگوں نے بھی اس رئیس کی بیعت کر لی۔ سلطان کی مجلس میں یہ ذکر آ گیا اور شیخ شمس الدین کی مجلس میں اس رئیس کی حکایت پر شیخ نے اس رئیس کی تعریف میں دو ایک جملے کہہ دیے۔ یہاں تک کہ اس رئیس کو سلطانی کے لیے سراہا گیا۔ پھر تغلق نے یہ روڈ اوسنی تو شیخ کو طلب کر کے مجلس میں بجا دیا۔ قاضی شہر اور کوتوال کو بھی کیونکہ شیخ کی اس مجلس میں یہ دونوں بھی موجود تھے۔ اور تغلق نے ان دونوں کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیرا دی۔ اتنے میں شیخ صاحب نے مجلس میں جان دے دی اور قاضی و کوتوال دونوں دوسرے قیدیوں کے ساتھ مجلس سے

نکلے تو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اس پر تعلق نے پھر دونوں کو حبس میں بھجوا دیا۔
 شیخ کے ساتھ ان کے بیٹے بھی قید خانے میں تھے اور وہ کفار کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے
 تھے۔ شیخ کی رحلت کے بعد بادشاہ نے انہیں طلب کر کے کہا۔ تم آزاد ہو۔ مگر آئندہ کفار کے
 ساتھ نشست نہ رکھنا۔ انہوں نے اتنا سا لفظ جو کہا پہلے بھی ان سے واسطہ نہ تھا تو یہ بھی غضب ہو
 گیا اور اسی پر تعلق نے انہیں قتل کرادیا۔

تعلق کی بڑی کا عجیب واقعہ

پھر اس نے قاضی کو طلب کر کے شیخ کے دونوں مقتول لڑکوں کے واقعہ پر رائے
 طلب کی اور فرمایا کہ اگر جس نے بھی یہ حرکت کی۔ اس کا یہی انجام ہوگا۔ اس پر قاضی نے شہر کے
 بہت سے ایسے ہندوؤں کے نام لکھائے جو مقتولوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔ بادشاہ نے یہ
 فہرست دیکھ کر کہا۔ خوب! قاضی چاہتا ہے کہ تمام شہر برباد ہو جائے اور قاضی کو قتل کرادیا۔

۹۴۔ مولانا شمس الدین باختری

(بعہد سلطان فیروز شاہ)

”شیخ الفاضل الکبیر“ فقہ و اصول اور عربی ادب میں مخرر روزگار تھے۔ دہلی میں بعہد سلطان

فیروز شاہ ان کا درس جاری تھا۔

۹۵۔ مولانا شمس الدین گادرونی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

ممتاز اساتذہ سے تھے۔

۹۶۔ مولانا شمس الدین دمشقی

«الشیخ الفاضل» فقہ و اصول فقہ اور تصوف میں فخر الاکابر۔ حضرت منیری (شرف الدین) کے رقبہ بیعت سے سرفراز۔ شیخ نے ان کی طرف چند تحریریں حقائق و وجدان پر لکھیں، اور انہیں قبضہ بہار میں تعینات فرمایا۔ جہاں انہیں شہر کی قضاة بھی تفویض ہوئی۔ اور اس پر دلوں فائز رہے۔

۹۷۔ شیخ شمس الدین دہلوی

م ۷۲۲
۶۱۳۲۱

«الشیخ الفاضل» علوم ظاہری اور طریقیت ہر دو میں نخبۃ الامثال۔ حضرت سدا ان المشائخ خواجہ مظہر الدین اولیاء دہلی کے رقبہ بیعت سے مفتخر! دلیگیر (دولت آباد) دکن میں آسودہ لحد ہوئے۔

۹۸۔ مولانا شمس الدین حکیم دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

«الشیخ الفاضل العلّامہ» دہلی کے اندران کی سند تدریس آراستہ تھی اپنے عہد کے مشہور علما میں سے تھے۔

۱۔ سیرۃ الشرف (در متن)

۲۔ مہر جہاں تاب (در متن)

۳۔ برنی (در متن)

۹۹- مولانا شمس الدین سنائی

۱۳۰۶ھ

(لجہد سلطان ناصر الدین محمود ایتیش)

«شیخ الفاضل الدبیر» - الشارح میں برسر عنوان اور نقد شعر و سخن میں بلند پایہ۔
 کتاب اللوائح قاضی حمید الدین ناگوری سے لکھی اور درسی طرقت میں بابا شکر گنج۔
 (فرید الدین مسعود) سے مستفیض ہوئے۔ سلطان محمود صدر کی مدح میں ان کے قصائد ہیں۔
 اور جب سلطان غیاث الدین بلبن نے زمام حکومت ہاتھ میں لی تو انہیں اپنے فرزند
 شہزادہ لہرا خاں کے ساتھ بنگال میں عہدہ میر منشی پر مقرر کر کے بھجوا دیا۔ ان کی شاعری کا اعتراف
 حضرت امیر خسرو نے اپنی کتاب غزوة الکمال کے افتتاحیہ اور بہشت بہشت کے خاتمہ میں
 فرمایا ہے۔ جس پر مولانا سنائی صاحب تذکرہ کو بھی فخر تھا۔ نمونہ کلام ہے:۔
 این ہمہ کار و لم از تو بین ادائی خام

داوہ دوش مرا وعدہ مہمانی خام!

پختہ کردم ہمہ شب چشم و ندانستم کال!

طمحی بعد ازالا گو نہ کہ میبدائی خام

ست میدام و بہر حیند قومی میکندم

رسمانی است زمین تا بہ پریشانی خام

گفتمش بچ مسلمان نہ خورد خام بہین

علم تو می خوردم این است مسلمانانی خام

۱۰۰۔ مولانا شمس الدین دہلوی

م ۴۲۲
۱۳۲۱ھ

• الشیخ الفاضل "امیر خسرو کے بھانجے ہیں۔ طرقت میں حضرت نظام المشائخ سے مستفیض جن کی خدمت میں برسوں ملازمت کی۔ عرصہ وقوفی اور شعر و انشاء کے علاوہ کئی اور علوم پر احاطہ تھا۔

دہلی میں رحلت فرمائی اور اپنے مرشد حضرت شہنشاہ دین کی پائنتی آسودہ لحد ہوئے۔

۱۰۱۔ مولانا شمس الدین الدہار اسیونی

(الدہار ماوہ میں اور اسیون دکن میں ہے)

الشیخ العالم الفقیہ شمس الدین ابن عبدالرحمن خراسانی الہندی۔ ہندوستان کے مشہور علماء سے ہیں۔ خراسان کے ملحقہ قریہ دوہون میں پیدا ہوئے۔ عمر کے ۱۸ ویں سال میں پہنچے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور یہ ہندوستان تشریف لے آئے۔ یہاں انہوں نے خطوط النوسی کی مشق بہم پہنچائی۔

حضرت سلطان المشائخ سے مستفیض ہونے کے بعد حجاز گئے اور حج و زیارت کمر فرما کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ مالوہ کے قریہ دہار میں اقامت کریں ہوئے۔ اسیون دکن میں کبھی کبچہ عرصہ قیام فرمایا۔ صاحب کرامات و مقامات تھے۔

ان کے کانرا قریہ دہار میں ہے جہاں زیارت و تبرک کے لیے آلے والوں کا تائبانہا رتہا ہے۔

۱۔ گلزار الابرار (دو متن) ۲۔ نثریتہ الاصفیاء ۳۔ مہر جہاں تاب

نے انہیں ایک بخر قطعہ اراضی آباد کرنے کا حکم دیا۔ جو وہلی سے چھ روز کی مسافت پر تھا۔ شیخ صاحب نے اس قطعہ میں ایک بڑا گڑھا کھدوا کر اس میں کچھ مکان بنوائے۔ کوٹھار تعمیر کرائیں۔ اور حمام بنوائے۔ دریائے جمنا سے پانی کے کلابے نکلوانے اور اس خطہ میں رہنے لگے۔ انہوں نے بہت سماں اور غلہ جمع کر لیا، کیوں کہ یہ دو ایک سال قحط کے سال تھے۔ ابھی انہیں یہاں قیام کرتے ہوئے ڈھائی سال گزرے تھے۔

شیخ کے غلام اس خطے میں دن بھر دریا سے پانی کی روانی کا انتظام کرتے اور رات میں غار کے اندر آکر دروازے بند کر کے سو جاتے۔ اپنے مولشی حفاظت کی جگہ ہیں باندھ دیتے، کیونکہ گرد و لواج کے بہت روڑے پور تھے، جو قریب ہی ایک سر بلند پہاڑی میں آباد تھے

سلطان کی آمد

ایک روز سلطان تغلق شیخ کی ملاقات کے لیے آیا تو شیخ استقبال کے لیے سات میل آگے بڑھا۔ سلطان نے شیخ کی تعظیم کے لیے ان سے معافیہ کیا۔ اور واپس لوٹ گیا۔ شیخ غار میں چلے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد تغلق نے شیخ کو اپنے ہاں ملاقات کے لیے طلب کیا۔ تو انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر بادشاہ نے ایک وفادار ندیم محاصرہ الملک ندر باری کو شیخ کے پاس روانہ کیا۔ جس نے شیخ سے بہت سی مٹی مٹی باتیں کہیں اور بادشاہ کے غضب سے ڈرایا۔ شیخ نے کہا میں کبھی ظالم کے ہاں نہ جاؤں گا۔ محاصرہ الملک نے واپس لوٹ کر بادشاہ کو تمام باتوں کا پتھرنا دیا۔ تو بادشاہ نے شیخ کو گرفتار کر کے بلوایا اور نہ آنے کا سبب پوچھا کہ تو نے کہا تھا کہ میں ظالم ہوں؟ شیخ نے کہا۔ بیشک تو ظالم ہے اور تیرے مظالم میں یہ اور یہ واقعات ہیں! ازاں جملہ تو نے دہلی کو برباد کر دیا۔ اور یہاں کے باشندوں کو ان کے شہر سے باہر لے گیا۔ اس لمحہ بادشاہ نے اپنی تلوار قاضی کمال الدین کے ہاتھ میں دے دی اور کہا اگر شیخ نے سچ کہا ہے تو اسی تلوار سے میری

گردن اڑادی جائے۔ شیخ نے کہا جو شخص اس کام کے لیے تلوار ہاتھ میں لے گا وہ خود قتل کر دیا جائے گا۔

لیکن لے بادشاہ اترا اپنے مظالم سے خود بھی واقف ہے۔

بادشاہ نے شیخ کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر حبس میں بھجوا دیا۔ اور ۱۴ روز تک مسلسل روزانہ بادشاہ شیخ کے پاس محبس میں آتا رہا۔ وہ اپنے ہمراہ فقہا اور شیخ کو بھی لاتا۔ جو شیخ کو ان کے قول سے رجوع کراتے۔ مگر نہ تو شیخ نے اپنے قول سے رجوع کیا اور نہ اس طرح سے میں دانہ پانی حلق میں جانے دیا۔ ۱۴۔ ویں روز بادشاہ نے شیخ کے لیے کھانا بھیجا تو انہوں نے یہ کہہ کر خوالن لوٹا دیا کہ دنیا سے میرا رزق ماٹھ گیا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے حلق میں غلیظ کے پانچ لقمے ٹھونسے جائیں۔ ایسے شہیجات کے لیے متعلق نے کچھ بندو کناس مقرر کر رکھے تھے۔ وہ شیخ کو اوندھے منہ زمین پر گر کر ان کی پشت پر بیٹھ گئے اور غلیظ جو پہلے سے پانی میں حل کر رکھا تھا شیخ کے منہ میں گھول کر ان کے حلق میں اتار دیے۔

بعد ازاں شیخ صاحب کو قاضی کی عدالت میں لایا گیا۔ فقہا اور مشایخ جمع ہوئے۔ ان میں امر بھی تھے سب نے مل کر شیخ سے کہا آپ اپنے قول سے رجوع کر لیجئے مگر انہوں نے منظور نہ لیا۔ آخر کار ان کی گردن اڑادی گئی۔

۱۰۳۔ مولانا شہاب الدین دہلوی

(بعد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

”الشیخ العالم الصالح“ علوم کے ساتھ وعظ گوئی میں بھی ماہر تھے۔ انہوں نے دہلی کے اندر متواتر دس سال تک اپنی گرم گفتاری سے عوام کو متاثر کیا۔ ان کے وعظ میں خشیتہ

اور خوفِ الہی کا عنصر تھا۔ اور آیات قرآنی کے معانی و مفہوم میں یدِ طولیٰ۔ حسبِ موقعہ اشعار پڑھتے اور مناسب محل امرائے ربانی کا تذکرہ کرتے۔ غلط بات ان کی زبان پر نہ آتی۔ سننے والے ڈھاریں مار مار کر روتے۔

۱۰۴۔ شیخ شہاب الدین دہلوی

(عہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

”الشیخ العالم الفقیہ الزاہد الصوفی“۔ مشایخِ چشتیہ سے تھے اور طریقت میں حضرت سلطان المشایخ کی بیعت سے گہرہ مند تھے۔ برسوں اپنے مرشد کے ملازمِ خدمت رہے۔ قرآن مجید الرحمن داوری سے مفتخر تھے۔ ان کے لہجے سے قرآن دل میں اترتا۔ اسی لیے حضرت مجدد نے انہیں اپنا امامِ حجاز مقرر کر لیا تھا۔

مرشد کی رحلت کے بعد آپ دہلی سے دولت آباد (دکن) تشریف لے گئے۔ یہاں برسوں رہے اور بے شمار مخلوق نے آپ سے استفادہ کیا جن میں آپ کے فرزند رکن الدین بھی ہیں۔ آخر میں دہلی واپس تشریف لائے اور یہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

۱۰۵۔ مولانا شہاب الدین ملتانی

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ العالم الکبیر العلامۃ“ فقہ و اصول اور ادبِ عربی میں فخر الامثال تھے۔ برنی نے لکھا ہے کہ آپ عہدِ علاء الدین خلجی میں دہلی کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے۔ ان کا درس ہمیشہ جاری

رہتا۔ سلطان محمد تغلق نے جب شہنشاہ دین حضرت سلطان المشائخ کو اپنے دربار میں سماع و مزامیر پر مباحثہ کے لیے طلب کیا تو مولانا مذکور بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ لیکن دوسرے حضار مجلس کی طرح آپ نے حضرت سے کوئی بات نہ کہی۔

۱۰۶۔ شیخ شہاب الدین گازی

”الشیخ الصالح“ کالی کٹ مدارس بلیار میں شیخ خالقاہ تھے۔ ان کے لیے اہالی ہند اور اہل چین وہی نذرانے پیش کرتے جو ان سے پہلے شیخ ابواسحاق گازی کی خدمت میں گزارتے شیخ شہاب الدین کے بعد ان کے بیٹے فخر الدین کو لمبستی میں شیخ زاویہ کے منصب پر فائز ہوئے جن سے مشہور سیاح ابن بطوطہ کی ملاقات ہوئی۔ اور وہ شیخ کے پاس کو لمب کی خالقاہ میں اترے۔

۱۰۷۔ شیخ شہاب الدین ناگوری

”الشیخ الصالح“ ممتاز الافاضل اور طریقت میں مشہور تھے۔ یہ نعمت انہیں حضرت شیخ شرف الدین منیری کی خدمت میں مدتوں ملازم رہنے سے حاصل ہوئی۔ اور ان کی وفات کے بعد رحلت فرمائی۔

۱۰۸۔ شیخ شہاب الدین دہلوی

”الشیخ الصالح“ المشہور بہ عاشق، فرقہ چشتیہ کے مشائخ کبار سے تھے۔ یہ فیضان انہیں شیخ امام الدین چشتی سے بواسطہ شیخ بدر الدین غزلی اور عماد الدین سے حاصل ہوا۔

۱۰۹۔ شہاب الدین شاہ کشمیری

«الملك المويذ» بادشاہ شہاب الدین شمش الدین۔ اپنے بھائی علاء الدین کے بعد زمام حکومت ہاتھ میں لی اور عقل و تدبیر سے فتوحات حاصل کیں۔ وہ عدلی گستر، مجاہد اور بہادر بادشاہ تھے۔ متحدہ قلعے اور شہر فتح کیے۔ تبت صغیر کے بادشاہوں اور شہر لکھمی نگر و شہر شہاب پور کے باشندوں سے خراج وصول کیا۔ ۲۰ سال تک داد حکومت دی جس روز گرد و لواج کے ماتحتوں کا عرضہ ان تک نہ آتا وہ اس دن کو اپنی عمر کے حساب سے خراج سمجھتے اور اس پر سدا انسویں کرتے تھے۔

۱۱۰۔ شیخ شہاب الدین الزاہدی

(بجہد محمد متخلق)

«الشیخ العالم الفقیہ» اپنے دور کے ممتاز مشایخ میں سے تھے۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں ملازم رہے اور جو کچھ حاصل ہوا ان ہی سے حاصل ہوا۔ میرٹھ سے دہلی تشریف لائے تو متعلق کو ایک تازہ شکار مل گیا۔ اس دور میں بادشاہ مذکور خود کو نبوت کے ادعا کے لیے طیار کر رہا تھا۔ انہیں طلب کر کے اپنا یہ روگ ان کے سامنے بیان کیا یہ تو حق گوئی تھی سن کر جھلا گئے اور جو تاناں کر ان کے منہ پر رسید کیا متخلق نے انہیں خندق میں پھینکوا دیا۔ مگر یہ زندہ رہے۔ دوبارہ قلعہ پر سے پھینکوا یا۔ تب بھی زندہ۔ تیسری مرتبہ روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل و کرم کرے اور ان کی برکات سے ہمیں بہرہ انداز کرے۔

۱۱۱۔ مولانا صدر الدین حکیم دہلوی

(بجہد سلطان علاء الدین خلجی)

طیب مزاج اور طب کے ساتھ جملہ علوم آلیہ و عالیہ پر جاوی تھے۔ دس طب اور معالجہ دروزل کا احترام تھا۔ نہایت زکی الحسن اور فہم شناسی کے ساتھ معالجہ میں دست مسیحائی سے فیض یاب برص ان کے علاج سے

۲۷ گلزار الابرار (در متن)

۲۸ تاریخ فرشتہ (در متن)

بہت جلد ہی شفا حاصل کرتا یہی تخصیص انکے والد حکیم حسام الدین کی ذات میں تھی۔ یہ جو علم و عمل میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

۱۱۲۔ شیخ صدر الدین دہلوی

«الشیخ الصالح العابد» ابن بطوطہ نے ان کا یہ تذکرہ اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ «صائم الدہر اور شب نوزدہ دار ہونے کے ساتھ دنیا کی ہر شے پر فاتح پڑ چکے تھے۔ تن پوشی کے لیے صرف ایک عبا تھی اور بس! امرا اور بادشاہ حاضر ہوتے تو اکثر ان سے چھپ جاتے۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے فقر اور مسافروں کے لیے جاگیر پیش کر کے کہا اظہار کیا تو انکار کر دیا اور زور سہری مرتبہ سلطان لے دس ہزار دینار پیش کیے تو واپس کر دیے۔

خدا سے بادشاہ سے کہا کہ یہ تیسرے روز اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بھی اس صورت میں کرتا ہوں

جب مجھ پر سردار حلال ہو جاتا ہے۔

۱۱۳۔ قاضی صدر الدین دہلوی

«الشیخ الفاضل» غارف کے لقب سے مشہور تھے۔ اور قاضی منہاج الدین جرجانی کے ہمیشہ زاد تھے۔ جن کی سعی و سفارش سے دہلی کے نائب مقرر ہو گئے اور مددگی اس منصب پر فائز رہے۔ آخر سلطان علاء الدین خلجی نے انہیں قاضی القضاة مقرر کر کے اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا اور سید اجل و شیخ الامام کا خطاب دیا۔ یہ ذکر برنی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ قلیل العلم مگر باہمت اور سخت گیر تھے۔

۱۱۴۔ شیخ صدر الدین ظفر آبادی

۱۱۳۲ھ

«الشیخ الصالح» مولد ملتان اور سن ولادت ۷۰۰ھ ہے۔ قرآن مجید ختم کیا۔ اپنے دور کے سائزہ سے جمیل علوم پڑھے۔ ترقی خلافت شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانی نے عنایت فرمایا۔ پاپادہ سات مرتبہ حج اور زیارت کی۔ آخر ظفر آباد کو وطن بنا کر وہیں آسودہ لحد ہوئے مشہور صاحب ولایت تھے۔

لحہ گلزار الابار (دہلی)۔

۱۱۵۔ شیخ صدر الدین بھکری

شیخ الفقیہ العالم فقہ یاس فائز تھے۔ ابن بطوطہ نے ان سے بھکر کے اندر کے عہد میں ملاقات کی۔

۱۱۶۔ مولانا صدر الدین ساوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

شیخ الفاضل الکبیر فقہ و اصول فقہ و ادب غزنی میں ممتاز۔ وہی کے اندر سند تدریس آراستہ تھی۔

۱۱۷۔ مولانا صدر الدین گندھک

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

شیخ الفاضل العالیٰ "المشہور بہ گندھک" — اساتذہ کبار میں سے تھے۔

۱۱۸۔ مولانا صدر الشریف سمرقندی

شیخ الفاضل العالیٰ "سمیت" دہلی میں و نجوم و حساب وغیرہ جملہ علوم حکیمہ میں سربراہ اور وہ ان تھے۔ سلطان علاء الدین حسن لہنی نے دہلی سے وہیں انہیں دکن میں عہدہ صدارت پر ممتاز فرمایا۔ اور سلطان محمد ابن حسن بہمنی نے انہیں مال کی والدہ سمیت شاہی مہارت پر حج و زیارت کے لیے روانہ کیا۔ پھر پورا برصغیر و عہدہ صدارت پر فائز رہے اور سلطان مجاہد شاہ کے عہد میں گلبرگ میں آسودہ گرد ہوئے۔ ان کی قبر کاشان قائم ہے۔

۱۱۹۔ مولانا صلاح الدین سمرکی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

شیخ الفاضل الکبیر دہلی میں ان کی سند تدریس آراستہ تھی۔

۱۲۰۔ شیخ صلاح الدین ملتانی

۱۳۳۹ھ

«الشیخ الصالح» ممتاز اساتذہ علم و فن سے تھے۔ شیخ صدر الدین ملتانی (در ۱۳۳۹ھ) سے طریقت میں تربیت حاصل کی۔ دہلی میں سکونت فرمایا اور یہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۱۲۱۔ قاضی ضیاء الدین برنی

«الشیخ الفاضل» علمائے مشاہیر ہیں اور تاریخ و سیادت و احتضار واقعاتیں اشہر۔ مجالس میں گرم گفتار اور تنقید شعر میں فائق۔ حضرت امیر خسرو اور حسن بھجری کے ساتھ شہ مودت و محبت صادقہ مرلوب تھے۔ روزانہ مجلس سبیت ہازی سے لطف مند و رہتے۔ بے شمار اشعار و نثر میں رہتے جنہیں مرقع پاکر سن کر خراج تختیں حاصل کرتے۔ اسلاف کے واقعات بھی محفوظ رکھے۔ فقہ میں بھی درک تھا۔ سخاوت میں مشہور اور شیریں سخن میں ممتاز اقران تھے۔ دین میں راسخ اور حضرت سلطان الاولیاء کے سلسلہ بیعت میں منسلک تھے۔

تصانیف

تاریخ فیروز شاہی: عمدتاً الدین بلبن سے لے کر بادشاہ فیروز شاہ تک ۸۰۰ بادشاہوں کے وہ حالات لکھے ہیں جو مصنف کے مشاہدہ میں آئے اور ۱۵۵۰ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

۱۲۲۔ قاضی ضیاء الدین بیالوی

«الشیخ الفاضل» مشہور اربابِ فقہاء سے ہیں۔ دہلی میں اس منصب پر فائز تھے اور سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں تو قاضی القضاۃ کے درجے پر پہنچ گئے اور برہنوں اسی منصب پر فائز رہے۔

۱۲۳۔ مولانا ضیاء الدین دہلوی

«الشیخ الفاضل»۔ ابن ہشام الدین الخطاط۔ یہ خطاب سلطان قطب الدین خلجی نے انہیں دیا۔ جو خود

ایک نو مسلم مکار خسر و خال کے ہاتھ سے ۱۳۱۹ھ میں واصل بہ جہنم ہوا۔ یہ واقعہ ہم نے اس بادشاہ کے حلالا میں

۱۲۳۔ شیخ ضیاء الدین رومی

«الشیخ الصالح» مشایخ سہروردیہ میں ممتاز جس میں انہیں شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی سے فیض حاصل ہوا۔ ہندوستان تشریف لائے تو سلطان قطب الدین خلجی نے ان کی بیعت کا رقبہ اپنی گردن میں جمائل کر لیا۔ جس کی وجہ سے آپ ماتحت بادشاہوں اور امرا نے حکومت میں عزت کی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔ دہلی ہی میں بادشاہ مذکور کے عہد میں داعی اہل کولبیک کہا اور بچے منڈل کے قریب دفن ہوئے۔

۱۲۵۔ قاضی ضیاء الدین سمنانی

جن کے ثبات کا تذکرہ شیخ شہاب الدین کے حال میں آچکا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے انہیں شیخ مدوح کی داڑھی کے بال اکھاڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کر دیا جس پر تغلق نے شیخ کے ساتھ ان کی داڑھی بھی اکھاڑ دی۔ قاضی ضیاء الدین اعلیٰ پالے کے عالم اور فقیہ تھے۔ سلطان مدوح نے انہیں تلنگانہ دکن میں جلاوطن کر دیا اور آخر میں ونگل کی قضاہ تقررین کر دی۔

۱۲۶۔ شیخ ضیاء الدین نخشی

۱۳۵۱ھ

«الشیخ الفاضل بالحالۃ» فضل و کمال و شہرہ آفاق۔ درسیات شیخ شہاب الدین بہرہی سے پڑھیں اور طریقت کا درس حضرت فرید الدین ابن عبد العزیز بن حمید الدین ناگوری سے لیا جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ حضرت شیخ نخشی زہد و تقویٰ اور استقامت اور تہل الی اللہ میں فرو تھے۔ دنیا اور اس کے متاع سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ طب و سنی و شہرت و شمار سے دل لستگی تھی۔ ان کے تصانیف یہ ہیں:-

۱۔ اخبار الاخبار (دو جلد)

(۱) شرح دعائے سرپاتی (۲) شرح عقیدہ فالطینی تجدنی (۳) طوطی نامہ — مضامین و حکمتیں
نہایت عمدہ عبارت اور عجیب استفادات سے مرصع، منظم و نثر بہرہ و سے آراستہ۔ تیس سال میں مکمل ہوئی۔

(۴) الکلیات و الجزئیات — در طب مثل پر ادویات مفردہ۔ اس میں راشیہ و مافی الباب کے اردو نام ہیں۔

(۵) ساک السلوک — فارسی۔ حلاوت کی پراستی سے مملو ہیں۔
(۶) جمہیل نامہ

ممنونہ اشعار

(۷) عشرہ مبشرہ۔

نخشبہ خیمہ و بازمانہ لہباز ورنہ نمود را نشانہ ساختن است
عانتلان زمانہ سے گویند عاشقی با زمانہ ساختن است!

۱۲۷۔ مولانا ظہیر الدین بھکری

«الشیخ الفاضل العلامة» ان کے معاصر ہیں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ نحو، فقہ، لغت میں بیگانہ
روزگار تھے۔ بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ جن میں شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی ہیں جنہوں نے
فقہ و اصول فقہ دونوں میں آپ سے استفادہ کیا۔

۱۲۸۔ مولانا ظہیر الدین اعرج

«الشیخ العالم الکبیر» دہلی میں مسند علم آراستہ فرمائی۔ سلطان علاء الدین خلجی کبھی کبھی آپ کو
اپنے دسترخوان پر شمولیت کے لیے تکلیف دیتا۔

۱۲۹۔ شیخ ظہیر الدین ظفر آبادی

«الشیخ الفاضل» — الحسنی الواسطی، مشہور شاعر۔ برسوں بادشاہوں کی مدح میں رطب اللسان
رہنے کے بعد شہنشاہ دین حضرت نظام الدین دہلوی کی بیعت کا رقبہ حائل کیا۔ مضامین ہیں:-

(۱) دیوان — اور (۲) رموز المعانی — (لصوف میں مفید) دو کتابیں ہیں۔

دہلی ہی میں آسودہ گرد ہوئے۔
۱۳۰۔ مولانا عالم بن احمد اندرپتی

م ۱۳۸۲ھ
۱۳۸۲ھ

الشیخ العالم الاصام البکیر "فرید الدین عالم حنفی، فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں بے مثل ان کے مؤلفات میں فتاویٰ تاتارخانیہ المسمیٰ بزاد السفر ہے جو آپ نے ۱۳۷۵ھ میں مکمل فرمایا۔ یہ انہوں نے امیر تاتار خاں کی خاطر سے لکھا اور انہی کے نام سے موسوم فرمایا۔ بادشاہ فیروز شاہ کا دور تھا۔ اس نے چاہا کہ اس کے نام سے موسوم کیا جائے مگر مؤلف کو جو خلوص اول الذکر سے تھا۔ وہ مانع رہا بلکہ پطیمی نے اپنی جامع الکتب کشف الطنون میں لکھا ہے کہ فتاویٰ تاتارخانیہ ضخیم کتاب ہے کئی مجلدات میں: (۱) المیض السیرانی (۲) ذخیرہ (۳) خانیہ (۴) ظہیر یہ — ان میں صرف نمبر ایک کے لیے "سفر" سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ۲ تا ۴ کے لیے ان کے ناموں سے۔

اس کا پہلا باب علم پر مشتمل ہے جس کے بعد ترویج میں ہدایہ کا تتبع ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے اس کتاب کے لیے خان اعظم تاتار خان نے آمادہ کیا۔ لیکن تاتارخانیہ عنوان کتاب مولف ہی کا مجوزہ نہیں۔ بلکہ انہوں نے تو صرف زاد المسافر سے موسوم کیا۔ لہذا میں اول الذکر نام شہور ہو گیا۔

تلخیص زاد المسافر

لجندیں امام ابراہیم ابن محمد عالمی م ۹۵۶ھ نے اس کا تلخیص کیا جس میں کثیر الوقوع مسائل جو کتب متداولہ میں نہ تھے وہ اور کچھ عجیب مسائل درج کیے اور انہوں نے اس کتاب کو کہ پورے نام لکھتے ہوئے فرمایا کہ جہاں میں نے لفظ الخلاصہ لکھا ہے اس سے مراد کتاب شرح التہذیب ہے۔
لیکن زیادہ تر پابندی والا نہیں انہوں نے صرف لفظ فتویٰ سے کی ہے۔ ایک اور موقع پر پطیمی نے

۱۔ سجانی نور (در متن) ۲۔ گلزار الابرار (در متن)

مولف کی تاریخ وفات ۲۸۶ھ لکھ دیا ہے۔ مگر یہ عدد ۲ اور ۷ کی تجنیس خطی کا نتیجہ ہے ورنہ ان کا سن ہاتھل

۱۳۸۲ھ ہے۔

۱۳۱۔ مولانا عبد العزیز دہلوی

(لعبد سلطان فیروز شاہ)

”الشیخ اللامع“ والد کا نام سمش بن بہار النوری۔ ممتاز الافاضل تھے۔

علوم حکمیہ میں بھی ماہر تھے۔ کتابیں لکھیں۔ تاریخ فیروز شاہی کے نام سے تاریخ میں بھی ایک تصنیف ہے۔ دوسری کتاب ہے: ”بار الہی سنکھتہ الاصل بہت ابن ماراہ مہر۔“ یہ کتاب سنسکرت میں ۱۰۴۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس کا ترجمہ فارسی میں ہے۔ اس میں سے ابواب جو نجوم کے متعلق تھے حذف کر دیے گئے۔ اور کسوف و خسوف و کائنات الجور و علامات بارش و قیافہ و فال وغیرہ پر نہایت اچھی بحثیں ہیں۔

اس کے کتاب گزاف اور صحرے ”لجرازاواکے الطیب بحیات و افضل صلوات پوشیدہ کاغذ“

یہ کتاب سلطان فیروز شاہ کے عہد میں لکھی گئی اور نواب حبیب الرحمن شیروانی رئیس (ضلع علی گڑھ)

کے کتب خانہ میں ہے۔

۱۳۲۔ شیخ عبد العزیز اردبیلی

”الشیخ العالم الفقیہ المحدث“ فقہ و حدیث میں فخر الافاضل تھے۔ دمشق میں امام ابن تیمیہ حرامی۔

(لقبی الدین) اور برہان الدین ابن برکج و امام ذہبی (شمس الدین) وغیرہ سے اکتساب کیا اور زمانہ محمد متعلق

بلین میں ہندوستان تشریف لائے۔ بادشاہ نے ان کی بے حد تعظیم کی۔ ایک روز دوران ملاقات میں

حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت عباس ابن عبد المطلب ان کے فرزند حضرت عبدالکذا اور ان کے بچے سلاطین

عباسیہ کا ذکر ہوا گیا تو سلطان نے مولانا عبد العزیز کی عباس کے ساتھ محبت کے اظہار پر ان کے دونوں قدر

کا بوسہ لیا۔ تنگہ سے بھری ہوئی سیلنی منگو کر اپنے ہاتھوں پر انڈیل دی اور فرمایا یہ سب آپ کی نظر ہیں۔

۱۔ ابن بطوطہ (در متن)

۱۳۳۔ شیخ عبدالعزیز دہلوی

«الشیخ الصالح» عزیز الدین عبدالعزیز ابن ابوبکر بن عبداللہ بن عبدالرحمن المحمینی البخاری۔ یکے از مشایخ
پشتیہ شجرہ امام رضا سے ملتا ہے۔ مولد و منشا دہلی ہے۔ حضرت سلطان المشایخ سے فیض حاصل ہوا۔ ان کے والد حضرت
ممدوح کے ہمیشہ زاد تھے۔ ان کی لکھی تالیف حضرت سلطان المشایخ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جو بے حد لطیف ہے۔
علامہ کرمانی نے سہمیرا اولیاء میں لکھا ہے کہ مرشدان سے بے حد محبت کرتے اور علم و عمل میں ان کا حوالہ بیان کرتے۔
اہل قرآن مجید بھی حفظ کیا اور اپنے معاصر اساتذہ سے جمیع علوم و فنون بھی پڑھے جو کچھ پڑھتے اس پر عمل کی کوشش بھی کرتے۔

۱۳۴۔ شیخ عبداللہ بن محمد دہلوی

م ۷۷۰
۱۱۳۴ھ

«الشیخ الفاضل الکبیر العلامۃ» لقب جمال الدین تھا اور فقرہ کار سے مشہور تھے۔ مقنیف ان کی العباب شرح
اللباب نحو میں ہے جو ۷۲۵ھ میں سلطان غیاث الدین کی خاطر سے لکھی۔ یہ کتاب کتب خانہ خدا بخش خاں شہر پٹنہ
میں موجود ہے۔ ان کی دوسری کتاب شرح تنقیح الاصول صنفہ صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود المحجوبی ہے۔ اس شرح
پر شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی م ۷۸۹ھ کا حاشیہ ہے۔ جیسا کہ چلیپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے۔

۱۳۵۔ قاضی عبداللہ سیالوی

«الشیخ الفاضل الکبیر» ممتاز الافاضل بیانیہ میں ان کا درس جاری تھا۔ سرکاری طور پر عہدہ قضاہ پر بھی فائز تھے۔
شیخ وانیال ابن حسن العباسی العلوی سترکی بر ۷۵۰ھ نے آپ سے پڑھا اور آپ کی رنقر سے سترکی کا نکاح ہوا۔

۱۳۶۔ مولانا عبد الکریم شہروانی

«الشیخ الفاضل العلامۃ» فقہ و اصول میں امام الوقت تھے۔ دہلی میں بزبانہ سلطان غیاث الدین متعلق درس
جاری تھا۔ ان کے تلامذہ میں شیخ نصیر الدین محمود ابن یحیی الاودھی ہیں۔ جنہوں نے لے ہدایہ اور اصول بزودی تک

۱۳۷۔ قاضی عبدالقادر کندی

ابن محمود بن سیمان الشریحی الکندی القاضی منہاج الدین ابن القاضی رکن الدین تھا نیسری دہلوی۔
 "الشرح العالم الکبیر" تھا نیسریں پیدا ہوئے اور دہلی میں خیر و صلاح کے ساتھ نشوونما پائی۔ عربی زبان میں
 مکرر حاصل کیا۔ اورب وانشا میں باکمال تھے۔ عربی شعروں پر لقا کرتے۔ شیخ سمش الدین محمد بن یحییٰ اللہوی کی
 شاگردی میں غلام رہے اور ان سے درسیات پڑھے۔ کشاف و نزوی شیخ محمود اودھی سے پڑھے جن کی خدمت
 میں اکثر و بیشتر قاضی دیتے اور علمی مطالب حل کرتے۔ وہ علوم متعارفہ پر نہایت مستحسن طریقے سے گفتگو کرتے۔
 تلامذہ بہت تھے شہاب الدین دولت آبادی اور ان کے پوتے (الرافع عبدالحی بن عبدالمقصد) اور بے شمار دیگر افراد
 عربی میں برجستہ شمار کیے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ان کا یہ قصیدہ ہے۔

سلم علی ذی الصلی و ایلہم سلم

صید الاسود و مجتہد الدل و النخل

حق یحییٰ عنہم شاہد الطلل؛

اطلا الھما مثل اجفان بلا عقل؛

بیتا من القلب مجور ابلا حول؛

والجور فی الخور مثل یحییٰ فی الوحل

فرقا جیلا العظم الساق و الکفل؛

احلی من الا من عند الخائف الوحل

بالبیض و السم فی اعلیٰ ذری الجبل

والذئب فی کسلی و القوم فی مشغل

لہ براثن کالعصاة الذبل

و صید غیوی من طبی و من وعل

کلا فانی عنیف العقول و العجل

ذیل البتل و التقری علی زحل

یا سائق نطعن فی الاسحار و الاصل

عن الظیاء التي من دابھا ابداء

و عن ملوک کرام قد ضموا خدرا

افحت اذ البودت عنھا کواعبھا

فندی فوادی اعرابیة سکنت

تجیلہ لبوصال المستھام بها؛

سكانھا ظبیة لکن بینھما

خیالھا عند من یجوی زیارتھا؛

کیف السبیل الیھا بعد ان حفظت؛

طوقھا فحاة و اللیل فی حبل؛

قالت لک الویل خلاخفت من اسد

فقلت انی لیلک صیلة اسد

قالت فمما ابتغی لا منع قلت لھا؛

وانتی رجل من معشر سجبوا؛

لا يطعمون ولكن كان ديدانهم
اسد اذا منخطوا افواعد وهم
ما قال قائلهم لوي الواحد هم
يا طالب الجاه في الدنيا تكون غذا
يا طالب العز في العقبى بلا عمل
يا ايها الطفل انت الطفل في اهل
يا من تطول في البيان معتمداً
لانت في عقلة والموت في اثر
واقنع من العيش بالادنى وكون ملكا
ثم اعتنم فرصة من قبل ان ضعفت
والا تكن ليزيد الرزق مضطرباً
لا تغتر رانت في الدنيا فان بها
الكالة اكملت كالحصو ما ولدت
ولا مناص من الله العزيز وان
يا ايها الناس ان العمر في سفر
ان المغايا بلا شك لا يتة
لله در فقير ما لك ابداء
ولم يكن فخره الا العزة من
محمد خير خلق الله قاطبة
له المزاي بلا نقص ولا شبه
له الكرام اجهى من نجوم وحجى
له الفضائل اجدى من عصا كسرت
له الجمال ازاما الشمس قد نزلت

اعطاه ما ملكه اسما العارض الممثل
قم اذا فرحوا اعطوا ابلو امل
لو كنت من مازن لم استبح ابنى
على شفا حفرة النيران والشعل
هل تتفضل فيها كثرة الامل
وشمس عمرك تقامت الى الطفل
على القصور وخفض العيش والطول
ليعد وروى يده مستحكة الطول
ان قناعة اكثر عنك لم ينزل
قواك من سطوة الامراء والعلل
واقنع بما قسم القسام في الازل
من عزيز فان منها على وهل
حيالة قتلت من جاند بالجميل
فورت منه الى الدماء والقلل
وان اوقا تكم والله كالظلسل
وانت في المنى والمين والكسل
وزى شخصاص لفضل الله مكتمل
اعبى الاما جمر والاعراب بالذول
هو الذي جبل عن مثل وعن مثل
له العطايا بلا من ولا بدل
له العزائم امضى من قنا البطل
له المتماثل احلى من حنى الخمل
اليه قالت الاياليه ذلك لى

اکلاهما عن حماہ غیر مرتحل!
 واکرم الخلق من حاف ومنتحل
 وجئنا بسبیلنا سبیلنا
 عفا بها سائر الاویان ولیل!
 بجارلت بالسیف اهل الجدل
 وقد غنیت عن المیزان والحمل
 ارجعتھا وھی فی عقومع الحمل
 لکن اذ غایا اندی من ندی السبل
 مسیرة الشجر مثل الورد للجبل
 وفضل امتک الزهر لم یزل
 اهل الطہارۃ عن رحس وعن حل
 شفاعۃ لعید صارع و جل

النصر قادمہ و الفتح خادیمہ
 یا اعظم الناس من حاج و معتم
 اتینا بکتاب جہل منفعۃ
 بعثت بالملئۃ البیضاء راسخۃ
 فحمت کل یلیخ بالکتاب کما
 اضحی طلوعک بالشمس الضحی لبدأ
 ام التمنی اذا جاعک سائلۃ
 فداک اکثرہ الا ینتھی ابدأ
 و عرفت طیبک للکفار ضارۃ
 لکحبت الخریاق فضلہم ابدأ
 و اهل بیتک فینا رحمة نزلت
 یاسید المرسلین المکرمین ادم

قریباً۔ اسے صبح و شام کے دھند لکوں میں صحیح نشانے پر تیر لگانے والے اسلامی بھج و اسلام پر اور
 آسنو بہا! پھر تو باخبر ہو ان ہر نیوں کے متعلق جن کی عادت شیروں کا شکار کرنا ہے۔ اور پوچھو
 ان شاہان بزرگ کے متعلق جو صدیوں سے گزر چکے ہیں یہاں تک کہ کچھے جواب دے پہاڑی محشوقہ۔
 چاشت کا وقت ہو گیا۔ جب دور ہو تو اس سے اور اس کے ابھار مانڈ لپوں کے بے مثل ہیں۔
 قربان ہو میرا دل اس زن بد رویہ پر جو مقیم ہے دل کے گھر میں۔ وہ مجبور ہے جو اپنے وصال
 کا حصہ دینے میں بہت بخیل ہے سخاوت کسی حسین کے یسا تھی ہی محبوب ہے جتنا کہ نخل مزد جو ان
 کے لیے۔ گویا وہ (محبوب) ایک پر نی ہے لیکن پر نی اور اس میں بہت بڑا فرق ہے۔
 کولھوں اور نیڈلی کی ہڈیوں کی وجہ سے۔ اس کا تصور اس شخص کے لیے جو اس کے دیدار
 کا خواہاں ہے، زیادہ شیریں ہے ایک بزدل ڈرے ہوئے آدمی کے لیے امن سے۔ کیا ذریعہ
 ہے اس تک رسائی کا جب کہ محفوظ کر دی گئی ہیں سپہد و سب سے پہاڑی چوٹیاں۔ ایک
 شب اچانک میں اس تک جا پہنچا۔ رات تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اور بھیر یا تھکا ماندہ تھا اور بستی

تاڑتوش میں مصروف تھے۔ مجبوراً نے مجھ سے کیا۔ ارے تیرا ناس جاگے۔ تجھے شیر سے بھی
 ڈرنے لگا جس کے دانت نیزے کی اتنی جیسے تیز ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تو
 اس کا غلام ہوں۔ جس کا شکار شیر ہے اور میرا سوا کسی بہن کے شکار کرنا اسے گوارا نہیں۔
 اس نے کہا کہ جو تو چاہتا ہے اس کی راہ میں کوئی مانع نہیں۔ میں نے کہا، مجھے کوئی خواہش
 نہیں۔ میں تو قول و عمل میں بڑا پاک باز ہے۔ میں ایسا شخص ہوں جس کا متعلق اس گروہ
 سے ہے جنہوں نے تقویٰ اور پاک بازی کے واسطے زحل کو ڈھانک رکھا ہے۔ انہیں کسی شے
 کی خواہش ہے نہ طمع ہے لیکن ان کی عادت میں سے ہے اپنی سرملکیت دوسروں کو دے دینا ہے۔
 جب خفا ہو جائیں تو غصے میں اپنے دشمنوں کو ملیا میٹ کر دیں، وہ ایسا گروہ ہے کہ خوشی کے عالم میں اپنا
 سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔ ایک شخص نے ایک روز ان کے ایک فرد سے کہا بہتر تھا کہ تم میرے
 اونٹ کو مباح نہ سمجھ لیتے۔ اے دنیاوی جاہ و عظمت کے خواستگار، کل تو شعلے
 والی آگ کے گڑھے کے کنارے پر ہو گا۔ اے آخرت میں بلا عمل عزت حاصل کرنے کے
 خواہش مند! کیا تجھے اس بارے میں طول اہل فائدہ پہنچا سکتی ہے؟ اے لو عمر بچے!
 تو اپنی آرزوؤں میں بھی بچھری ہے۔ حالانکہ تیری عمر کا سورج ڈھل گیا ہے۔ اے وہ
 جس نے بہت وسیع محلوں میں عمدہ ستون بنا کر فراخی حاصل کر لی ہے اور آرام و راحت کو نپزل کر دیا ہے۔
 مبتلا ہے تو غفلت میں اور موت تیرے متعاقب میں ہے۔ اس کے ہاتھ میں مستحکم اور طویل
 نیزہ ہے۔ دنیاوی تعیش سے قانع ہو جا اور بادشاہ بن جا کیونکہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی
 زوال پذیر نہیں ہوتا۔ پھر فرصت کو غنیمت سمجھ اس سے پہلے کہ تیرے قویٰ امراض سے کمزور ہو جائے۔
 اور نہ ہو جا تو رزق کی زیادتی کے لیے وقف۔ بلکہ قناعت کر اس پر جو قسم ازل نے تیرے حصے
 میں دے دیا ہے۔ اور یہ مغرور نہ کر دنیا جب کسی کو عزت دیتی ہے تو تجھے اس کی طرف سے
 خطرے کا اندیشہ رہنا چاہیے۔ جس نے بلی کی مانند اپنے ہی لومو لو کو کھا لیا۔ یہ کیسی حرافہ ہے جو
 اس کے پاس پہنچ گیا اس کو مکرو فریب سے قتل کر دیتی ہے۔ اور کوئی جاگے پناہ نہیں، اللہ عز و جل سے

اگرچہ تو اس سے بھاگ کر چڑھ جائے پہاڑ کی چوٹی یا اس کی کسی غار میں چھپ جائے۔ بسے لوگوں کا عمر مسلسل ایک سفر ہے اور ہمارے اوقات اور ذات باری کا معاملہ آئیں میں سائے کا سلب ہے جو غروب آفتاب کے قریب بڑا ہوتا جاتا ہے۔ موت بجز شک و شبہ کے آئے گی اور تم ہو گے جہاں آرزو میں۔ تنکان اور کسل کے درمیان۔ اور نہیں ہے فخر مگر اس شخص کی عزت و وقار سے کہ جس نے عاجز کر دیا عرب و عجم کی حکومتوں کو۔ وہ ذات محمد کی ہے جو مخلوق میں سب سے برگزیدہ ہے بلا شک و شبہ وہی ذات ہے جو اپنے معاصر و اعیان سے بزرگ ہے۔ اہل کے فضائل ہیں جن کے اندر نہ کوئی خامی ہے اور نہ کسی شک و شبہ کی گنجائش۔ اس کی لوازمات کی نہ تو مکافات ہے اور نہ اصحاب جتنا اس کا دستور۔ اس کے اوصاف مثب تاریک کے تاروں سے روشن اور اس کے عزائم مؤثر ہیں جہی کی تلوار سے۔ اور اس کے فضائل عاصا سے زیادہ مستحکم ہیں اور اس کے عادات شہد سے شیریں اور اس کا جمال جب سورج پر نظر ڈالتا ہے تو حیرت سے کہتا ہے کاش یہ جمال میرے حصے میں آتا۔ خدا کی مدد اس کی پیش رو ہے اور فتح اس کی خادم۔ یہ دونوں اس کی حفاظت اور پناہ سے محروم نہیں۔ اسے ان تمام لوگوں سے بزرگ جنہوں نے حج یا عمرہ کیا اور تمام ان لوگوں سے فائق جو ننگے پیر یا پن کر چلتے ہیں۔ لایا تو ہمارے لیے ایک ایسی کتاب جس کا نفع بہت زیادہ ہے اور لو نے ہمیں ایسا مذہب عطا کیا جو تمام مذاہب کا ناسخ ہے۔ بھیجا گیا ہے تو ملت ہضیا کے طرف جو کہ پختہ ہے اور منٹ گئے اس کی وجہ سے تمام ادیان و اقوام۔ گونگا ہو گیا ہر موضع اور مبلغ اس کتاب کے مقابلے میں عجیب تو نے مقابلہ کیا طاقتور اور جنگ جو لوگوں سے۔ تیرا ظہور ہمیشہ آفتاب نصف النہار کی مانند رہا اور تو برج میزان اور حمل سے بے نیاز ہو گیا۔ آرزو اور تمنا کی مان جب تیرے پاس ساکنہ ہو کر آئی تو تیرے سے لوٹایا اس حالت میں کہ وہ حاملہ ہونے کے باوجود عقیم تھی۔ تیری سخاوت ایسی ہے جو ختم نہیں ہوتی۔ اس سخاوت کا کم از کم حصہ زیادہ رواں ہے راستوں کی یکسانی سے۔ تیرا عرف منکر وہی کو نابینا کرنے والا ہے۔ تیرے مبارک اور منور ساتھی جن کی فضیلت ہمیشہ مسلم رہے گی اور نہ کبھی تیری امت کی بزرگی ختم ہوگی۔ اور تیرے اہل بیت ہمارے لیے رحمت ہیں جو خدا کی طرف سے رحمت اور غلاظت سے پاک کرنے والے ہیں۔ یا سید المرسلین مکرین اپنی شفا ہے کہ وہاں رکھو۔ اپنے اس غلام کے لیے جو میدان میں گر چکا ہے اور جس کے رخصتار گرد آلود ہو چکے ہیں۔ کیا ہیں اس کا ذکر کروں یا ذکر سے مجھے پچھلایا ہے تمہاری جہانے تمہاری جہاں اس کے ذکر سے زیادہ حسین ہے۔ پس جلدی کر اس شخص کے لیے جو آیا ہے تیرے محل میں علاقائی بن کر اس کے فرض کی ادائیگی میں۔ اس لیے کہ اس کا فرض خواہ مطالبے میں بہت جلدی کر رہا ہے۔

۱۳۸- شیخ عثمان ابن داؤد ملتانی

م ۴۳۴
۱۳۲۵ھ

الشیخ الصالح المتعمر الحمیری - فخرہ چشتیہ کے بزرگ ہیں۔ طریقت حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی سے حاصل کی۔ ایک مدت تک مباحثہ کے ملازم رہے۔ اور زیارۃ حرمین کے لیے شد در حال فرمایا۔ دہلی واپس آئے تو پیر در شدت سے جمہ کے روز ملاقات کی جو ایک گونہ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ یہ ملاقات جامع مسجد میں ہوئی۔

شیخ نے فرمایا:-

جو شخص حج بیت اللہ سے شرف یاب ہو، اسے مناسک

حج ادا کرنے کے بعد از سر نو زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

نیت کر کے اسی لمحہ مدینہ منورہ روانہ ہو جانا چاہیے۔

شیخ عثمان یہ سننے کے بعد اٹھے پاؤں مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور زیارۃ کے بعد دہلی

واپس لوٹے۔

جب محمد تھانی نے دہلی کے تمام باشندوں کو ہانک کر دولت آباد بھجوا دیا تو مدوح گجرات

چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ عالم کبیر تھے۔ فقہ و اصول فقہ اور لغتوں پر ایک کے

اندر بلوغ نظر حاصل تھا۔ مندرجہ ذیل کتابیں حفظ کرتے رہے۔

ہدایہ، بذوی، قوت القلوب، الوطالب، مکی۔ احیاء العلوم، نذالی۔

۱۳۲۵ھ میں حضرت سلطان المشایخ نے اپنے جن دس تالیفوں کو ارشاد و تلقین کا اجازہ

مرحمت فرمایا۔ شیخ مدوح ان میں سے تھے۔ گجرات میں داعی اہل کولبیک کہہ اور وہیں آسودہ ہو گئے۔

۱۳۹۔ شیخ سراج الدین عثمان اودھی

م ۴۵۸
۱۲۵۴ھ

«الشیخ العارف الکبیر ساکب درہ ظرفیت» مفتونان شباب میں دہلی وارد ہوئے اور حضرت نظام الدین اولیاء کی بیعت سے انسلاک نصیب ہوا۔ حسن صورت اور سیرت بہرہ سے بہر مند لیکن فضائل علم سے غازی تھے جس پر مرشد نے افسوس کے لہجے میں فرمایا کہ شیخ جاہل شیطان کا کھلونا بن جاتا ہے۔ اس پر مولانا فخر الدین زراوی (رحمۃ اللہ علیہ) آپ کے ٹپھانے پر متوجہ ہو گئے۔ ان کے لیے صرف میں کتابچہ لکھا۔ اس کا نام عثمانیہ رکھا اور مولانا صاحب تک عینت پور میں رہے کبھی ان کی طرف سے غفلت نہ ہوتی۔ ان کے بعد عثمان صاحب شیخ رکن الدین اندر تپی رہے کے حضور زانوئے لوب تکبیا۔ ان سے کافیہ مفضل اور قدوری و مجمع البحرین پڑھا۔

اوپر شیخ حضرت سلطان اللہ اولیاء کی رحلت کے بعد ۲۔ سال تک پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام علوم میں ملکہ حاصل ہو گیا۔ اب تدریس و فتویٰ دینے لگے۔

آخر میں دہلی سے بنگال تشریف لے گئے۔ وہ فقر میں اس درجے پر آپہنچے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ انص کے مریدوں کی تعداد شمار سے باہر ہو گئی۔ ہندوستان کے ہر خطے کے اندران کے مرید تھے۔ لوگ صاحب ترجمہ کی قرأت کو مستحبات سے سمجھتے اور ان سے تبرک حاصل کرتے۔

۱۴۰۔ قاضی فخر الدین عثمان بلیباری

م ۴۲۸
۱۲۳۲ھ

«الشیخ الفاضل الکبیر» فقہ و اصول فقہ میں ممتاز اور کالی کٹ میں قاضی تھے۔ ابن بطوطہ

نے ان سے ملاقات کی۔

۱۴۱- شیخ عثمان بن منہاج نسائی

«الشیخ الصالح» ابن کے ولدا قاضی حمید الدین اپنے دور کے ممتاز شہسوار تھے۔
 شیخ عثمان کا مولد و بنشاس نام ہے۔ بلوغ حاصل ہوا تو تلاش رزق میں دہلی تشریف لائے۔
 یہاں حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سے نیاز حاصل ہوا۔ تو ان کے ملازم ہو گئے۔ حتیٰ کہ ان
 کے ہمراہ ملتان چلے آئے۔ جہاں قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے دور کے اساتذہ عظیم و فہم سے درسیا
 پڑھیں۔ شیخ رکن الدین مدوح سے عوارف کا درجہ اپنے لئے حاصل کیا اور عین شریف کا مقصد فرمایا اور
 حج و زیارت کے دوران میں ۳۰ سال تک حجاز میں قیام رہا اور ملتان لوٹ آئے۔ تب شیخ رکن الدین
 نے انہیں خلافت تفویض کرنے کے بعد شاہ شاہ دین حضرت نظام الدین اولیاء کے حضور حاضر ہو کر
 حاکم دیا۔ جن کے فیضان سے حال و وجود کی عطا نصیب ہوئی۔ سماع سے بھی دل استیغی ہو گئی۔

۱۴۲- شیخ غزال الدین زبیری

«الشیخ العالم الفقیہ» فقہ و اصول فقہ میں فخر الامثال تھے۔ ابن بطوطہ نے ان سے چندیری
 میں ملاقات کی۔ اس عرصہ میں آپ امیر غزال الدین کے ہاں مقیم تھے جو ان کی بے حد تعظیم
 کرتے تھے۔

۱۴۳- امیر غزال الدین بتانی

۷۴۱ھ
 ۱۳۴۹ء

المعروف بہا عظیم ملک۔ مالوں کے اندر امیر الامراء۔ اور چندیری میں سکونت تھی۔

ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کے بعد ان کے حالات لکھے ہیں۔ بہت نیک اور علوم سے بھی آشنا تھے۔ ان کی مجلس میں علماء جمع ہوتے۔ خصوصاً فقیہ عزالدین زبیری (رحمۃ اللہ علیہ) فقیہ و جہید الدین بیالوی۔ فقیہ قاضی خاصہ اور ان کا امام شمس الدین۔ امیر مدوح صرف جمعہ کے روز دولت کدہ سے نکلنے اور اس دن کے علاوہ شافروناور

۱۲۴۴ - شیخ عزالدین دہلوی

«الشیخ الصالح الصوفی» حضرت بابا شکر گنج کے لوا سے۔ علوم قاضی محی الدین کاشانی سے پڑھے۔ تربیت حضرت نظام المشایخ صاحب سے حاصل ہوئی۔ اور انہی کی بیعت کا رقبہ گردن میں جمائی کیا۔

تصنیف

تختہ الابرار و کرامت الابرار ہے۔ نہایت لطیف جس میں اپنے شیخ حضرت نظام المشایخ کے ملفوظات جمع کیے۔ یہ ان کی وفات دہلی میں ۱۲۴۴ھ میں ہوئی۔

۱۲۴۵ - مولانا عضد الدین دہلوی

(جہد سلطان محمد تغلق)

«الشیخ الفاضل العلامہ» منطق و فلسفہ میں درجہ کمال حاصل تھا۔ سلطان محمد تغلق نے دہلی عہدی کے زمانے میں آپ سے پڑھا۔ اور بادشاہ مقرر ہونے کے بعد ۴۰۰ ہزار تنگہ خدمت میں پیش کیے۔

۱۴۶۔ مولانا عقیف الدین کاشانی

«الشیخ العالم الفقیہ» بزرگی اور پرہیزگاری میں معروف تھے۔ دہلی میں باؤناہ محمد تعلق نے انہیں قتل کرادیا۔ یہ قصہ ابن بطوطہ نے اپنی کتاب میں قلم بند کیا ہے۔

«اسی سال میں محتط پڑ گیا اور سلطان نے شہر سے باہر آب پاشی کے لیے کلاب کھودنے کا حکم دیا۔ تاکہ زراعت میں ترقی ہو۔ لوگوں کو تخم زریعی کے لیے غلہ اور دوسرا سامان زراعت دیا۔ یہ واقعہ صاحب ترجمہ مولانا عقیف الدین نے سنا تو کہا کہ اس قسم کی کاشت کاری سے کوئی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ چیل خوروں نے بادشاہ تک یہ بات پہنچادی۔ مولانا کو طلب کر کے تعلق نے پوچھا «آپ نے بادشاہی امور میں کیوں دخل دیا» اور کچھ مدت مجلس میں رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ مولانا مجلس سے نکل کر جہاں سے تھے تو راستے میں ان کے دوستانہ افراد مل گئے۔ انہوں نے دیکھ کر فرمایا «شکر ہے اس خدا کا جس نے آپ کو قید سے نجات دلائی» مولانا نے فرمایا۔

«أحمد اللہ الذی بخانا من القوم الظالمین» رشک ہے اس ذات کا جس نے ہمیں ظالم قوم سے رہائی دلوائی اور تینوں صاحبوں نے اپنی اپنی راہ پکڑی۔ مگر ان میں سے ابھی کوئی اپنے گھرتک نہ پہنچا تھا کہ تعلق کو یہ بات پہنچ گئی۔ اور ہر سہ افراد گرفتار ہو کر دربار میں پیش ہوئے۔ تعلق نے مولانا کے لیے یہ حکم نافذ کیا کہ ان کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھ کر سہ قلم کروا جائے۔ اور سینے کا کھنڈر اس سے بھی الفتا کروا جائے۔ اور ان دونوں کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ انہوں نے یہ حکم سن کر کہا۔ مولانا تو اس سزا کے مستحق ہوں گے۔ مگر ہمارا کیا قصور ہے۔ تعلق نے کہا تم نے ان سے سنا اور جواب نہ دیا۔۔۔۔۔ گویا تم بھی ان کے موافق تھے۔ اور وہ دونوں بھی قتل کر دیے گئے۔

۱۴۶۔ شیخ علاء الدین الندوی

۹ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

”الشیخ العالم الفقیہ۔۔۔ زاید اور۔۔۔ صلاح میں مشہور۔ شیخ معین الدین
 گڑھی سے پڑھا۔ اور طریقت میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے فائز ام الحرام ہوئے۔ خرقہ خلافت
 عطا ہوئے کے بعد شیخ محمد بن یوسف الحسینی الدلوہی کے ہمراہ دکن روانہ ہوئے۔ قریب النند
 نواح گلبرگہ میں طرح اقامت ڈال دی۔ مدتوں شیخ موصوف کے ملازم رہے۔ شیخ سعید الکنہائی
 (۳۱ ۱۳۴۹ھ) ماہ رجب نے ان سے کتاب طریقت کیا۔ ان کی قبر پر بادشاہوں نے عالیشان
 قبے تعمیر کرائے۔“

۱۴۸۔ شیخ علاء الدین الاودھی

۳۱ ۱۳۴۲ھ

”الشیخ الفاضل بالعلمۃ۔۔۔ المشہور بہ ضلی۔ بڑے مشائخ میں سے تھے۔ درسیات
 شیخ الاسلام فرید الدین شافعی اودھی اور دوسرے علماء سے پڑھے۔ حتیٰ کہ تدریس و فتویٰ دہی
 کے تمام پرآپہنجے۔“

اور طریقت میں حضرت سلطان الاولیاء سے مستفیض ہونے کے ساتھ دہلی میں طرح اقامت
 ڈال دی۔ درس و تدریس اب بھی جاری تھا۔ بڑے پار ساز زاید اور مستقیم فی الدین تھے۔ اطاعت
 پر طبعی میدان تھا۔ تدریس پر کسی قسم کا معاوضہ یا تحفہ قبول نہ فرماتے۔ نہ کسی سعادت مند کی بیعت
 لیتے۔ اس پر فرماتے کہ اگر میرے مرشد زندہ ہوتے تو میں خلافت انہیں لوٹا کر عرض کرتا کہ میں اس
 امانت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ یائے ہمہ ایشہ مرشد کے اتباع زہد و تقویٰ اور عزیمت میں ہمیشہ
 سرگرم رہتے۔“

نیز ان کے ملفوظات فوائد الضوای کا مطالعہ جاری رکھتے۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ آپ پر حجہ میں وعظ فرماتے۔ بے شمار لوگ توبہ کر کے

مخلوق ہوتے (صوفیا میں سر کے بال منڈوا دینا مخلوق ہے اور یہ بیعت کا مقدمہ ہے) ان پر وجد طاری ہو جاتا اور غش کھا کر گر پڑتے۔ یہ منظر میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے۔ ایک مجلس میں قاری نے

آیت ————— دیا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة منی عظیم۔ یوم ترونها
فذهل کل مرصعة عمارضت وتضح کل ذبیت حمل حملها وتوی الناس السکالی
وما ھرب سکاری ولكن غذاب اللہ شدید) ۱۰

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو! اور یاد رکھو کہ قیامت
کا زلزلہ نہایت ہولناک ہے۔ اور وہ الپا دن ہو گا جس میں
اے شخص تو بھی دیکھے گا کہ ماں اپنے گود کے بچے کو جھول بٹا
گی اور زینِ عاملہ اپنے پیٹ کے بچے کو گرا جیگی اور تمام مخلوق
جیسے مدبوش ہے۔ اگرچہ وہ مدبوش نہ ہوں گے بلکہ خوف سے
ان کی یہ حالت ہوگی کیونکہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

یہ آیت سن کر ایک کونے سے کسی نے زور سے چیخ ماری۔ پھر دوسری چیخ ماری
اور بیانِ حق ہو گیا۔ میں (ابن بطوطہ) بھی نمازیں میں تھا۔ اور اس کا جفا
بھی پڑھا۔

۱۴۹۔ الامیر علاء الدین بربنی

(عبدالسلطان علاء الدین خلجی)

الامیر الکبیر علاء الدین علاء الملک ابن باربیک برلاس۔ عزیمت میں مصروف لوگوں میں تھا اور سیاست و فضائل اور دانش میں پختہ، وہ قاضی ضیاء الدین بربنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی کے عم بزرگوار تھے۔ سلطان محمود نے انہیں ۴۴۹ھ میں کٹرہ اور اس کے پرگنہ کا سربراہ مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں سے ہٹا کر شہر دہلی میں اسی منصب پر تعینات فرما دیا۔ اس دور میں دہلی کی شہری منزلت اس درجہ پر تھی کہ سلطان ہی اس عہدہ پر کسی کو مامور کر سکتا تھا۔ ایسا شخص محافظ شہر اور خزانہ سرکاری کا نگہبان بھی ہونا ضروری تھا۔ اس امیر کا لقب علاء الملک تھا اور یہ علم و فراست اور دروہ و سخاوت اور تدبیر میں مشہور تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب سلطان علاء الدین کا فتوحات کی کثرت سے دماغ آسمان پر جا پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں پر دو مسئلے پیش کیے۔

۱۔ کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت مرتب کی۔ اسی طرح میں بھی شریعت تدوین کروں تاکہ میرا نام قیامت تک رہے۔

۲۔ میں طرح سکندر اعظم نے لاکھ دینا کو فتح کر لیا اور جب وہ اس ارادے کے لیے نکلا۔ تو اپنے وزیر کو اپنا نائب مقرر کر کے نکلا۔ اسی طرح میں اپنی بادشاہت پر اپنے کسی خواص کو اپنا نائب مقرر کروں اور دینا جہاں فتح کر کے نام حاصل کروں؟

مگر امرائے دربار بادشاہ کے خوف سے خاموشی کے سوا کچھ نہ کہتے۔ یہاں تک کہ لاکھ روز بادشاہ نے علاء الملک (صاحب تذکرہ) سے برسر دربار اس بارے میں مشورہ طلب کیا تو علاء الملک کچھ دیر تک سر نیچے کیے بیٹھا رہا۔ اپنا یہ جائزہ لیا کہ میں تو کبرئی کی وجہ سے گزر کے کنارے بیٹھا ہوں۔ مجھے سلطان سے ڈرنے کی بجائے صاف اور سچی بات کہہ دینی چاہیے۔ ورنہ شہادت کی موت ہے۔

اور جب سلطان واپس دارالسلطنت میں آئے گا ارادہ کریں تو وہ بدعہدی نہ کرے۔ اور ایسا کون نائب ہے جو اسطاطالیس کی مانند اسقدر کی تبدیلی سال تک دارالسلطنت میں نیابت کر سکے۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔

علاؤ الملک نے کہا کہ آپ کے لیے سب سے پہلی مہم یہ ہے کہ ہندوستان کے جنوبی شہروں میں سے بیجاپور اور چندریچ سے لے کر سمندر تک فتح کرتے ہوئے جا پہنچیں اور وہاں سے شمال کی طرف لغمان و کابل تک کو اپنے زیر نگیں کر لیں کیونکہ یہی خطے ڈاکوؤں اور مفسدوں کا ملجا ہیں۔ اگر آپ ان پر قابض ہو جائیں تو ہندوستان امن اور اطمینان سے بہرہ مند ہو جائے۔ دوسری کوشش اپنی سلطنت کی حدود کو فتنہ تاتار سے روکنے کے لیے مضبوط کرنا چاہیے۔ وہ ہندوستان میں آنے کا طمع تو کر رہے ہیں اور اپنے لیے کسی فرصت کے انتظار میں ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو قتل و غارت ان کا مشغلہ ہی ہے۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ بادشاہ سلامت نے اپنے لشکر کسی اور طرف بھیجے ہوئے ہوں۔ اور خطرہ اپنے پاؤں جا کر رہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ شرب نوشی اور عیش و عشرت چھوڑ

دیں۔

باکی شاہ نے یہ سن کر بہت اتر قبول کیا اور علاء الدین کو التعمات سے بلا لیا۔

۱۵۰۔ شیخ علاء الدین السندی لوی

«الشیخ الصالح الفقیہ» — اولیائے سالکین و عبادت گزار میں سے تھے۔ اودھ کی سرزمین میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے طریقت کا درس لیا۔ برسوں ان کی صحبت میں رہے اور علم و معرفت سے وافر حصہ لیا۔ شیخ نے ان کو اپنی خلافت عطا فرما کر سندلیہ بھجوا دیا۔ یہاں انہوں نے جو وباش اختیار کر لیا۔

ممدوح بڑے صالح، محتاط، متدین، متوکل اور صاحب کرامات تھے۔ سندلیہ ہی میں

ان کی قبر ہے۔

۱۵۱۔ شیخ علاء الدین ملتانی

۱۲۳۹ھ

«الشیخ الصالح» — علمائے حق شناس میں ممتاز۔ طریقت میں شیخ صدر الدین محمد عارف ملتانی سے مستفیض اور برسوں ان کی خدمت میں بلازمت کا شرف حاصل رہا۔ عالم اجل ہونے کے ساتھ زبردستی بھی تھے۔

۱۵۲۔ شیخ علاء الدین کنٹوری

(عہد سلطان محمد تغلق)

«الشیخ الکبیر» — علاء الدین ابن اعز الدین بن شرف الدین الحسینی الموسوی کنٹوری۔ دعوت و ارشاد اور علم غریب میں معروف۔ محمد تغلق نے انہیں دہلی بلا کر اپنے پاس رہنے پر اصرار

کیا تو اپنے دونوں بیٹوں عزالدین اور جمال الدین کو اس کے زیر سایہ چھوڑ کر واپس
 کنتور تشریف لے گئے۔ مگر سلطان محمد تغلق نے اعز الدین کا خون مباح کر لیا اور جمال
 الدین کو چھ برس تک دہلی پر رکھ کر کنتور تشریف لے گئے۔ یہ صاحب شیخ نصیر الدین محمود بن یحییٰ اوی
 نے مرید تھے۔ کنتور میں اپنے والد کے قاکم مقام قرار پائے۔

۱۵۱۔ سید علام الدین علی بن محمد دہلوی

«السید الشریف»

۱۵۲۔ مولانا علاء الدین خنقی دہلوی

(عہد سلطان علاء الدین)

«صدر الشریعت الفاضل الکبیر العلامۃ» دہلی میں مسند میں آرامتہ تھی۔

۱۵۵۔ مولانا علام الدین تاجر

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ الفاضل» — فقہ و اصول و عربی میں ممتاز الاکابر اور دہلی کے اندر
 مسند میں آرامتہ تھی۔

۱۔ میر جہان تاب در متن

۲۔ بیاض فی الاصل

۳۔ برنی در متن

۴۔ برنی در متن

۱۵۶۔ مولانا علامہ الدین کرکے

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ العلامة الفاضل» دہلی میں مسند تدریس آراستہ تھی لہ

۱۵۷۔ مولانا علامہ الدین لاہوری

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ الفاضل» دہلی میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ یہاں کے فخر الاساتذہ

تھے لہ

۱۵۸۔ مولانا علامہ الدین مقرمی

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ الفاضل» قرآن و تجوید میں ممتاز الاقران اور دہلی میں انہی دو علموں

کا درس جاری کیا۔ لہ

۱۵۹۔ مولانا علامہ الدین اندرپتی

«الشیخ الفاضل الکبیر» نپے عہد کے ممتاز عالم۔ دہلی میں درس آراستہ رکھا

جس میں بے شمار افراد نے اپنا اپنا حصہ لیا۔ لہ

لہ برنی (در متن)

لہ برنی (در متن)

لہ برنی (در متن)

لہ برنی (در متن)

۱۴۰۔ مولانا علم الدین شیرازی

بعہد سلطان علاء الدین خلجی

«الشیخ الفاضل الکبیر الطیب العلماۃ» طب میں یر مسیحائی حاصل تھا۔ بادشاہ علاء الدین خلجی کے عہد میں تھے۔ خود کو شیرازی کہلانا ناپسند کرتے تھے۔ سلطان محمود کے بعد جب محمد تغلق پیر پور آئے تخت ہوئے تو انہیں اپنا ندیم مقرر کر لیا۔ ان سے اکثر مذاکرات علمی رہتے۔

۱۴۱۔ مولانا علیم الدین تبریزی

(بعہد سلطان علاء الدین حسن بہمنی)

«الشیخ الفاضل» — الحکیم تبریزی۔ طبیب عاوق اور گلبرگہ دکن میں تدریس طب اور طب مشغلہ تھا۔

۱۴۲۔ شیخ علی بن احمد ناگوری

م ۴۸۱
۱۲۸۲ھ

«الشیخ العالم الکبیر» — طریقہ چشتیہ کے ممتاز درویش تھے۔ یہ فیضان اور اجازت حدیث انہیں اپنے والد حضرت حمید ابن احمد سے حاصل ہوا۔ جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے اور ان کی رحلت کے بعد ان کی مسند ارشاد کو آراستہ کیا۔

۱۴۳۔ شیخ علی حسینی

«الشیخ الفاضل» — ہندوستان میں گجرات دکن کو اپنا وطن بنا کر شہر کنھبائت میں

سکونت اختیار کر لی۔ اور ایک ہندو عالم سے سنسکرت پر غصنی شروع کر دی۔ اس دوران ان پر حقیقت اسلام جو منکشف ہو گئی تو اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ ان کے ابتدائی دور کا اثر ہندو عوام پر بہت تھا، ان کی وجہ سے گجرات کے بے شمار ہندو مسلمان ہو گئے۔ خود انہوں نے شیخہ مسلک اختیار کر لیا۔ بواہر ان کی بہت قدر کرتے۔

اور حجب سلطان مظفر شاہ الاول گجراتی نے اس نواح میں حجاب حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس نے علمائے اہل سنت کو اس ہم پر متوجہ کیا کہ وہ عوام کو سنی مسلک کی تلقین کریں۔ تب سے اس خطے میں دو مختلف اہل مسالک ہو گئے۔

اہل سنت اور شیعہ

یہ تذکرہ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ کہ علی حیدری اس خطے میں نہایت مشہور اور وعظ میں ان کی آواز بہت بلند تھی۔ شہر کھنمبات جو سمندر کے کنارے پر آباد تھا ان کا مسکن ہے۔ سمندری تاجران کے لیے نذریں لاتے اور حجب ان کو سلام کرتے تو وہ ان کے بعض سر بستہ اسرار ان سے بیان کرتے۔ بعض اوقات نذر کرنے والے اپنے نذر پر نام ہوتے اور حجب ان کے سامنے سلام کے لیے آتے تو حیدری صاحب ان کی نذر کی تقلیل سے انہیں آگاہ کر دیتے تو وہ اپنی نذر کی مقدار پر اظہارِ ندامت کرتے۔ مگر حیدری ان سے کہتے کوئی بات نہیں جو نذر مانی ہے وہی پیش کر دیا یہ کچھ بار ہا ظہور میں آیا۔

اور حجب قاضی جلال الدین نے محمد تخلق کے خلاف علمِ لجاجت لہرایا تو حیدری نے اسے اپنے سر کی ٹوپی عنایت فرمائی۔ محمد تخلق نے یہ سنا تو خود گجرات آیا اور قاضی کو شکست دے کر شرف الملک امیر بخت کو گجرات پر اپنا نائب مقرر کر کے حکم دیا کہ اہل سنت کے خلاف لوگوں سے بخت کر کے انہیں قائل کرتے رہیں۔ سلطان نے اس غرض کے لیے امیر بخت کی اعانت کے لیے چند فقہاء کا تقرر بھی کر دیا۔ اسی دوران میں علی حیدری کو طلب کر کے جواب کے لیے مکلف کیا گیا تو انہوں نے اقرار کر لیا کہ بیشک میں نے قاضی کو اپنے سر کی ٹوپی دی۔ لہذا اس کے لیے دھا

بھی کی۔ اس پر فقہانے حیدری کے قتل کا فتویٰ دیا۔ جلاور نے ان پر پہلی تلوار چلائی تو کچھ اثر نہ ہوا۔ عوام اس پر حیدری کو بے گناہ کہنے لگے۔ مگر دوسری مرتبہ پھر تلوار چلائی گئی تو حیدری کا سر القط ہو کر ایک طرف جا پڑا۔

۱۶۲۔ شیخ علی بن شہاب ہمدانی

«شیخ العالم الکبیر السیاح» اسمعیل بن علی کی اولاد سے ہیں۔ سن ولادت ۱۱۲۱ھ

۱۱۳۱ھ

۱۰ ماہ رجب ہے۔

شیخ نجم الدین ابن البرالمی ابن محمد بن احمد الموفق الاذکانی۔ جن سے

حدیث پڑھی۔

اور طریقت میں شیخ شرف الدین محمد ابن عبد اللہ المزوقالی و شیخ تقی الدین علی دوسی

کہ دونوں شیخ رکن الدین احمد بن محمد المعروف بہ علامہ الدولہ ہمدانی سے فیض یاب ہوئے۔

نیو آپ کے والد آپ کے استاد ہیں۔

بعد ازاں سیاحت کے لئے نکلے تو متعدد مشہوروں میں ہوتے ہوئے وہاں کے مشائخ و علماء

کبار سے استفادہ کیا جن کی تعداد کم استونک آپ بھی۔

مگر جب خراسان میں وارد ہوئے تو امیر تیمور گورگانی سے حکمت کی توجیح میں اختلاف

رائے ہو گیا جس پر آپ اپنے یاران طسرت کو ہمراہ لے کر ۱۱۳۰ھ میں کشمیر جا پہنچے۔

جہاں بے شمار افراد ان کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گئے۔

تصانیف

میں ہم ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا مطالعہ ہمیں بھی نصیب ہوا۔

- ۱ - ذخیرۃ الملوک (فارسی) اپنے موضوع میں مفید اور اس کا حرف اول یہ ہے۔
 « حمد بیاروشنائے بے شمار »۔ یہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔
 باب اول :- ایمان کے شرائط اور اس کے احکام
 باب دوم :- حقوق العباد
 باب سوم :- مکارم الاخلاق
 باب چہارم :- اقتداء سیرۃ خلفائے راشدین
 باب پنجم :- حقوق والدین و زوجین و اولاد اور ملازمین و اقارب و احباب
 باب ششم :- احکام سلطنت و ولایت و امان و حقوق رعایا و حرب و عدل و احسان
 باب ہفتم :- در معنی سلطنت معنویہ و اسرار خلافت النسانیہ
 باب ہشتم :- امر بالمعروف و نہی عن المنکر
 باب نهم :- تحقیق شکر اور اس کے اقسام
 باب دہم :- صبر بر مصائب
 باب یازدہم :- غرور اور غصے کی مذمت۔
- ۲ - شرح فصوص الحکمہ (فارسی حرف اول) « حمد بے غایت آل فاطمہ حکیمہ »۔
- ۳ - مشارب الازواق شرح میمنہ ابن فارض (فارسی اولہ) « حمد و ثنائے اتم و

حضرت وردی

- ۴ - مرآة التائبین (درتوبہ) اولہ « حمد و ثنائے لامتناہی حضرت حکیمے رابخ »۔
- ۵ - منہاج العارفين (خیر اوراق میں) اولہ « حمد بے حمد و ثنائے بے عدل »۔ اصطفیٰ
- ۶ - الرسالۃ الذکریہ (دو اوراق میں) (عربی) اولہا « الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین »۔
- ۷ - المنامیۃ فی الدعویۃ (فارسی) اولہ « الحمد للہ حق حمد »۔
- ۸ - حمد اینہ :۔ در تحقیق لفظ سبذان فارسی اولہا « الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ »۔

- ۹ - تلقینہ - فارسی اولیا "الحمد للذی تقنی وفائق العرفان"
- ۱۰ - المشیخہ :- اولیٰ "تالقاشان کارگہ قضاء"
- ۱۱ - شکایے حلے اولیٰ "مشکل حل وحل مشکل" اور اسی جملہ کے حل پر مشتمل ہے۔
- ۱۲ - ارادیت :- کہ ۲ ابواب پر مشتمل ہے۔
 اول :- فضل اوراد
 دوم - حاجت اوراد
 سوم - وظائف میں لزوم اوقات
 حرف اول ہے "الحمد للذی جعل الیل والنہار خلفتہ لمن اراد ان ینکر اولیاء شکور"
- ۱۳ - المکتوبات الامیریۃ "اپنے مریدوں کے نام خطوط۔"
- ۱۴ - النوریۃ :- احسن راہ دین اور مختصر دین کا راستہ۔
- ۱۵ - دہ قاعدہ فی الطریقۃ
- ۱۶ - الفقیریۃ والامیریۃ - اولیٰ "آفتاب عنایت از نیک ولایت و برج ہدایت"
- ۱۷ - رسالہ فی الطب - اولیٰ "الحمد للذی حق حمدہ"
- ۱۸ - منازل السالکین (عربی) در منازل عشرہ یعنی راہ سلوک میں ابتدائی دو منزلوں کا ذکر اولیٰ "الحمد للذی افاض جودہ الجود علی کل موجود"
- ۱۹ - رسالہ فی آداب المشیخۃ - دس ابواب پر مرتب شدہ!
- ۲۰ - مقامات صوفیہ :- جس میں صوفیاء کے حالات درج ہیں
- ۲۱ - رسالہ فی مقامات السالکین
- ۲۲ - رسالہ فی مناقب اہل بیت
- ۲۳ - رسالہ الرعیۃ فی الرعیۃ حدیثاً جو اپنے شیخ نجم الدین محمد بن احمد الموفق الازغانی کی سند سے حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں۔
- ۲۴ - آیات الاحکام من القرآن الکریم۔

۲۵۔ رسالہ سیر الطالبینے۔ جس میں آپ کے مریدوں نے آپ کے بعض فوائد
ایقتہ جمع کیے ہیں۔

۲۶۔ رسالہ اخلاقیہ

۲۷۔ کشف الحقائق :- کہ محمد بن محمد الخوصی نے آپ کے لیے مرتب کیا۔

۲۸۔ رسالہ فتویہ :- اس میں لکھا کہ یہ رسالہ بطور وصیت کے ہے اپنے دینی برادر محسن

و موفق و سعید راجی شیخ حاجی بن مرحوم طوطی علی شاہی نخلانی کہ اللہ انہیں دونوں جہانوں

میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور انہیں موت کا لباس بیتر ہو جو خرقہ مبارک کا جزو ہے جیسا

کہ مجھے اپنے شیخ نجم الدین ابوالمیا من محمد بن احمد الاذکانی سے یہ لباس حاصل ہوا۔

۲۹۔ چہل اسوار۔ جس میں ۸۸ نظمیں ہیں۔

۳۰۔ اختیارات :- جس میں نفیس نفیس اشعار دربارہ حقائق و معارف جمع ہیں۔

۳۱۔ سبعینے :- اہل بیعت کے فضائل میں ۷۰ احادیث پر مشتمل۔ جن میں اکثر احادیث

کتاب فروں سے لی گئی ہیں جو محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہیں۔ حتیٰ کہ اس رسالے

پر شیخ محمد ابن محمد برہان پوری کی تخریج ہے۔

۳۲۔ معاشی السالکینے اولہ لا الحمد للہ علی نعمائہ

۳۳۔ معرفۃ النفس اولہ لا شکر و ثنائے آں خدارا

۳۴۔ النساءے نامہ (درقیافہ) اولہ لا حمد و سپاس و ثنائے بے قیاس

۳۵۔ الواردات (فارسی میں) حرف اول ہے "رب اشرح لی صدری و یسر لی امری"

۳۶۔ رسالہ ذکریا الصخری (عربی میں) ذکر اللہ کے فضل و خواص و حقائق پر۔

۳۷۔ رسالہ الغیبیا اولہ لا سلام اللہ تعالیٰ علی فلان و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۳۸۔ شرح اسماء الحسنی (عربی) اولہ "اللهم افتح لی البواب الدخول فی شوا کل الاسما"

۳۹۔ رسالۃ الخواطر یہ (عربی) اولہ "واللہ لقیول الحق و بہیدی السبیل"

۴۰ - الخطیبة الامیریة (عربی)
 ۴۱ - المناجات الامیریة (فارسی)

کشمیر سے واپس آتے وقت یاغستان کے قریب تیراہ میں رحلت فرمائی۔ جہاں سے ان کا
 جسدِ مطہر خٹاں لے جا کر سپر و خاک کیا گیا۔

۱۶۵ - شیخ علی بن احمد غوری

«شیخ الصالح» فضل و بزرگی میں ممتاز۔ طریقت میں حضرت ابو الفتح رکن الدین ملتانی
 سے مستفیض۔ کٹرہ مانک پور میں رہائش اختیار فرمائی۔

تصانیف میں کتاب کنز العباد فی شرح الاوراد ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین
 عمر بن محمد سہروردی کے اوراد کی شرح میں۔ یہ نسخہ خدائش خاں لائبریری پٹنہ کے کتب خانہ
 میں ہے۔

۱۶۶ - شیخ علی بن محمد چوہدری

۴۳۲ھ
 ۱۳۳۱ء

«السید الشریف العزائمی» اولیاد سائلین مترجمین سے تھے۔ ہندوستان میں پیدا
 ہوئے۔ علم و دینی شیخ عمید الدین مخدوم ابن عبداللہ دہلوی سے پڑھا۔ برسوں ان کے زیرِ تعلیم
 رہے۔ استاذان کی تربیت میں تمام شاگردوں سے زیادہ متوجہ رہے۔

۱۰ جہر جہاں تاب و درتین
 ۱۱ مناقب السوات مولفہ دولت آبادی (دو متن)
 ۱۲ اجاب الاجاب

تکمیل کے بعد عراق کا قصد فرمایا۔ جہاں کے شیوخ کبار سے استفادہ کے ساتھ حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی سے بلا واسطہ استفادہ کیا۔ یا قبول دگرال آپ نے شیخ قوام الدین محمود بن محمد دہلوی سے ان کے والد شیخ الاسلام قطب الدین کروی کے واسطہ سے طریقہ (سہروردیہ) میں بیعت کی تھی۔

یا قبول دگرال۔ آپ نے شیخ محمود حضرت کٹروی سے بلا واسطہ اس سلسلہ میں بیعت کی تھی۔

یا قبول آخرین اور یہ زیادہ صواب ہے کہ آپ نے شیخ قوام الدین محمود بن دہلوی سے اس سلسلہ میں بیعت کی۔

شیخ مدوح صاحب تذکرہ کے مؤید

- ۱۔ شیخ شمس الدین خواجگی العریضی الملتانی تم الکروی۔
 - ۲۔ شیخ محمد بن نظام الدین بہرائچی۔
 - ۳۔ شیخ عین الدین بیجاپوری۔
 - ۴۔ شیخ زکین الدین محمد حنیفی اور بے شمار افراد از گروہ علماء و مشائخ۔
- ضلع بلند شہر میں ہے (مترجم قصبہ کھیر سے ۳۰ میل کے فاصلے پر)۔ لفتح ج و ایضاً لفتح واؤ جبے لجن نے غلطی سے بچپور کہہ مارا جو راجپوتانہ میں راجہ جے سنگھ باج گزار سلطان محمد شاہ دہلی کے مقبوضات میں تھا۔

۱۳ تذکرۃ السادات (در متن)

۱۴ منبع الانساب (در متن)

لوگ انہیں علاء الدین شکر ریز سے بھی پکارتے۔ دولت آباد میں وفات پائی اور وہیں
آسودہ لحد ہوئے۔

۱۶۷۔ شیخ علی بن محمد جہولنسوی

«الشیخ الصالح» مولد شہر بھکر (لویس ولادت جمعرات ۲۵ شہبان ۱۳۵۸ھ وفات ۱۳۵۸ھ) ۴۰
تیس سال کی عمر میں ملتان وارد ہوئے اور حضرت ابو الفتح رکن الدین کے ملازم رہ کر طریقت میں
اقتساب فرمایا۔ اور بہار تشریف لے گئے جہاں ۱۲ سال تک شیخ منہاج الدین حسن بہاری کی خدمت
میں شرف ملازمت سے مستفیض ہوئے۔ حضرت شیخ مدوح جناب نجم الدین ابراہیم سے بیعت
تھے۔ اور یہ حضرت رکن الدین سے فیض یاب۔

حتیٰ کہ جب صاحب تذکرہ کمال پر پہنچ گئے۔ تو شیخ رکن الدین کے حکم پر موضع شیخ پورہ
من مصنافات قبضہ بہار میں دو سال تک قیام فرما رہے۔ بعد میں شیخ موصوف نے آپ کو
الہ آباد کے ایک ایسے قریب میں مامور فرمایا جو تریبہ کے قریب ایک لٹ ووق صحرا میں آباد تھا۔ اور
یہاں بے شمار کفار نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۱۶۸۔ علی ابن علی جہولنسوی

م ۱۳۸۲ھ
«الشیخ الصالح» البکری جہولنسوی۔ لقب لغتی الدین۔ فرقہ سہروردیہ کے بڑے مشائخ میں
سے تھے۔ جہولنسوی مولد اور سن ولادت ۱۳۲۰ھ ہے۔ اپنے والد ہی سے فیض پایا۔ پھر

۱۔ جس کو اس طرح معرب بنا کر لکھا گیا ہے کہ اس کا تہدی تلفظ بہمہ میں نہیں آیا۔
۲۔ منبع اللانساب (درمیان)

ہندوستان کے متعدد شہروں میں گئے۔ پور کے شیخ علاء الدین حسینی کی خدمت میں برسوں ملازم رہنے کے بعد ارشاد و دعوت کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ اور بے شمار غیر مسلم ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۶۹۔ علاء الدین علی بن محمد دہلوی

(اجہد فیروز شاہ تغلق)

«السید الشریف» از نسلی صیاد الدین علی بن اسامہ جلی مدفون بہ دہلی۔ ان کی والدہ کا نام زہرہ و نسبت زبیر بن اسامہ علی ہے) مولد دہلی اور یہیں پروان چڑھے۔ فیروز شاہ نے انہیں اپنا دربان خاص مقرر کر دیا۔ یہ منصب اتنا بڑا تھا کہ سفیر اپنی سفارت ان کے واسطے سے پیش کرتے۔ اور یہ امیر مہمان خانہ بھی تھے۔ دربان کا لقب رسول دار تھا۔ اور یہ اسی لقب سے مشہور تھے۔

فیروز شاہ نے سریر آرائے تخت سلطانی ہونے کے بعد ان کو خواجہ صدر جہاں خطاب اور ایک مرتبہ خراسان سفارت کے لیے بھجوا دیا۔ قنوج میں ان کے بے شمار اخلاف موجود ہیں۔

۱۷۰۔ علی بن محمود دہلوی

«الشیخ الفاضل» دہلی کے بڑے امرا اور علی شاہ جاندار کے نام سے مشہور۔ دہلی کے بڑے

خواجہ صدر جہاں بحسب تخریر خواجہ حسن نظامی دہلوی ہر دیور دولت آبادی ہیں۔ بو حضرت سلطان مشائخ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

۱۷۰ رسالہ زیدیہ (دو متن)

امرا اور علمائے کبیر سے تھے۔ ایک مرتبہ جذبہ ربانی جو طاری ہوا تو دنیا پر لات مار کر شہنشاہ
دین حضرت نظام الشایخ کی خدمت میں ملازم ہو گئے۔

مصابیف میں خلاصۃ اللطائف (عربی) دربارہ حقائق و معارف ہے۔

۱۷۱۔ مولانا عماد الدین دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ العالم الصالح» عماد الدین ابن حسام الدین واعظ کبیر۔ تذکیر میں بے مثل تھے
طریقیت اور شوق و لطائف و ظرافت اور کشف حقائق سب وعظ میں سموریے۔ اس پر آواز میں سخن
اور توج تھا۔ ادھر بات زبان سے نکلی اور سننے والوں کے دل میں بیٹھ گئی۔ امرا و شہزادے
اور سلطان تک ان کے حلقہ تذکیر میں حاضر ہوتے۔ اور دل میں اثر لے کر لوٹتے۔

۱۷۲۔ مولانا عماد الدین چشتی غوری

(بعہد سلطان محمد تغلق)

«الشیخ العالم الصالح» محمد بن تغلق نے انہیں اس بات پر قتل کرادیا کہ سلطان نے ان
کے سامنے کہا کہ فیوض الہی غیر منقطع ہیں اور ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ جن میں نبوت
بھی ہے۔ پس آج بھی اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کر دے اور اس سے حجرات کا صدور بھی ہو
تو کیا سرج ہے؟ یہ سن کر مولانا کا چہرہ تہمتا اٹھا اور تغلق سے کہا۔
«گوہ مخور» خون آشام تغلق نے انہیں جلاو کے حوالے کر دیا اور ان کی زبان گدی سے کھچا
کر گردن پاڑوا دی۔

۱۷۱- شیخ عمر بن محمد ہندی

«الشیخ الفاضل» عمر بن محمد بن احمد بن منصور بہادر الدین حنفی دہلوی۔ نزہل مکہ عالم فقہ و عربیت تھے۔ زلیخہ علم و ادب و عقل و حسن خلق سے مرصع۔ مدینہ منورہ گئے اور ۷۵۸ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اتفاق سے سواری نے گرا دیا۔ اور گرنے سے جو عضو ماؤٹ ہوا وہ شل ہو گیا۔ جس سے پھر مکہ معظمہ حج کے لیے نہ آسکے اور انتقال فرمایا۔

۱۷۲- شیخ عمر بن سعد پندوی

م ۸۰۰ھ - آخر ماہ رجب ۱۳۹۷ھ

«الشیخ العالم الکبیر» فقہ و اصول و ادب عربی میں ممتاز تھے۔ ان کے والد بنگال کے بادشاہوں کے وزیر رہے۔ جن وجہ سے امر کے نزدیک ان کا وقار بہت زیادہ ہو گیا اور ان کی شہرت دور دور تک جا پہنچی۔ یہاں ان کا درس جہاڑی ہوا اور بے شمار افراد مستفیض ہوئے انہی مشاغل کے دوران میں شیخ سراج الدین عثمان اودھی اس لڑاچ میں وارد ہوئے تو یہ خبر سنتے ہی صاحب تذکرہ تدریس و مباحث چھوڑ کر حضرت اودھی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ان سے درس طریقت لیا اور مرث کی رحلت کے بعد ان کے خلیفہ تسلیم کیے گئے۔

ان کے مریض

ان کے صاحبزادہ نور الحق اور سید الشرف ابن ابراہیم سہنامی اور مولیٰ الملک جون پوری کے علاوہ بے شمار افراد ہیں۔ ان کے کرامات و کشف و عجائب واقعات عام ہیں ہزار پڑوہ میں ہے۔ اور یہ زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

۱۔ طرب الامثال بحوالہ ابن فرحون (دورین) ۲۔ بنگال کا ایک قریب

۱۷۵- شیخ عمر بن اسحاق غزنوی

از ۱۳۰۳ھ تا ۱۳۷۱ھ

«الشیخ الامام العلامة الکبیر» عمر بن اسحاق ابن احمد البرصی سراج الدین ہندی غزنوی
مشہور علمائے کرام سے ہیں۔

اساتذہ

امام الغلابہ و جزیہ الدین دہلوی امام الوقت و شمس الدین الخطیب الدہلی (اور دہلی ہے
سے و طبرستان کے درمیان ایک قریہ ہے) اور ملک العلماء سراج الدین نقضی دہلوی و کرن الدین
بدایونی جو ابوالقاسم تنوخی شکر و حمید الدین نابینا اور ان کے سوا کئی اور ارباب علم کے فیض
یافتہ ہیں۔

فراغ کے بعد حرمین حاضر ہوئے۔ یہاں شیخ منصف سے دو شیخ رباط السدرہ بھی تھے
عوارف المعارف پڑھی۔

اور اسی عوارف کی روایت قطب مقلانی سے اس کے مولف تک سنی۔

اب قاہرہ تشریف لائے۔ تو احمد بن منصور جوہری سے روایت سنی اور یہاں جمال
ترکمانی کے بعد قاضی شکر مقرر ہوئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد معزول ہو گئے۔

فی الجملة آپ حبلہ علوم متداولہ میں درجہ اجتهاد و امامت تک فائز تھے۔ ان کی تصانیف

افضی الدنیات تک پہنچائی گئیں ازاں حبلہ مندرجہ ذیل کتابیں ہیں :-

۱ - التوضیح شرح ہدایہ

۲ - الشامل

۳ - زیۃ الاحکام فی اختلاف الامم الاعلام

۴ - شرح بدیع الاصول (ابن الساعاتی)

۹ - شرح تائیة ابن الفارض

۱۰ - خلائیات

۱۱ - التصوف

۵ - شرح معنی (حنازی)

۶ - الغرة المنیفة فی تریح مذہب ابی حنیفة

۷ - شرح الزیادات

۸ - شرح المجامین (مگر نام نام)

اور سید علی گمری نے ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

۱۲ھ - عدة الناسک

۱۳ھ - شرح عقیة الطحاوی

۱۴ھ - اللوامح فی شرح جمع الجوامع وغیره

۱۲۱ - شرح المنار

۱۲۲ - شرح المختار

۱۲۳ - لوائح الالوار فی الرد علی من انکر علی العارفين

۱۲۴ - لطائف الاسرار

از کفوی در کتاب طبقات ۴۳ھ میں وفات پائی چہلی نے

تاریخ وفات :- کشف الظنون اور سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ ۴۳ھ

میں فوت ہوئے جیسا کہ الفوائد البیہ میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ۴۳ھ میں رحلت فرمائی۔ طاش

کبریٰ زاہد مفتاح السعادة میں لکھتے ہیں کہ حسن تاریخ نہیں کہا سبکی نے وفات پائی۔ اسی میں آپ

نے رحلت فرمائی۔ اور یہ تھی ۴۳ھ۔ اس کی بادشاہی ہم سال تک رہی اور اس نے

اپنے قلم سے اپنا سال ولادت ۴۰۲ھ لکھا۔

۱۶۱ - شیخ عمر بن محمد سنائی

یہ تو نام ہے اور لقب ضیاء الدین ہے۔ نام سے ترک

اقامت کے بعد دہلی سکونت اختیار کر لی۔ طریقہ نقشبندی

اور دریں میں بے عدد مواعظ تھے (لو شہودی)

«الشیخ فاضل الکبیر العلامۃ» عمر بن محمد بن عوف الخنفی اللہام ضیاء الدین سنامی۔
زیلہ و تقویٰ میں راسخ القدم و صاحب دیانت اور شریعت کی پابندی میں نہایت
مضبوط تھے۔

اسانڈہ

شیخ کمال الدین سنامی نے کہا شیخ عمر محمد رسول عبادت میں منہمک رہے اور تیس سال
سے زیادہ عرصہ تک وعظ و تذکیر میں مصروف۔ بدعتیوں پر بہت نکتہ چینی کرتے اور کسی کا خوف
دل میں نہ لاتے۔ ان کی مجالس میں تین ہزار سے زیادہ سامعین جمع ہوتے۔ جن میں عوام
کے ساتھ خواص بھی ہوتے۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ دوران وعظ کوئی شخص ادھر ادھر
متوجہ نہ ہوتا۔

شہنشاہ دین حضرت نظام المشائخ پر گرفت

وہ ممدوح پیران کے شوق سماع کی وجہ سے بہت اعتراض کرتے۔ مگر شاہ صاحب
کبھی اس کا جواب نہ دیتے۔ بلکہ معذرت اور اپنی طرف سے اطاعت و فرماں برداری ہی
کا اظہار کرتے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ:-

جب شیخ محمد عمر سنامی آخری علالت میں صاحب فرماں
ہوئے تو حضرت ممدوح ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے
شیخ صاحب کو اطلاع ہوئی تو سر سے اپنا عمامہ اتار کر خدام کو دیا
کہ شاہ صاحب کے رستے میں بچھا دیا جائے۔ شاہ صاحب
نے عمامہ لپیٹ کر بوسہ دیا۔ سر پر رکھ کر ان کی خدمت میں پہنچے
شیخ صاحب آپ کو دیکھ کر رو دیے۔ اس پر شاہ صاحب
نے فرمایا

مات من كان منفرداً في حماية الشرع والذنب
عند منتهى ۛ

(جو شخص شریعت کی حمایت اور اس پر سے الزام رفع کرنے
میں منفرد آتا۔ آری وہ فوت ہو گیا ہے۔

شیخ عصمت اللہ ابن محمد اعظم سہارن پوری نے اپنی تالیف کے ماہر باب السماع
میں لکھا ہے کہ :-

”جب حضرت شاہ صاحب نے حاضری کی خواہش و آرزو کی
تو شیخ نے کہا کہ میں اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں ایک بدعتی کو
دیکھنا نہیں چاہتا۔

حضرت نے یہ سنا تو فرمایا کہ ”بدعتی اپنی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔“

تب حضرت سنائی نے اپنا عامرہ ان کی راہ میں بچانے کے لیے خدام کو دیا۔

علامہ برنی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میرے والد علمائے متبحرین سے تھے۔ فرماتے

کہ محمد عمر سنائی کو تفسیر القرآن میں ید بیضا حاصل تھا۔ وہ ہر ہفتے درس قرآن فرماتے جس میں تین

ہزار افراد ہر درجے اور طبقے کے جمع ہوتے۔ مگر وہ شاہ نظام الدین صاحب کے عمل سماع

سے بہت متنفر تھے۔

تصانیف

۱ - لصاب الاحتساب - مفید کتاب - ۴۵ ابواب پر مشتمل ہے - اولہ الحمد للہ الحبيب

الرقیب علی نوالہ ایماناً واحتساباً -

۲ - تفسیر سورة یوسف

۳ - الفتاویٰ الضیائیة

نمبر ۲ میں لکھن آیت یا ابانا ملک لا تامنا لکھا ہے کہ بول چال میں انبیاء اور غیر انبیاء کی اولاد کیسالی ہے۔ وہ اپنے باپ کو لفظ ابانا اور عوام اہلی سے پکارتے ہیں جس سے اولاد انبیاء کی دوسروں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۱۷۷۔ شیخ عین الدین بیجاپوری

(ایک ستیس کتابوں کے مصنف)

شیخ العالم الکبیر، ابو العون المجدیدی المعروف بہ خزانة العلم۔ مولد دہلی، سن ۱۱۳۵ھ

(مترجم)

لیکن حضرت یوسف ہی نے دو مرتبہ ثابت کہہ کر پکارا!

۱۔ یا ایت انی رطیت احد عشر کوکباً

۲۔ یا ایت ہذا تاویل اریا ہی من قبل

اور حضرت ابراہیم نے بھی!

۱۔ اذ قال لابید یا ایت لم تعبد ما لا یسمع

۲۔ یا ایت انی قد جاءنی من العلم

۳۔ یا ایت انی قد جاءنی من العلم

۴۔ یا ایت لا تعبد الشیطان

دو قصہ بنا کر حضرت شعیب!

۱۔ قالت احدھما یا ایت استاجرہ

دور القیاد اسماعیل یا ایت افضل ما تو مر

پس اولاد انبیاء کا اپنے باپ کو بصیغہ جمع متکلم پکارنا ان کی فضیلت کا ثبوت نہیں۔ پھر حضرت

یوسف کے واقعات میں جو اباؤں سے ہے تو اس کا فاعل بھی جمع ہے۔

سین رشد میں دولت آباد کن پہنچے اور شیخ علاء الدین حسینی جوہری — — شیخ شمس الدین
دلخانی اور دیگر بے شمار اساتذہ علم و فن سے پڑھا۔ شیخ منہاج الدین کتیمی الاضاری کی خدمت
میں زیادہ عرصہ گزارا۔

بعد از فراغ عین آباد السکر ^{۱۳۳۷ھ} _{۱۳۳۶ء} میں آئے اور یہاں سے اسی سن میں بیجا پور!

جہاں برسوں تدریس فرمائی۔

طریقیت میں شیخ حسین بن محمود شیرازی۔ شیخ محمد بن یوسف دہلوی اور دوسرے متعدد

شیوخ سے اکتساب فرمایا۔

ان کی تصانیف کی تعداد صاحب الروضہ نے (۱۳۲) لکھی ہے۔ جن میں مشہور تر کتابیں

ا : الملحقات (در تاریخ)

ب : طور الابرار

ج : کتاب اللسنا

د : تاریخ الاولیاء من اہل ہند۔ ہیں۔

اور ان کے اشعار میں یہ شعر نقل کیا گیا۔

تالو نہ رسی بہ شیخ باحق نہ رسی

زیرا کہ میان شیخ و حق نیست دوئی

بیجا پور سے جہاں جہاں الاخری ^{۱۳۹۵ھ} _{۱۳۹۳ء} میں انتقال فرمایا اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۱۷۸۔ خواجہ عین الدین ہندی

الامیر الکبیر اور اپنے عہد کے ممتاز الافاضل تھے۔ عین الملک کے نام سے مشہور تھے۔
محمد تغلق نے انہیں اودھ اور ظفر آباد کی حکمرانی عنایت کر دی۔ مدتوں اس منصب پر رہے۔ کئی بستیاں فتح کیں اور دوستوں کی اصلاح فرمائی۔
تب تغلق نے آپ کو دکن کے علاقے پر نگرانی کے لیے تجویز کیا۔ تغلق بڑا خود رائے اور جفا پیشہ تھا۔ ناسحق ان پر بدگمان ہو کر جلس میں بھجوا دیا اور اس سے پہلے عین الملک پر حملہ کر کے مقاتلہ کی عادت بھی پوری کر لی۔ مگر کچھ عرصہ بعد دماغ سکون پذیر ہوا تو انہیں رہا کر دیا۔ کیونکہ وہ انہیں دل سے محبت بھی کرتا تھا۔

اتنے میں تغلق خود ہی دنیا سے سدا گئے۔ جس کے بعد فیروز شاہ سرسیر رائے سلطنت ہوا۔ تو عین الملک کو دیوان و وزارت کا عہدہ عنایت فرما کر مشرف الملک کا خطاب پیش کیا۔ جس منصب پر کھوڑا سا زمانہ گذرا تھا کہ بادشاہ نے انہیں ملتان کی ولایت تفویض کر دی۔ عین الملک نے فیروز شاہ کے لیے بہت سی کتابیں لکھیں۔

۱۷۹۔ غیاث الدین متعلق بادشاہ

۶۲۵ھ ماہ ربیع الاول
۱۳۲۲ء

«الملک العادل الافاضل» قرونہ دیا کروانہ (ترکوں کے ایک خستہ حال قبیلہ میں سے تھے۔ سندھ میں اسلامی بادشاہت عروج پر تھی۔ ان کے بھائی عدلو خاں سلطان علاء الدین خلجی کی حکومت میں ایک متوسط منصب پر فائز تھے۔ غیاث الدین یہاں آ پہنچے تو انہیں بھی سلطنت میں ایک عہدہ مل گیا۔ جس کی وجہ سے ان کی قابلیت بہت جلد معلوم ہو گئی اور انہیں

شاہی اصطلیل کی داروغگی پر متعین کر دیا گیا۔ ترقی کا ایک اور زنیہ انہوں نے طے کیا کہ امرائے سلطنت کے چھوٹے و طیفہ سلطنت میں شاہی داروغگی کے بعد ایک ہی جہت میں امرائے کبار کے درجے پر آتی تھی۔ اور ملک العازی کے لقب سے ملقب ہونے لگے۔ اسی دوران میں انہوں نے تانارلوں سے ۲۹ جنگیں لڑیں۔ اور ہر جنگ میں انہیں شکست دی۔

سلطان خلجی نے انہیں قصبہ دیپالپور کی نظامت پر مامور کر دیا۔ ان دنوں خسرو خاں قطب الدین کے منہ لگا ہوا تھا۔ اس نے انہیں تمام شاہی اصطلیل کا نگران اعلیٰ مقرر کر دیا اور وہ انہیں دیپالپور سے بٹانا چاہتا تھا۔ تب عیث الدین نے کشلو خاں سے مدد طلب کی اور سلطان کی عنایات کا حوالہ بھی دیا۔ وہ اس وقت دیپالپور سے ۳۰ روز کی مسافت پر ملتان میں تھا۔ کشلو خاں نے کہا کہ میرا بیٹا محمد جو اس وقت دہلی میں ہے اگر میرے پاس ہوتا تو میں ضرور آپ کی مدد کرتا۔ اس پر تعلق نے براہ راست محمد کی طرف دہلی خط بھیجا اور اپنی مصیبت بیان کی۔ محمد اس کی حمایت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ مگر اس نے خسرو خاں کو ایک چکمہ دیا جو کارگر ثابت ہو گیا۔ وہ پہلے تو اپنے والد کے پاس ملتان گیا۔ اور اپنے دوسرے بھائی

۱۔ قطب الدین خلجی خولصورت لوزبان تھا۔ اس کے سر پر بہت خولصورت لہنے بال تھے اور وہ امر پرستی میں اپنے سب بڑوں سے بڑھا ہوا تھا۔ گجرات میں ایک قوم پروار نام کی آباد ہے۔ یہ بہت ادنیٰ اہمیت کی ذات ہے۔ ناچناگانا ان کا پیشہ ہے۔ ان کی عورتیں بھی خولصورت ہوتی ہیں۔ اور مرد بھی۔ گجرات کی لڑائی میں جو لوگ گرفتار ہو کر آئے تھے ان میں ایک لڑکا بہت خولصورت تھا اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کا نام خسرو خاں رکھا گیا۔ قطب الدین خلجی کو اس سے بہت محبت ہو گئی۔ اس نے رات دن اسے اپنے پاس رکھنا شروع کر دیا۔ آخر بادشاہ اسی بد قماش کے ہاتھ سے مارا گیا۔

کو سمجھنے کے لئے کہ تعلق کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ تعلق نے یہ سنا تو اپنے طور پر بھی لشکر جمع کر لیا۔ کشلو خاں آہی پہنچا۔ ادھر خسرو۔ آمادہ پیکار ہی تھا۔ پہلے اس نے اپنے بھائی خان خانان (اصلی نام جاہر یا تھا۔ حسن نظامی) کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ گھمسان کارن پڑا مگر غیاث الدین اور کشلو خاں نے جاہر یا کو پیچھے دھکیل دیا۔ جو اپنے بھائی خسرو خاں کے پاس آ گیا تھا۔ اس معرکہ میں ان کا لشکر اور خزانہ و اموال سب تہمتس تہمتس ہو گئے۔۔۔۔۔ ادھر تعلق نے وہی کارخ کر لیا جن سے مقابلہ کے لیے خسرو خاں آگے بڑھا۔ فریقین میں شدت کی جنگ ہوئی۔ تعلق کے لشکر ہی بھاگ نکلے۔ مگر غورہ اپنے ۲۰ سو قریبی سپاہیوں کے ساتھ میدان میں ٹھہرا رہا۔ ادھر خسرو خانی نہریت خوردہ مسلمان سپاہیوں کا سامان لوٹنے میں مصروف تھے۔ ادھر تعلق نے اپنے قزاقوں کو ابھار کر دوبارہ حملہ کر دیا۔ خسرو خاں کے لشکر میں تو نہ تو ہی ہنڈ سپاہی تھے۔ ایک ایک کر کے چھپٹ گئے۔ تعلق نے خسرو خاں کے سپاہی اور خسرو خاں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور قطب الدین خلجی کی خالی جگہ خود پر کر دی۔ جس پر اس نے چار سال واد حکومت دی۔

اجتلاق

غیاث الدین ان صفات سے متصف تھا۔ علمی برتری۔ عدل۔ حلم۔ سخاوت۔ پرہیزگاری

اخلاق حسنہ، فراست، دین داری۔ نماز باجماعت کی پابندی۔

وہ دیوان عام میں صبح سے لے کر شام تک لوگوں کی دادرسی کے لیے بیٹھا تھا۔ اور

اس پر بھی عوام کی تکالیف دریافت کرتا رہتا۔ علماء اور مشائخ کی تعظیم میں سبقت کرتا۔

اس نے اپنے بیٹے جوڑن نام کو ورنگل دکن بھیجا۔ تلنگا کا علاقہ فتح کرنے کے لیے

خردنبگال کے بادشاہ عیث الدین نے اپنے مقتول بھائی قتلوال خاں کا انتقام لینے کے لیے کوچ کیا۔ جس لڑائی میں اس کے دوسرے بیٹے بھی کام آگئے تھے۔ ماسوائے شہاب الدین اور ناصر الدین کے جنہوں نے نبگال سے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی۔۔۔۔۔ اور تعلق اپنے حریف پر فتح پا کر اسے قید کر کے دہلی روانہ ہوا۔ اس لمحہ میں اس نے اپنے بیٹے کی طرف لکھا کہ میرے دہلی میں قدم کے لیے ایک نیا قصر شہر سے باہر تعمیر کرایا جائے۔ جو ۲۰ روز میں مکمل کرادیا گیا۔ اس محل میں زیادہ تر حصہ لکڑی سے اٹھایا گیا۔ ستون اور فرش بھی کاٹھ ہی کے تھے۔ کرسی اونچی تھی۔ اس کے بنوانے میں علوم ہندسیہ کا بھی دخل تھا اور یہ کام احمد بن ایاز دہلوی کی نگرانی میں تعمیر ہوا تھا۔ لیکن ایاز احمد نے اس کی تعمیر میں یہ بندش رکھ دی کہ جب شاہی سواری کے ہاتھی محل میں داخل ہوں۔ اس کی چھت اور دیواریں دھڑام سے گر پڑیں۔ ایسا ہی ہوا کہ ادھر شاہی سواری اور اس کے ندیموں کے ہاتھیوں نے قصر کے بڑے دالان میں قدم رکھے۔ ادھر محل کی دیواریں اور چھتیں ہاتھیوں پر گر پڑیں۔ یہ حادثہ دیکھ کر شہزادوں نے چلا کر کہا کہ مزدوروں کو بلاؤ۔ اتنے میں سورج ڈوبا گیا تو لاشیں برآمد ہوئیں۔ جن میں قطب الدین کی نعش بھی تھی۔ اور رات رات میں سب دفن کر دی گئیں۔

متعلق آباد

شہر دہلی سے باہر موجودہ مقبرہ ہمالیوں کے قرب میں ایک نیا شہر تعلق آباد کے نام سے اسی بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔ عیث الدین نے ماہ ربیع الاول ۷۴۵ھ میں وفات پائی۔

۱۔ احمد بن ایاز یا ایاز احمد صدر جہاں ایہ دولت آباد دلوگیر کا باشندہ بہر دیو نام تھا۔ حضرت شہنشاہ دین کے ہاتھ پر مرید ہوا۔ سلطان قطب الدین غلجی کے ولی عہد جنہاں خاں نے اسے خواجہ جہاں کا خطاب دے کر شاہی عمارت کا نگران اعلیٰ مقرر کر دیا۔ یہ محل موضع افغان پورہ کے سروانے میں بنا گیا۔ (منظامی سنسری خواجہ حسن منظامی)

۱۸۰۔ غیاث الدین ملک بنگال

۴۵
۱۳۷۴ھ

«الملك المورید» غیاث الدین ابن سکندر بن سمش الدین۔ مشہور بادشاہ ہیں جو اپنے والد کی رحلت کے بعد ۷۶۷ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ اس شہر کا نام بالکل الہ تھا۔ مامنی میں بنگال میں نہایت پر رونق شہر تھا۔

یہ بادشاہ فضل و کمال میں بھی معروف تھا۔ درسیات شیخ حمید الدین ناگوری سے پڑھیں مشایخ آتے تو ان کے ساتھ اہسان کرتے۔ یہ رویہ عامتہ الناس کے ساتھ تھا۔ ایک مرتبہ اپنے غلام یا قوتی العیانی کے ہا محضوں بہت بڑی رقم خرین بھیجی۔ تاکہ وہاں کے مساکین میں تقسیم کر دی جائے۔ اور وہاں پر ایک مدرسہ اور حاجیوں کے لیے ایسی دارالاقامتہ تعمیر کرا دی جائے جس کے ساتھ آمدنی کے وسائل بھی ہوں تاکہ مدرسہ کے مصارف نکل سکیں۔ اس تمام تجویز میں سلطان کے نیک دل وزیر خاں جہاں بھی شریک تھے۔

یا قوت غیانی نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ اور نہان سرانے کے لیے ایسے دو گھر خریدے جو پاس پاس تھے۔ یہ گھر باب ام ہانی کے قریب تھے۔ پہلے انہیں مسمار کرا کے زمین کے برابر کر دیا پھر از سر نو مدرسہ اور رباط (جہاں سرانے) کے لیے عمارت تعمیر کرائی۔ اس کے لیے دو واٹر وکس اور نہر کافی سے پانی لینے کے لیے چار موگے (پانی کے منہ) بنوائے۔ جنہیں مدرسہ کے لیے وقف کر دیا۔ مدرسین میں سے ہر چہار مسالک کے مدارس قرار پائے۔ طلباء کی تعداد ساٹھ تک مقرر کر دی۔ طلباء کی دارالاقامتہ کے لیے مدرسہ کے سامنے ۵۔ سو طلائی مثقال کا ایک محل خریدا۔ جو جہاں سرانے کا کام بھی دیتا۔ سید حسن شریف مکہ نے ان دونوں مکانات اور ان کے سقاوں سے چھتہ رکانی سے ۱۲۔ ہزار طلائی مثقال سے ایک حصہ خرید لیا۔

اس کے سوا سلطان غیاث الدین نے اہل مکہ کی امداد کے لیے جہاں بھیجا تھا شریف

نے اس میں سے تیس ہزار طلائی مثقال عرفات کے چشمہ کی اصلاح کے لیے وصول کر لیے۔ اور اس نے اپنے ایک معتد کو چشمہ بازان کے اندر کوڑا کرکٹ کی صفائی کے لیے مقرر کیا۔ جس کی وجہ سے اس چشمے کا پانی برسوں سے بہنا بند ہو گیا تھا۔

سلطان کے وزیر خان جہان نے یاقوت کے ہمراہ ایک غلام حاجی اقبال کو مدنیہ منورہ کی اصلاح کے لیے بے شمار رقم دے کر بھیجا۔ مگر وہ کشتی جذبہ کے پاس آ کر تباہ ہو گئی۔ اور تمام مال منال سمندر میں غرق ہو گیا۔ یہ تذکرہ مفتی قطب الدین محمد ابن احمد نروالی نے اپنی تاریخ فتح مکہ میں کیا ہے۔

فی الحمد للہ سلطان ممدوح نہایت اچھا بادشاہ تھا اور اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کی شہرت تمام اطراف و اکناف عالم میں پھیل چکی تھی۔ حاجت مند دور دور سے اس کے پاس آتے اور ہمیشہ کامیاب ہو کر لوٹتے۔ حافظ شیرازی نے اس کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے۔

آں چشم جادوانہ عابد فریب من

کس کارواں سحر بدنبالہ سے رود

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان بند

زمین قند پارسی کہ بہ ننگالہ سے رود

حافظ ز شوق مجلس سلطان عیاشین

خامش مشو کہ کار تو از نالہ سے رود

لحہ بجوا کہ نہر جمال تاب

(درتین ص ۱۰۳)

۱۸۱۔ مولانا فخر الدین زرادھی

۳۴۸
۱۳۲۶
(لجہد سلطان محمد تغلق)

«الشیخ الفاضل العلامة» مبارک و منشأ قصبہ سامانا۔ کم سنی ہی میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اور من رشد کے قریب دہلی آکر مولانا فخر الدین ہالنسوی کے سامنے زائوئے تلمذتہ کیے۔ اس عرصہ میں قاضی کمال الدین ہالنسوی اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی بھی ان کے اسباق میں شریک تھے۔ صاحب تذکرہ حضرت نظام المشایخ کی زبان پر اکثر طعن و دراز رہتی۔ جس سے حضرت محمود اودھی انہیں منع کر کے شاہ صاحب کی خدمت میں باریابی کی تحریک کرتے۔ آخر ایک روز وہ شاہ صاحب کے حضور میں پہنچ ہی گئے۔

اور آپ کو دیکھتے ہی حالت طاری ہو گئی۔ سیر القیاد حجاب کیا۔ مدلول حضرت کی خدمت میں ملازم رہے۔ اور سلسلہ تدریس بھی قائم رکھا۔ حضرت سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔

زیارۃ حرمین کے لیے گئے اور لجا از فرارغ بغداد پہنچے۔ کئی شیوخ سے حدیث پڑھی۔ واپسی میں سمندر میں گر کر جان بحق ہوئے۔

احساق

صاف گوئے خوف، خصوصاً دین کے معاملہ میں کسی شخص کی خفگی خاطر میں نہ لاتے۔ ظالم سلطان کے سامنے حتی گوئی سے زبان نہ روکتے۔ جیسا کہ کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ محمد تغلق نے انہیں صرف قتل کرنے کے لیے بہانے سے طلب کیا۔ اور کہا کہ میں تار سے نبو آزمائی کے لیے تیار ہو رہا ہوں۔ آپ مسلمانوں کو میری معیت کے لیے آمادہ کیجیے۔ مولانا نے جواب میں صرف الشار اللہ کہا۔ سلطان نے جواب دیا کہ الشار اللہ تو شک کا کلمہ ہے۔ مولانا نے

جواب دیا کہ آپ بھی بر مستقبل کے لیے یہی کلمہ استعمال کیا کیجیے۔ بادشاہ نے کہا۔ مجھے نصیحت کیجیے تو فرمایا کہ غصہ چھپایا کیجیے۔ سلطان نے کہا "غصہ کیا ہے؟" فرمایا۔ غصہ ہے درندوں کا سنا غنیز و غضب۔ یہ سن کر سلطان اور بھی غضب میں بھر گیا۔ مگر خاموش رہ کر دنیاروں سے بھری ہوئی تھیلی طشت میں سجا کر پیش کی۔ کہ اگر مولانا قبول نہ کریں تو ان پر گرفت کا یہی بہانہ ہو جائے۔ مولانا کے ہمراہ آپ کے شاگرد قطب الدین تھے۔ انہوں نے تھیلی لے لی اور دوڑوں اس قتال بادشاہ سے جان سلامت لے کر واپس لوٹ آئے۔

مولانا زراعی حضرت نظام المشایخ کے خلفا میں بوجہ ممتاز تھے۔ وہ حاضر جواب۔ خوش کلام اور ذہین ہونے کے ساتھ جملہ علوم میں ماہر تھے۔

تلاذہ

شیخ سراج الدین عثمان اودھی — مولانا رکن الدین اور ان کے بھائی
صدر الدین اندرتی — محمود ابن المبارک کرماتی اور ان کے عم بزرگوار حسین
ابن محمود وغیرہ۔

مصانیف

(۱) عثمانیہ — در علم صرف شیخ سراج الدین محدود کے لیے۔

(۲) الخمسین — ان مسائل کلامیہ میں جن کا سمجھنا مشکل ہے۔

(۳) کشف القناع عن وجہ السماع

(۴) اصول السماع

مؤلف نزہۃ الخواطر فرماتے ہیں۔ ہم نے آخری رسالہ د ۴ کا مطالعہ کیا ہے۔

رسالہ اصول سماع میں ان کے فوائد!

اہل سنت والجماعت میں فرقوں میں منقسم ہیں۔

۱ - فقہا

۲ - محدثین

۳ - صوفیا

انصے میں سے فقہاء و محدثین پر یہ طعن کرتے ہیں کہ وہ صرف حدیث کے پیرو ہیں اور حدیث کی پرکھ کے لیے صرف سند صحیح پر اکتفا کرتے ہیں۔
لیکن صوفیاء خود کو اہل الرائے بتاتے اور رائے کے مقابلے میں خبر واحد کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک خبر واحد کے مقابلے میں قیاس یعنی درایتہ قابل قبول ہے۔ اگرچہ خبر واحد کے تمام راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں۔

متوجہ۔ اور خبر واحد بمعنی ایسی حدیث کے ہے جس کا راوی کسی درجے میں تنہا رہا ہے۔ صحابی ہو یا تابعی۔ مثلاً

راویوں میں ا ب ج د ہیں
صحابی تابعی تبع تابعی۔

اگر روایت ا سے ہے اور ا صحابی بھی ہے مگر اس کا ہم نوا اس روایت میں کوئی دوسرا صحابی نہیں۔ اسی طرح ب، ج، د، ہ کا ناجرا ہے۔ تو یہ خبر واحد ہوئی۔ ایسی حدیث کے مقابلے میں رائے یا قیاس ہے تو یہ قابل قبول ہے۔

مگر محدثین خبر واحد کو بھی قیاس کے مقابلے میں قابل عمل گردانتے ہیں۔

اب رہے صوفیہ۔ تو ان کے لیے خبر واحد اور قیاس و رائے سب محبوب ہیں۔ اس لیے کہ ان کی توجہ ذات لائکہ کی طرف۔ اور ما سوا اللہ سے ہٹتی ہوئی ہے۔ وہ مذاہب اربعہ کے قیاسات کے مقابلے میں صرف احوط (مخاط) بات قبول کرتے ہیں نہ کہ مذہب معین کو۔ ان کی ایسی ادا پر انہیں "انصوفی لا مذہب لہ" کا طعن دیا گیا یعنی وہ شافعی مالکی حنبلی اہل حنفیہ کسی کا مسلک تسلیم

نہیں کرتے۔ بلکہ اس قول رسول علیہ السلام سے تمسک کرتے ہیں۔ اختلاف امتی سنتہ فی الدین کہ میری امت کا اختلاف ان کے دین کی وسعت کے لیے ہے۔ پس جب اختلاف دین وسعت کا ذریعہ ہے تو مذہب معین پر رہنا وسعت کو ہی دو کرنا ہوا۔ اور دین میں تضیق کرنا ممنوع ہے کیونکہ امتی کے لیے اس میں تکلیف ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ جب ایک اعرابی نے آنحضرت کے سامنے دعائمانگی کہ

اللہم ارحم منی و محمداً و لا ترحم معنا احداً

ترجمہ:۔ یا اللہ مجھے اور محمد کو اپنے رحم کا مورد بنا لے اور ہم دونوں کے ساتھ کسی اور کو اس کا مورد نہ بنا نا۔

جس پر آنحضرت نے اعرابی سے فرمایا۔ ارے! تجھ پر واسعاً تو نے توسیع دائرے کو محدود کر دیا!

جس سے ثابت ہوا کہ مذہب معین کا لزوم کوئی شے نہیں۔ جو صرف عوام کے لیے ہو سکتا ہے۔ اس کی تائید صوفیہ کا یہ قول بھی کرتا ہے کہ دین میں صرف کتاب و سنت کافی ہے۔ انہی پر محققین کا اتفاق ہے۔ کتاب بمعنی قرآن کی آیت "فاستلوا اهل الذکر انکم لالاعلمون" ہے کہ اگر خود تم مسئلہ نہیں جانتے تو جاننے والوں سے سوال کرو۔ اس آیت میں سوال کرو کے ساتھ کسی معین مذہب والے کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ ثابت ہوا کہ مذہب معین کی پیروی بدعت ہے!

اور سنت ہے رسول علیہ السلام کا ارشاد اصحابی کا النجوم بالیہما اقتدیتم اھتدیتم میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کا بھی تم اتباع کرو گے۔ منزل پر پہنچ جاؤ گے۔ پس آنحضرت کا ارشاد بہ لفظ اقتداء مانند آیت متذکرۃ الصدر میں لفظ سوال کا مترادف ہوا۔ و بارۃ ترک اختیار (مذہب معین) کے۔

رہا اجماع! تو اجماع کا معنی ظاہر ہے یہ کہ علماء مجتہدین کے اقوال پر احاطہ کے بعد

کسی قول اور حج کی امتیاز۔ جو طالب علم کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں (طلب العلم فرضیہ علی کل مسلم و مسلمة) (علم کی طلب ہر مسلم مرد و زن پر واجب ہے۔) پس مذہب معین کی پابندی یا تقلید بند کرنا ہے وسعت کو۔ یہی حال قیاس کا ہے کیونکہ اس میں بھی فی المعنی ترجیح ہے کسی ایک قول مرعوم پر اور یہ بھی دین میں اخلاق ہی ہے۔

پس جب کہ صوفی کسی ایک مذہب کے پابند نہیں تو ان کے بارے میں فقہا کی رائے کو کوئی وزن نہیں رکھتی۔

۱۸۲۔ شیخ فخر الدین مروزی

م ۴۳۶
۱۳۳۵ھ

(لجہد محمد تخلق)

والشیخ الفقیہ الزاید "فضل و بزرگی میں فروروزگار اور حضرت نظام المشایخ کی بیعت سے سرفراز۔ جس کے لجد خود کو تقویٰ و عبادت کا ایسا پابند کر دیا کہ ان کے دور میں ان کا مثل سنانہ گیا۔

۱۸۳۔ مولانا فخر الدین ناقلی

(لجہد غیاث الدین بلبن)

والشیخ الفاضل العلامة المعمر الناقلہ فقہ و اصول و ادب عربی میں ممتاز۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں صدر مقرر ہوئے اور ایک عرصہ کے لجد معزول بھی کر دیے گئے۔ اس

کے بعد سلطان جلال الدین فیروز خلجی کا دور آیا۔ تو آپ کو پھر اسی منصب پر فائز کر دیا گیا۔ اس مرتبہ چار سال گزارنے کے بعد معزول ہوئے۔

مشغلہ تدریس جاری ہی رہتا جس سے لا تعداد افراد مستفیض ہوتے۔

۱۸۴۔ مولانا فخر الدین ہانسوی

والشیخ الفاضل الکبیر العلامۃ " اپنے عہد کے ممتاز اساتذہ سے کئے۔ دہلی میں مسند

تدریس آراستہ رہی۔

آپ کے تلامذہ

قاضی کمال الدین ہانسوی۔ شیخ نصیر الدین محمود اور حمی۔ شیخ فخر الدین زر لوی کے علاوہ بے شمار افراد ہیں۔ شیخ حمید الدین دہلوی نے اپنی کتاب خیر المباحس میں لکھا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود نے انہیں ہدایہ سنائی جس میں فخر الدین زرادی بھی ان کے سابق ہیں شریک تھے تصانیف:-

دستور الحقائق و کتاب ضخیم ہے۔

۱۸۵۔ مولانا فخر الدین شمس قاسم

(بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

والشیخ الفاضل " اساتذہ کبار میں سے تھے۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی کے دور

میں دہلی کے اندر تدریس فرماتے تھے

۱۔ برنی (در متن)

۲۔ برنی (در متن)

۱۸۶۔ قاضی فخر الدین بجنوری

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ

ابن سے رکن الدین بن فخر الدین لیسپر عثمان ابن ابوبکر صدیقی السمرکی ثم بجنوری «الشیخ الفقیہ الصالح» زید و تقویٰ ہیں ممتاز اور حضرت نظام المشایخ کے رشتہ بیعت میں منسلک ہونے کے بعد شیخ نصیر الدین محمود اودھی کی بیعت کا رقبہ حاصل کیا۔ زید اور لوگوں سے کنارہ کشی میں ہمیشہ تھے۔ بجنوری ہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۱۸۷۔ فخر الدین زاہدی میرٹھی

ابن سے شہاب الدین بن فخر الدین الزاہدی میرٹھی دہلوی۔ ہندوستان کے مشہور مشایخ سے تھے۔ شیخ جلال الدین حسین ابن احمد حسینی بخاری کی دہلی میں ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ بہاء الدین گنج او ان۔ کاپی میں سکونت پذیر ہوئے۔

۲۔ بدر الدین

۳۔ صدر الدین جون پور میں اقامت فرمائی اور جلال الدین محمود سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

۱۸۸۔ مولانا فخر الدین دہلوی

«الشیخ الکبیر ستمس الملک» دہلی کے امراء کے بار سے تھے۔ اتفاق سے حال طاری ہو گیا۔ تو بہان الدین ہالنوی غریب کی خدمت میں ملازمت اختیار فرما کر طریقہ چشتیہ میں منسلک

ہو گئے۔ امارۃ اور مناصب شاہی ترک کر دیے۔ اور دہلی سے دولت آباد دکن میں منتقل ہو گئے
جہاں شیخ ہالنوی ممدوح کا زاویہ تھا۔ وہیں آسودہ لحد ہوئے۔ اور ان کی قبر عوام و خاص کی
زیارت گاہ ہے۔

۱۸۹۔ شیخ الاسلام فرید الدین اودھی

م ۱۳۵۱ھ

«الشیخ العالم الکبیر العلامۃ» ایسے مشہور عالم کہ ان کے زمانے میں نحو و لغت و عربیت
میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ اور وہیں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے۔ شیخ شمس الامجد
بن بچائی اودھی نے ان سے پڑھا۔ اور علاء الدین نبلی نے آپ سے کشف پڑھی۔

۱۹۰۔ شیخ فرید الدین ناگوری

«الشیخ العالم الفقیہ» محمود بن علی الحمیدی السعدی السوالی شیخ فرید الدین ناگوری۔
اپنے دور کے ممتاز مشائخ سے تھے۔ ناگور مبداء و منشأ ہے۔ طریقت میں اپنے والد سے
فیض یاب اور ان کی رحلت کے بعد ان کے قائم مقام۔ ضیاء الدین بخشنبی اور دوسرے بہت
سے افراد خروان سے مستفیض۔ تصانیف میں کتاب سر الصمد اور اپنے عہد کے حالات پر جنہیں
اپنی کلم سنی ہیں دیکھا۔ اجازہ حدیث و ارشاد اپنے والد سے ہے۔ عہد نے ان کے لیے دعا اور
خرقہ دولئی عنایت فرمائے۔

۱۔ سیر الاولیاء در متن

۲۔ بحر الزخار (در متن)

۱۹۱۔ شیخ فرید الدین دولت آبادی

۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

الشیخ العالم الفقیہ المشہور بالادیب۔ چشتیہ کے مشایخ کبار سے ہیں۔ طرقت میں شیخ برہان الدین محمد السنوی غریب سے مستفیض۔ جن کے دلوں ملازم خدمت رہے۔ یہاں تک کہ درجہ کمال تک پہنچے۔ شیخ کو ان سے بے حد محبت تھی۔ شیخ کی رحلت سے ۱۳ روز قبل آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی قبر زیارۃ گاہ خاص و عام ہے۔

۱۹۲۔ شیخ فضل بن محمد ملتانی

الشیخ الفقیہ الزاہد فضل بن محمد بن زکریا اسدی القرشی یعنی شیخ فضل الدہلوی۔ علم و معرفت میں ممتاز اور اپنے والد شیخ صدر الدین محمد عارف سے مستفیض۔ ان سے شیخ شمس الدین مصری محدث نے کتاب کیا ہے۔

۱۹۳۔ مولانا شیخ الدین دہلوی

(عبد سلطان عیاش الدین بلبن)

”الشیخ الفاضل“ علم و عمل میں ممتاز الاقران۔ اصول فقہ شیخ شمس الدین قوشچی سے حاصل کئے ہیں قاضی محی الدین کاشانی بھی شریک سبق تھے۔ بقیہ فنون دوسرے اساتذہ سے حاصل کیے۔ ذہن رسا اور بات کرنے کا ملکہ تھا۔ اپنے زمانہ تدریس و افادہ میں بڑی شہرت حاصل کی۔ بادشاہ عیاش الدین بلبن نے اپنے شہزادوں کی تعلیم پر آپ کو مقرر کیا۔

لکھ بربنی (درمبن)

اور برسوں تک پڑھاتے رہے۔ معزولی کے بعد حضرت شہنشاہِ دین کی خدمت میں ملازم ہوئے اور برسوں یہ چاکری کرتے رہے۔ شیخ کی زندگی میں رحلت فرمائی۔

۱۹۴- قاضی فصیح الدین بھری

(اجہد تخلق)

«الامیر الفاضل علاء الملک فصیح الدین الروی الخراسانی احد الفقہاء المحنفیہ» شہر سیرت میں قاضی تھے۔ ہندوستان تشریف لے آئے۔ تو سلطان مذکور نے آپ کو شہر لاہری کا نگران مقرر کر دیا۔

یہ شہر بحر ہند کے ساحل پر ہے۔ دریائے سندھ کا سنگم اسی شہر کے پائیں میں ہے۔ یہاں کی صفت میں جہازوں کے لنگر اس قدر مشہور تھے کہ یمن اور فارس تک کے بیوپاری ان کے لیے آتے۔ جس کی وجہ سے یہاں پر سرکاری لگان اور عوام کی دولت دونوں زیادہ تھے۔ انہوں نے جب یہ رنگ دیکھ کر تخلق کی طرف لکھا کہ اس شہر سے ساٹھ لاکھ سالانہ لگان ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا نیم وہ (۲۰) وال حصہ راقم کو عنایت فرمایا جائے۔

۱۹۵- فیروز شاہ دہلوی

ماہ رمضان از ۷۰۹ھ تا ۷۰۹ھ
۱۳۰۹ء تا ۱۳۰۹ء

«ابوالمظفر کمال الدین فیروز شاہ ابن سالار رجب السطان الصالح» جو سلطان محمد تخلق کے عم زاد تھے۔ اپنے عم نیر گوہار سلطان عنایت الدین اور محمد تخلق دونوں کے زیر سایہ پران چڑھے۔ بڑے ہوئے تو دربار میں صاحب کا منصب حاصل ہوا۔ محمد تخلق کی رحلت در ۷۰۲ھ

در ماہ محرم ۱۲۲۱ھ پر علیا ان کے انکار کے باوجود بیعت کے لیے اٹھ آئی۔ اور شیخ نصیر الدین محمود صدر مملکت اور قاضی و فقہا بھی مصر ہوئے۔ تب انہوں نے بیعت لینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس میں ان کے عدلی اور حسن معاملہ کا بھی دخل تھا۔

زیام حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد انہوں نے دہلی سے جنوب کی طرف ۱۵۵۵ء میں ایک نیا شہر بنیام فیروز آباد آباد کیا۔ دریا ٹے جہنا سے ایک ہزار نکلو اکڑ فیروز آباد کی اراضی سیراب کرنے کا انتظام کیا۔ ۱۵۶۶ء میں دریا ٹے ستلج سے ایک ہزار نکلو اکڑ جہر دستری کی طرف لے جانی گئی۔ جہر اور اس ہنر کے درمیان ۲۸ کوس کا فاصلہ تھا۔ اور ایک کوس ہوتا ہے دو میل کا۔ اسی طرح ۱۵۶۷ء میں جیل مندی اور سر مور سے ایک ہزار نکلو اٹھی۔ ان کی یہ تمام ہنریں سات تختیں۔ جنہیں وہ آلبین کی طرف لے آیا اور یہاں ایک سر بلند قلعہ حصار فیروز کے نام سے تعمیر کرایا۔ اس کے بھی ایک ہزار گھوڑے ۱۵۶۲ء کے نام سے کھدوائی۔ جسے سرستی کی فضیل تک لے جا کر اسے ہنر کھترہ سے ملا دیا گیا۔

اسی طرح ایک اور ہنر سرستی اور سلیم کے درمیان نکلو اٹھی۔ اس سر زمین میں مٹی کے بڑے بڑے ٹورے تھے۔ ہنر سرستی اور سلیم دونوں ہنروں کو ملا کر سر سہ اور منصور پور دس نام کی اراضی سیراب کرنے کی تجویز کی۔ ایک اور ہنر جہنا سے نکال کر خضر آباد اور سفیدون کی سر زمین کی آبپاشی کا اقدام کیا۔ الخضر فیروز شاہ نے (۵۰) ہنریں کھدوائیں۔

اسی طرح ۲۰ مسجدیں - (۲۰) زاویے - (۱۰۰) قصر - (۵۰) شفا خانے - (۱۰۰) مقبرے (۱۰) حمام - (۱۰۰) سوپل اور (۱۵۰) کنوئیں تعمیر کرائے۔

دہلی کے نواح میں ۱۲۰۰ - شاہدرہ کے ارد گرد (۸۰) - چنور کے پاروں طرف باغات - (۲۰) - باغات لگوائے۔ ان باغوں میں سات قسم کے تو صرف انگور

ہی کے تھے۔

آمدنی

ان کے تمام مصارف وضع کرنے کے بعد سالانہ آمدنی (۸۰) لاکھ تنگہ تھی (فی تنگہ آج کے حساب سے ۴۰ روپے کا ہے) اور دو آبدہلی (ماہینہ جننا گنگام میں آب پاشی کا جو انتظام تھا اس کی آمدنی میں سے علماء و مشایخ کو ۱۴ لاکھ ۴۰ ہزار تنگہ وظیفہ ملتا۔ اور عام ضرورت مندرجہ کورسات لاکھ تنگہ !

فیروز شاہ نے دہلی میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جو پتھر کھود کر بنی۔ جو صحن خاص دہلی پر مدرسہ اور جامع مسجد بنوائی۔ جس میں باہر سے ایک چشمہ کا پانی لایا گیا۔ اس مسجد کی نظیر تمام دنیا میں نہ تھی (جیسا کہ برنی نے لکھا ہے)

جب اس نے نگر کوٹ فتح کیا تو جو والا مکھی پر کھڑے ہو کر مندرؤں کا مندر دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اس مندر میں بت پرستوں کی ۱۳۔ سو کتابیں سنسکرت میں رکھی ہوئی ہیں۔ سلطان نے ان میں سے بعض ایسی کتابیں فارسی میں ترجمہ کرا دیں جو ریاضی، نجوم، ادب و موسیقی میں تھیں مشہور فارسی شاعر اعز الدین خالد خانی نے حکمت طبعیہ، تفاعل و تطبیح کی ایک کتاب کا ترجمہ کر کے نام دلائل فیروز شاہی رکھا۔

علاوہ ازیں ضیاء الدین برنی نے دہلی کے بادشاہوں کی تاریخ لکھی۔ سراج عینف نے بھی ایسی ہی ایک کتاب لکھی۔ خود سلطان فیروز شاہ نے ریاست و سیاست میں (۸) البواب پر ایک کتاب مدون کی اور عمال کو حکم دیا کہ الواح حجری پر منقش کر کے جامع مسجد فیروز آباد کے بہت پہلو بنیاد میں یہ الواح رکھے جائیں۔ ماسوائے ازیں فیروز شاہ نے ایک ایسی گھڑی بنائی جو بہر گھنٹہ گزرنے پر ایک مترنم لہر باواز سناتی۔ یعنی ہر ساعتے کہ برداشتہ فاس سے زند

لفصلان عمرے شود آل یاد مے دہند

اس گھڑی سے رات دن کے اوقات ساریہ افطار کا وقت معلوم ہو جاتا۔ یہ گھڑی فیروز پور میں نصب تھی۔

۱۹۴۔ شیخ فیروز دہلوی

«الشیخ العالم الصالح» صلاح و تبحر دولوں میں ممتاز۔ حضرت نظام المشایخ دہلوی کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ اور بے شمار فیوض سے مالا مال ہوئے۔ وہ ایسے قانع پختہ کہ دولت مندوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے نہ ان کے ہدایہ قبول کرتے نہ عوام کے نذرانے۔ دولت آباد میں سپرد لحد ہوئے۔

۱۹۵۔ شیخ قاسم بن عمر دہلوی

«الشیخ الفاضل الکبیر» قاسم بن عمر۔ ان کے والد حضرت عمر نظام الدین اولیاء کے ہمیشہ زادہ تھے۔ یہ دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔ کلام اللہ حفظ کیا۔ مولانا جلال الدین دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے۔ جملہ درسیات آپ سے تابہ ہدایہ و کشف پڑھیں نہایت ذہین اور طبائع تھے۔

تصانیف

لطائف التفسیر سے۔ جس میں اکثر و بیشتر لطائف و اسرار ضبط ہیں۔

۱۹۸۔ شیخ قطب الدین ہالنسوی

۲۶ ذی قعدہ ۷۵۷ھ
۱۳۵۶ء

«الشیخ الزائد الکبیر المجاہد» قطب الدین ابن برہان الدین بن جمال الدین لخمائی ہالنسوی

المشہور بہ منور۔ مشہور مشائخ ہند میں سے تھے۔ ہالنسی مولد و منشا رہے۔ طریقت میں حضرت شاہ نظام الدین دہلوی سے مستفیض ہیں۔ اور برسوں ان کے ملازم رہے۔ شیخ نے ۱۳۲۲ھ میں آپ کو اپنی خلافت عطا فرمائی۔ یہ بڑے زاہد و عابد تھے۔ دن میں روزہ اور رات کو قیام ان کا شعار تھا۔ فکر و ذکر کسی وقت ترک نہ ہوتا۔ دنیا کی کسی شے سے واسطہ نہ تھا۔ امر اور نہی سے بے تعلق تھے۔ تعلق (محمد شاہ) نے دو عدد مواضع جاگیر میں پیش کیے مگر انہوں نے پائے استغنا سے ٹھکرا دیے۔

۱۹۹۔ قطب الدین حیدر علوی

م ۷۹۴ھ
۱۳۹۲ھ

«الشیخ العابد الزاہد» قطب الدین حیدر — صلحاء میں ممتاز تھے۔ ابن بطوطہ نے آپ سے شہر اوج میں ملاقات کی۔

۲۰۰۔ قطب الدین شاہ کشمیری

م ۷۹۴ھ
۱۳۹۲ھ

«الملك المريد» قطب الدین بن شمس الدین شاہ مرزا کشمیری السلطان المنصور اپنے کھائی شہاب الدین کے بعد سریر آرائے حکومت ہوئے۔ عمدہ بادشاہ تھے۔ زلیور علم سے آراستہ، عدل و بخشش سے بہرہ مند، شہر قطب الدین پور تعمیر کرایا۔ اور وہاں عالی شان مدرسہ قائم کیا۔ شیخ علی بن شہاب حسینی ہمدانی ان کے ہاں تشریف لائے۔ تو نہایت جوش و خلوں سے استقبال کیا۔ ان کی بادشاہت ۱۵۔ سال تک ممتد رہی۔

۱۔ سراج عقیف در تاریخ (در متن) ۲۔ تاریخ فرشتہ (در متن)

۲۰۱۔ مولانا قوام الدین دہلوی

دعوتِ سلطانِ غیاث الدین بلبن ————— و ————— مسٹر الدین کیقباد

«الشیخ الحمید الاجمل» الدبیر المشہور «بہ عمارۃ الملک» علم میں ممتاز، سلطان بلبن کے عہد میں دیوانِ النشا کے افسرِ اعلیٰ اور ————— بہ عہد سلطان کیقباد (وزارت) سے فائز ہوئے۔ اشعار و حجابت کے منصب بھی انہی کو تفویض تھے۔ جیسا کہ برنی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے مدوح نے ان کے علم و فضل اور النشا پر دازی اور مکتوب نویسی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں ان کمالات میں کوئی ان کا مثل نہ تھا۔ وہ اپنے دور میں طوطا اور اہم تھے۔ سلطان بلبن نے بنگال سے بعض اسرار کو جادو کی ایک کتاب الفتح نام کی بھجوائی تھی جو ان کے ہاتھ لگ گئی۔ اور انہوں نے لوگوں کے قلوب میں دہشت بھری۔

۲۰۲۔ مولانا کبیر الدین عراقی

«الشیخ الفاضل المورخ» کبیر الدین ابن تاج الدین العراقی الدہلوی جو تاریخ میں وسیع میں برسرِ عنوان تھے۔ ان کے معاصرین کوئی دوسرا ان دو مضامین کے اندر ان کا حرف نہ تھا۔ النشا پر دازی میں تو فصاحت و بلاغت کے حیا ہی بہادیتے۔ فارسی اور عربی دونوں میں ملکہ تھا۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی پر فتوح السلطان کے نام سے ایک کتاب لکھی مگر مدح بے جا و مبالغات و خوشامد سے ملوث کر دی۔ بخلاف مورخین کے جو اپنے موضوع میں خیر و شر حسن و قبح و مناقب و معائب ہر امر کا التزام ضروری سمجھتے۔ تاہم وہ ارباب فضل و کمال میں سے تھے۔ بادشاہ نے انہیں ان کے والد کی جگہ پر لشکر کا امیر و امقر کر دیا تھا۔

۲.۳۔ مولانا کریم الدین دہلوی

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ العالم الصالح» وعظ و تذکیر میں مشہور تھے۔ وہ ان مواقع پر اپنے شعر زیادہ پڑھتے اور نثر کو مسجع کرتے جاتے جس کی وجہ سے لوگ انہیں پسند نہ کرتے مگر ان کی بات دل میں نہ اترتی۔ حاضرین کی تعداد بھی معمولی ہی رہتی۔ ان کے بیان میں الشاکلی فراوانی ان کی قابلیت کا ثبوت ہے۔

۲.۴۔ مولانا کریم الدین جوہری

(لجہد سلطان محمود)

«الشیخ الفاضل کریم الدین» فقہ و اصول و عربی میں ممتاز الافرغ تھے۔ اور وہی کے اندر آپ کی مسند تدریس آراستہ تھی۔

۲.۵۔ مولانا کریم الدین سمرفندی

(لجہد محمد تغلق)

«الشیخ الفاضل» ادب میں بلوغ نظر حاصل تھا۔ شیخ محمد اسحاق الحسینی بخاری کی دامادی سے مفتخر اور حضرت نظام الدین اولیاء کی بیعت کے ساتھ ساتھ برسول ان کی خدمت میں رہنے کا امتیاز بھی حاصل ہوا۔

ست گالوں کی شیخ الاسلامی پر مشعین فرمایا۔ ایک عرصہ کے بعد وہیں طعنا جمل ہوئے۔

آپ علم میں برتر، گفتگو میں بالغ اور احسان و جود میں مشہور تھے۔

۲۰۶۔ کمال الدین سامالوی

«الشیخ الفاضل العلامة» اپنے دور کے ممتاز اساتذہ سے تھے۔ برسوں دہلی میں درس دیا۔ شہرہ جگہ تعلق میں دولت آباد کو تشریف لے گئے۔ تو وہاں بھی یہی مشغول رہا۔ ان کے بیشتر شاگردوں میں شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی ہیں۔

۲۰۷۔ مولانا کمال الدین دہلوی

«الشیخ الفاضل» ابن عبدالرحمن بن محمد بن عمر الخفصی الصوفی۔ مشہور بہ علامتہ فرخ شاہ عمری ادھی کاہلی کے اخلاف سے ہیں اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود ادھی کے ہمیشہ زاویہ میں بچپن میں تعلیم پر راجع ہوئے تو فتویٰ نویسی اور تدریس کی قابلیت تک آ پہنچے۔ بیعت اپنے ماموں سے کی۔ برسوں دہلی میں رہنے کے بعد گجرات تشریف لے گئے اور دولت حسن قبول سے مالا مال ہوئے اور پھر دہلی لوٹ آئے اور یہیں رحلت فرمائی۔

۲۰۸۔ شیخ کمال الدین غازی

«الشیخ الصالح العالم» دہلی میں حضرت نظام الدین کے زاویہ سے ایک طرف ایک غار میں قیام فرماتے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے۔
«میں ان کی زیارت کے لیے ۳ مرتبہ غار میں گیا۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ میرا غلام بھاگ

۱۔ سیر الاولیاء (در متن)

۲۔ روضتہ الاولیاء (در متن)

۳۔ غار میں رہنے والے۔

۴۔ سیر الاولیاء (در متن)

کرفلاں ترک کے پاس چلا گیا ہے اگر آپ اس پر صاف فرمائیں تو میں اس ترک کے پاس جاؤں
 فرمایا! وہ غلام تمہارے لائق نہیں، اسے جانے دو۔ اور ترک اس کا گرویدہ تھا اور میرے ساتھ
 معاملہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ سن کر اس کے ہاں گیا تو ایک ہزار و نیاں روپے دیا گیا۔ ۶۔ چہلنے کے بعد سنا
 کہ اس غلام نے ترک کو قتل کر دیا ہے۔ مقدمہ سلطان کے پاس آیا تو اس نے غلام کو مقتول کے
 بیٹوں کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے غلام کو قصاص میں قتل کر ڈالا۔

» میں اس درویش کے پاس غار میں جاتا رہا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ میں اسی کا ہو کر رہ

گیا۔ جو کچھ میرے پاس جمع ہو جاتا تھی۔ سب غریبوں میں تقسیم کر دی۔

یہ فقیر دس دس روز بعد روزہ افطار کرتے اور اگر جی چاہتا تو بیس روز تک مسلسل روزہ دار

رہتے۔ اور قیام تو رات بھر ہی رہتا۔ میں درویش کے پاس ہی تھا کہ ایک روز بادشاہ

نے مجھے یاد کیا اور میں دوبارہ دنیا میں گھر گیا۔

ابن بطوطہ نے یہی واقعہ اپنے سفر نامے میں ایک اور مقام پر قلمبند کیا (مترجم)

مگر دونوں تخریروں میں الفاظ کے سوا کوئی فرق نہ تھا الا یہ کہ میں نے اسی اندازہ سے روزہ
 داری کا ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا، آپ کو عبادت میں اپنے نفس پر نرمی برتنا چاہیے۔ کیونکہ فصل بار آور

ہونے کے لیے زمین میں صلاحیت ضروری ہے۔ ان کے اتنا کہنے ہی سے میرے بدن میں سستی

ابھرائی۔ اس پر بھی جو میرے پاس کھوڑا بہت باقی رہ گیا تھا وہ بھی فقرا کو دے دیا۔ حتیٰ کہ اپنے

بدن کا لباس بھی ایک فقیر کے لباس سے بدل دیا۔

میں نے انصاف کے پاس ۵۔ ماہ تک رہا!

۲۰۹۔ مولانا جمال الدین الکوٹلی

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

» الشیخ الفاضل «۔ بن جمال الدین ابن عبداللہ ابن نظام الدین ابوالموید دہلوی الکوٹلی۔

دہلی میں قاضی امجد کی صاحبزادی بی بی عصمت اللہ سے عقد ہوا۔ اور وہی ہی میں طرح اقامت ڈال دی۔ ان کا مسکن نور الدین المشہور بہ ملک یار پراں کے خطیرہ سے متصل تھا۔ وہی ہی میں وفات پائی اور حضرت قطب الدین بختیار اوشی کاکی کے مزار سے متصلہ جہنہ کے خطیرہ میں آسودہ لحد ہوئے۔ یہ مقام چلیچلی اہلی کے نام سے مشہور ہے۔ برقی فرماتے ہیں کہ آپ دہلی کے اندر عہد علاء الدین خلجی میں استاذ الاساتذہ تھے۔

۲۱۰۔ مولانا کمال الدین سنتوسی

» الشیخ الفاضل العلامة کمال الدین سنتوسی البہاری۔ علوم لقلیہ میں فخر الامثال اور قریہ سنتوس کے مضافات بہار میں مسند درس آراستہ تھی۔ حضرت شرف الدین منیر نے انہیں ایک خط میں لکھا کہ :-

انص العقول لمعرفۃ اللہ سبحانہ اہم الا!

ترجمہ :- عقل خدا کی شناخت کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

۲۱۱۔ شیخ کمال الدین مالوی

(عہد سلطان خلجیہ)

» الشیخ الحارث الفقیہہ — ابن بانیرید بن نصیر الدین بن فرید الدین مسعود العمری ابو دھنی المالوی — شیوخ چشتیہ کے اکابر سے تھے۔ حضرت نظام المشایخ کے لقبہ بیعت میں منسک اور برسوں حضور کی خدمت میں ملازمت کا فخر حاصل کیا۔ حضرت نے آپ کو صوبہ بالوہ بھجوا یا اور آپ شہر دہلی میں مقیم ہو گئے۔ یہاں ان کے ہاتھ پر بے شمار سندو مسلمان ہوئے۔ یہاں دفن ہوئے ان کے مزار پر سلاطین خلجیہ نے نہایت عمدہ عمارت تعمیر کرائی۔

۱۵ اخبار الجمال (دربار)

۲۱۲۔ شیخ مبارک العمری البلیخی گویا منوی

”الشیخ الصالح مبارک ابن قاضی کریم الدین بن سبرہان الدین العمری البلیخی گویا منوی
صالح و تقویٰ اور علم و فضل میں ممتاز الاقران۔ ہندوستان وارد ہوئے اور سلطانین وقت
کے تقرب سے وہی میں عہدہ میر واد مرتب ہوا۔ یہ منصب وزارت سے دوسرے درجے پر
ہے۔ برسوں اس پر فائز رہنے کے بعد حضرت شہنشاہ دین کی خدمت میں پہنچے اور مناصب
و اسباب و اموال دنیا کو ٹھکرا دیا۔“

راقم (مؤلف نرسیتہ الخواطر) نے ان کے اختلاف میں جو تحریر دیکھی۔ اس تحریر میں آپ
کا قاضی شہر گویا منوی ہونا اور حضرت ابراہیم ادھم — بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب
کی اولاد سے ہونا منقول ہے۔ اس شجرہ میں ایک صاحب نامح الدین کی وجہ سے یہ حضرات
خود کو ناصحی ادھمی بتاتے ہیں۔ مگر یہ کچھ بالکل غلط ہے اس لیے کہ
ابراہیم بن ادھم (مشہور ولی) تابع عمر بن الخطاب اسی طرح مبارک بن کریم الدین ابن سبرہان الدین
ابن ابوسعید بن صدر الدین ابن بدیع الدین ابن ابواسحاق بن ابراہیم ابن کمال الدین بن جلال الدین بن ابوالحسن
ابن فاضل الدین بن ابراہیم ابن ادھم بن بدیع الدین بن محمد بن ابوالمجاہد بن ابوالقاسم علی بن عبدالرزاق ابن عبدالرحمن
بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ اسی بنا پر وہ اپنے ناموں کے ساتھ ادھمی اور اس پر فخر کرتے مگر یہ کچھ
لوجہ قابل اعتراض ہے۔ (۱) ابراہیم بن ادھم صلح بلخی عمر کی اولاد سے نہ تھے۔ ابن اثیر نے کمال جلد ۱
میں لکھا ہے ابراہیم بن ادھم بن منصور ابواسحاق زاہد ان کا مولد بلخ ہے۔ جہاں سے شام آگئے اور وہاں منصب
مرابطین پر فائز ہوئے۔ ان کا لینی واسطہ سحر بن وائل سے ہے (بروایت ابوجاتم البتی)

حافظ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ ”ابراہیم بن ادھم بن منصور قبیلہ عجل سے ہے اور تمیمی
نے کہا ”ابواسحاق بلخی زاہد نے شام میں سکونت اختیار کر لی۔ بخاری نے کہا ”مجھے قلیبہ تمیمی نے کہا کہ وہ
کوفہ کے ہیں انہیں عجبی کہا جاتا اور وہ شام میں رہتے۔“ بلقی ابن محمد بلگرامی زبیدی نے التحاف السادت
المنفقین شرح احوال علوم الدین میں لکھا ہے کہ وہ امام زاہد ابواسحاق ابراہیم ابن ادھم بن منصور عجبی ہیں۔ اور
انہیں ”تمیمی بلخی“ بھی کہا جاتا ہے۔ صدوق تھے اور ۱۹۲ھ میں رحلت فرمائی۔“

۲۱۳۔ مبارک شاہ خلجی

(یعنی قطب الدین مبارک شاہ)

م ۷۲۱
۱۳۲۰ھ

«الملك المورید» بادشاہ دہلی۔ ۷۱۷ھ میں اپنے بھائی شہاب الدین کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر کے دہلی کی حکومت پر ڈوٹ گیا۔ شہاب الدین کے ساتھ اس قید و بند میں اس کے اور بھائی بھی تھے۔ جونہی مبارک کے قدم جم گئے۔ اس نے سب سے پہلے مجبور سین قلعہ گوالیار کو شہید کرا کے اپنا دین و دنیا دونوں برباد کر لیے۔ اب اس نے دلوگیر و کن پراپی فوج ریل دی۔ جس نے وہاں کے راجہ پال دلو کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مبارک وہاں گیا تو دلوگیر کا نام دولت آباد رکھا۔ اور وہاں ایک سرفنگ مسجید تعمیر کرائے کے بعد معبر کی طرف پہنچا۔ یہاں قتل عام اور غلب مال و زر کے بعد شہر و نکل سر کیا۔ اس شہر کے سربراہ سے لڑائی کے بعد مال کثیر لے کر صلح کر لی۔

مبارک شاہ نے اپنے بھائیوں کو قتل کرا ہی دیا تھا۔ اب امر اور گرد و لوزج کے سربراہوں میں سے کوئی اس کا حریف نہ تھا۔ — الا اس کا امر و محشوق خسرو خاں نو مسلم جس نے اسے قتل کر کے اپنی راج دہانی قائم کر لی۔

مبارک کے اعوان میں محلات شاہی کی کنجیوں کا محافظ قاصنی خاں اس کا دل سے خیر خواہ تھا۔ یہ خسرو خاں کو نگاہ میں رکھتا اور اس کی سازشوں سے باخبر رہتا۔ ایک روز خسرو خاں نے مبارک شاہ سے عرض کیا۔ میں نے ہندوؤں کی ایک جماعت کو آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے لیے آمادہ کیا ہے۔ سلطان کے کاتوان کو لے آؤ۔ اس بدباطن نے کہا۔ وہ دن کے وقت میں آنے سے اپنے اقربا سے شرم کرتے ہیں۔ سلطان نے کہانہ بھی رات کے وقت لے آنا۔ اس اجازت سے خسرو خاں نے دلاور ہندوؤں کو جمع کر لیا۔

گرمی کا زمانہ تھا۔ سلطان محل کی کھلی چھت پر راحت فرماتا تھا۔ اس وقفہ میں اس کے پاسبان چند نو عمر امروہوتے۔ حسن و خصال کے جمع کردہ ہندو محل کے چاروں دروازوں سے در آئے۔ پانچویں دروازے پر قاضی خاں موصوف کا پرہ تھا۔ ادھر سے آنے والے ہندو کو اس نے روکنا چاہا تو ان کے ہاتھ سے خونِ شہادت لونش کر کے جنت کی راہ لی ہندوؤں کا یہ مجمع مسلخ تھا۔ انہوں نے امروہوت قطب الدین کا سترن سے کاٹ کر باہر میدان میں پھینک دیا۔ یہ واقعہ ۱۳۲۰ھ ۱۰۲۱ھ ماہ ربیع الاول ۱۵ تاریخ کو ہوا۔

۲۱۴۔ سلطان مجاہد شاہ بہمنی

۱۳۶۹ھ
۱۳۷۸ھ

«الملك المورید» مجاہد شاہ ابن محمد شاہ بن علاء الدین حسن بہمنی۔ اپنے والد کے بعد ۱۳۶۹ھ میں دکن کی زمام حکومت سلجھالی۔ یہ علم میں برتر اور شجاعت میں فردِ روزگار تھے۔ ان کے معاصر میں قوتِ بازو اور دلیری میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ بے شمار فتوحات سے سرفراز ہوئے بیجاپور پر حملہ کیا تو اس کے راجہ کشن پال سے لڑ کر بے حساب اموال پر صلح کر لی۔ والسی پر گلبرگہ پہنچے تھے کہ ان کے چچا داؤد بن الحسن نے انہیں ان کی غفلت میں شہید کر دیا۔ وہ اپنی ایک تقصیر میں گرفت پر ان سے برفا تھا۔ اور داؤد نے خود حکومت پر قبضہ کر لیا۔

۲۱۵۔ شیخ مجدد الدین ملتانی

«شیخ العالم الفقیہ» صلاح و تقویٰ میں معروف۔ ملتان میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ من جملہ اور حضرات کے شیخ جلال الدین حسین بن احمد اچھی بخاری نے آپ سے

۱۔ تاریخ فرشتہ (در متن)

مسلسل ایک ہمال تک اکتساب فرمایا۔

۲۱۶۔ شیخ محمد بن احمد دہلوی

۱۔ "الشیخ الصالح" محمد — المشہور بحمد الزاید۔ حضرت قطب الدین مودودی چشتی کے

اخلاف سے ہیں۔ — وہی مولد و منشا ہے۔ اپنے والد اور دادا کے سوا اور بھی کئی
حضرات سے پڑھا۔

انص سے شیخ رکن الدین مودودی گجراتی نے بیعت کی۔ ہندوستان بھر میں
مشایخ چشتیہ کا یہی ایک سلسلہ ہے۔ جو بغیر کسی واسطے کے شیخ معین الدین حسن
سنجری اجمیری سے ملتا ہے۔

۲۱۷۔ حضرت شاہ نظام المشایخ الاولیاء الیونی

م ۷۲۵ھ
۱۳۲۲ء

۱۔ "الشیخ الامام العالم الکبیر العلامۃ" منہج کرامات و مصدر مکاشفات۔

حضرت نظام الدین بن محمد بن احمد بن علی البخاری البدر الیونی۔ مشہور اولیاء اللہ سے
ہیں۔ ہندوستان کے تمام اطراف و اکناف میں آپ کی شہرت ہے۔ ارشاد و دعوت اور
السنلک بیعت و القطارع دنیا میں ممتاز و برتر ہیں۔ ہاں ہمہ علوم ظاہری سے بھی کما حقہ بہرہ
مندی ہے اور ظاہری اطوار میں بھی داغ و صبوری سے مبرا ہیں۔

مولد شہر بدالیوں۔ سال ولادت ۷۳۶ھ ہے۔ آپ کے والد نے ان کی کم سن میں
واعی اہل کو لبیک کہا۔ اپنی والدہ ماجدہ کے سائے میں تربیت حاصل کی۔

فیض یافتگاہ آن پیر پیراں

جو اس ملک کے تمام اطراف میں ریت کے ذروں سے بھی زیادہ
ملیں گے۔

آپ ایسے امام و مجاہد تھے کہ آپ کے واقعات معاصرین اور بعد کے لوگوں کی زبان پر
چلائی ہی رہے۔ نہ تو عمر بھر شادی کی۔ نہ کوئی رات قیام کے بغیر اور نہ کوئی دن صیام کے بغیر گزارا۔
آپ نے لیے گھر اور در کچھ نہ بنایا۔ اثاث البیت کا کیا ذکر!

بادشاہ اور امرا کی ملاقات سے ان کی خوشامد کے باوجود بے حد گریز پاپے کرمانی نے
لکھا ہے کہ سلطان جلال الدین فیروز خلجی نے آپ کو اپنی حاضری کی اطلاع دی اور کہلا بھیجا کہ
میں امرا سے آپ کی نفرت کا واقف ہوں۔ کسی وقت بغیر اطلاع کے قدم بوس ہو جاؤں!
یہ سن کر بادشاہ کے آنے سے قبل ہی حضرت دہلی سے اجودھن (پاک پٹن) تشریف لے آئے۔

اسی طرح سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی نے تحریری عرضیہ بھیجا۔ جس میں سلطنت
ہی کے بعض معاملات میں مشاورت مطلوب تھی۔ تو آپ نے اس پر ملاقات سے انکار
کر دیا اور کہلا بھیجا کہ شاید بادشاہ میرے دہلی کے اندر قیام سے انکار کرنے پر مائل ہے
اگر ہی ہے تو اِنَّهُ اَرْضَ اللّٰهِ وَاَسْعَدَتْہٗ خَدَاکِی زَمٰیْنٍ وَّسِیْعٍ ہِے۔

یہ بات سن کر بادشاہ نے شہزادے کو آپ کے حضور معافی کے لیے بھیجا تو آپ نے
شہزادے سے بھی ہم کلامی سے انکار فرما دیا۔۔۔۔۔ لعدۃ بادشاہ نے پھر اپنے لیے حاضری کی
اجازت پھر طلب کی۔ تو فرمایا ”میرے کوٹھے کے ۲ دروازے ہیں۔ اگر آپ اس دروازے سے
در آئیں گے تو میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔“

سلطان محمود نے علماء و مشائخ کو چہینے میں ایک مرتبہ اپنے دربار میں آنے کا حکم
دیا ہوا تھا مگر سلطان الاولیاء کبھی نہ گئے۔ بلکہ اپنے خادم اقبال (نام) کو بھیج دیا کرتے تھے۔
آخر بادشاہ نے خفا ہو کر کہا ”اگر شیخ آئندہ چہینے میں خود نہ آئیں گے تو میں ان سے نہ پٹ

لوں گا: و البتگان دولت فخر و غنا نے سنا تو گھبرا اٹھے۔ مگر سلطان الاولیاء کے لبثے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس عہدے کا مقررہ دن کل ہی کو تھا کہ سلطان علاء الدین کورات کے وقت مقتول کر دیا گیا۔

اب غیاث الدین تغلق کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی۔ تو علمائے سونے اسے حضرت سلطان الاولیاء کے سماع مزامیر کے خلاف مشتعل کر دیا۔ بادشاہ نے مولویوں سے کہا میں ان کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں۔ وہ علم و عمل کے پیکر ہیں۔ ان سے فعلِ حرام کا ارتکاب کیوں کر ہو سکتا ہے۔ جواز کی کوئی صورت ان کے سامنے ہوگی ہی۔ ملاؤں نے یہ سن کر قاضی حمید الدین ناگوری کا فتویٰ دربارہٴ حرمتِ غنا بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر بادشاہ نے سلطان الاولیاء کو مناظرے کے لیے طلب کر لیا۔ آپ مجلس مناظرہ میں تشریف لے گئے۔ اس محفل میں بادشاہ کے علاوہ علماء اور مشائخ اور دیگر امرا و خواص موجود تھے۔ بادشاہ کی طرف سے قاضی جلال الدین لولوی بھی مقرر تھے۔ جنہوں نے سلطان الاولیاء پر آغاز کلام طعن و تشیيع سے کرنے کے بعد سماع کی مذمت میں دادِ علم دی۔ مگر حضرت ان کی باتیں نہایت سکون و تحمل سے سنتے رہے۔ قاضی نے اس پر فخر کرتے ہوئے حضرت پر زبرد تو بیخ کارخ کھرا دیا۔

حضرت نے قاضی سے فرمایا

حضرت: لعلک لاقول ذلک بلسان الحکومة وانک معزولہ عنہا

شاید آپ اپنے منصبِ حکومت کے غور میں جامے سے باہر نکلے جا رہے ہیں۔ آپ کا یہ منصب تو عنقریب آپ سے چھین جانے کو ہے۔

قاضی صاحب اسی پر ٹھٹھڑ گئے۔ آخر بارہ روز بعد آپ کو آپ کے عہدہٴ قضاة سے برطرف کر دیا گیا۔

انص کے مہربلب ہو جانے کے بعد شیخ زاوہ قاضی حسام الدین آگے بڑھے اور قاضی مذکور کی مانند دون کی لینا شروع کر دی۔ حضرت نے فرمایا: گفتگو کا یہ انداز ادب مناظرہ کے خلاف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے مختلف فیہ میں ایک سمت مقرر کر لی جائے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت نے شیخ زاوہ سے پوچھا:-

حضرت! تم جانتے ہو غنا کے معنی؟

شیخ زاوہ: میں یہ تو نہیں جانتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ علمائے اسے حرام قرار دیا ہے۔

حضرت: انص کنت لا تعلم ما هو فلسفۃ لی بالمخاطب فی البحت
والمناظرۃ

اگر تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ غنا کیا ہے تو تم بحت (مناظرہ) کے اندر میرے
مخاطب قرار نہیں پاسکتے

انص سے سی بات پر فریق مخالف نے عموماً شروع کر دیا تو قاضی کمال الدین سامنے آئے

اور فرمایا:-

قاضی کمال الدین: انہ صحیح عن الاصام الاعظم انه قال السماع
حرام والوقص فسق

(امام اعظم سے صحیح فتویٰ منقول ہے کہ سماع حرام اور وقص فسق ہے)

حضرت: اتحلا الم یصح ذلک عن الاصام (سہ گز بہ گز امام سے یہ فتویٰ منقول نہیں)

ارتنے میں شیخ علم الدین سلیمان ملتانی آپہنچے۔ سلطان عیاش الدین نے انہیں دیکھ

کر آگے بڑھا دیا تب انہوں نے فرمایا:-

ملتانی صاحب: میں نے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کے اندر سماع وغنا

کے حلال و حرام ہونے کے دونوں پہلو دکھائے ہیں اور فیصدہ میں لکھا ہے کہ

انہ حدالہ لمن لسمع بالقلب وحرام لمن لسمع بالنفس۔

وہ دل سے سننے والوں کے لیے حلال اور نفس سے سننے والوں کے لیے حرام ہے۔
اس سے مرحلہ پر بادشاہ نے ملتانی صاحب سے فرمایا، آپ روم، شام اور نجد لو میں
گھومے نہیں۔ ان ملکوں کے علما کا سماع کے بارے میں کیا رویہ ہے؟ وہ اسے ہائز قرار دیتے
ہیں یا ناجائز؟

ملتانی صاحب نے فرمایا وہ تو کسی زحیر کے بغیر وف کے ساتھ سماع فرماتے ہیں۔
اس سے موقع پر قاضی لولوا خجی جلال الدین نے کہا۔ سلطان الوقت کے امام ابو حنیفہ کے مذہب
کی ادا کرنا چاہیے۔

اور اس مسلک کی مذمت سے منع کرنا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ جب
تک گفتگو نے مناظرہ مکمل نہ ہو اس قسم کی بات مناسب نہیں۔ چہ جائے کہ نفس مسئلہ (سماع)
کی حلت و حرمت دونوں کے دلائل موجود ہیں۔ بحث کا رخ حلت و باحترام سماع کی طرف
ہو گیا۔ حتیٰ کہ ترک سماع اور اختیار سماع دونوں کو اپنے اپنے طور پر مباح قرار دیا گیا۔
یہ مجلس چاشت کے وقت سے لے کر زوال تک رہی اور تحقیق شاہ نے حضرت شہ
کو ادب و احترام سے الوداع کیا۔

حضرت نے اپنے زاویہ میں ظہر ادا کر کے اپنے وابستگان و امن میں سے ان تین
حضرات کو یاد فرمایا۔

(۱) قاضی محی الدین کاشانی

(۲) قاضی ضیاء الدین برنی

(۳) امیر خمد اور فرمایا

میں فقہان شہر کی اس جرات پر حیران ہوں کہ انہوں نے

کس طرح امارت کو روکر کے فقیہوں کے اقوال کو ترجیح

دی۔ یا بعض فقہانے کہا کہ یہ حدیث امام شافعی کی

متمسک رہے اور وہ ہمارے علماء کے دشمن ہیں۔

اس لیے ہم حدیث نہیں سنیں گے نہ ہمارا احادیث پر اعتماد ہی ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ سب بادشاہ اور قضاہ کے بالموافقہ کہہ دیا۔ ان فقہیوں کا عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر بادشاہ ان کی بات پر صا د کر کے روایت حدیث سے منع کر دیتا تو

اخاف ان یحل علیہم غضب اللہ سبحانہ و یریک الحرث والنسل
لسوء اعتقاد والعلما بالحديث :

ترجمہ :- میں تو ڈر گیا مبادا ان پر اللہ سبحانہ کا غضب وارد ہو جائے اور کھیتیاں اور تمام انسان ان فقیہوں کے سوء عقیدہ بالحدیث کی وجہ تباہ ہو جائیں۔

حضرت نے جن ۳ مریدوں کے سامنے یہ گلہ کیا۔ ان میں سے قاضی محی الدین کاشانی نے فرمایا کہ اس واقعہ سے چند سال بعد تعلق کے ہاتھ سے اس قدر اثرات اور اکابر قتل ہوئے

جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ تخلق نے دہلی کی تمام پبلک کوشہرے دھکیل کر دولت آباد دکن کی طرف بیل دیا۔ دہلی کے اندر کئی مہینے تک ایک فرو لشر نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ سب حضرت شہنشاہ دین کی رحلت کے بعد رونما ہوا۔

کرمانی ممدوح نے اپنی کتاب سیر الاولیاء میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت نظام المشایخ حنفی ہونے کے باوجود ان ۳ مسائل میں حنفیہ سے منفرد تھے۔

(۱) امام کے پیچھے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھتے جس پر آپ کے ایک مرید نے عرض کیا۔ امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگار گھرو یا جائے۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نماز سورۃ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی۔ پس انگاروں والا وعید ناقابل قبول ہے۔ اس کے مقابلے میں کہ سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز باطل ہو جائے۔

اور اصول فقہ میں صراحت ہے کہ احتیاط مقدم ہے۔ اختلافیات کی طرف خروج سے (۲) حضرت رحمۃ اللہ جنازہ غائب پڑھتے اور اس پر مشہور حدیث سے استدلال کرتے۔ اور فرماتے کہ اگر تم ایسی حدیث بنو جو صحاح ستہ میں نہ ہو تو اس حدیث کو مردود مت ٹھہراؤ بلکہ یہ کہو کہ حدیث کتب متداولہ میں نہیں۔ (۳) حضرت سماع بالدق کا شغل فرماتے مگر اس سے قبل افطار میں کمی کرتے جاتے۔

۱۔ مؤلف (نزہۃ الخواطر) نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے:-

انگاروں والی روایت مرفوع نہیں بلکہ وہ قول ہے جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن الحسن شیبانی نے داؤد بن قیس سے حضرت سعد وقاص کے ایک غلف سے نقل کیا کہ سعد نے کہا میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے۔ لیکن حافظ ابن عبد البر (اپنی کتاب استذکار) میں فرماتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں۔

ملا علی قاری نے اپنی کتاب الاثمار الجنیہ فی اسماء الخفیہ میں حضرت کے متعلق فرماتے

ہیں۔

حضرت نظام المشایخ فقیہ العالم اور صاحب حال و وجد تھے مخلوق کو آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور عبادت کے طریقے انہیں بتانے کے ساتھ دنیا کے وُنی سے لالعلق رہنے کے طور بتائے۔ ہاں ہمہ علوم متداولہ سے کما بینغی بہرہ مند تھے۔ فضائل فاخرہ اور کمالات خوارق جو ان کی زبان اور ہاتھوں سے وجود پذیر ہوئے۔ ان سے زیادہ امید نہیں کی جا سکتی نہ زبان اور قلم ان کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ آج ان کا مزار دہلی میں ہے اور باہر آنے والوں کے لیے لفتح رسال ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی آپ کی تعظیم و تکریم میں پیش پیش ہیں۔ اور زیارۃ کے لیے آتے ہیں۔

مجدد الدین فیروز آبادی نے اپنی کتاب اللطایف الخفیہ فی اشواق الخفیہ میں اور مولانا جامی نے لفتحات الانس و حضرات القدس میں آپ کے تذکار بہت بسط سے لکھے ہیں۔ آپ کے مریدوں نے بھی آپ کے ملفوظات جمع کیے ہیں جن میں فوائد الفواد کو سب پر ترجیح حاصل ہے۔ اسی طرح حضرت کرمانی نے سیر الاولیاء میں حضرت کا ذکر بہت شرح کے ساتھ کیا ہے۔ ۷۲۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

سہنشاہ دین آپ کو حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سہروردی نے کہا۔ سن شریف ۸۹ سال ہے اور مدفن دہلی شہر سے باہر ہے۔ آپ نے تو اپنے مزار کے لیے سقف نیلگوں کا گنبد کافی سجا ہوا تھا۔ مگر بعد میں تعلق اور دوسرے بادشاہوں نے عالی شان قبے تعمیر کر دیے۔

۲۱۸۔ شیخ محمد بن اسحاق دہلوی

م ۷۲۲
۱۲۲۲ھ

«الشیخ العالم الصالح» — ابن علی بن اسحاق الحسینی البخاری الدہلوی۔ حضرت شکر گنج کے ہمیشہ زادہ تھے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ اور جناب شکر گنج کے مرید حضرت نظام المشایخ انہیں ان کی والدہ ماجدہ اور دوسرے بھائی موسیٰ کو دہلی لے گئے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ من جلد اور اساتذہ علم و فن کے شیخ احمد نیشاپوری سے پڑھا۔ طریقت میں حضرت نظام الدین صاحب سے مستفیض ہوئے وہ سرد و لغمہ میں آواز اور موسیقی و شعر کے ساتھ علوم حکمیہ سے بھی بہرہ مند تھے۔ تصانیف میں الوار المجالس کے زیر و بم کے اندر حضرت اولیاء رحمتہ اللہ کے ملفوظات قلم بند کیے۔

۲۱۹۔ شیخ محمد بن احمد المعبری

«الشیخ الفقیہ» — بن منصور جمال الدین المعبر۔ علم و تقویٰ میں ممتاز۔ طریقت میں شیخ جلال الدین حسین بن احمد البخاری الاچی آپ کے مرشد ہیں۔ مدتوں آپ کے ملازم رہے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ نے آپ کو اپنے شیوخ کے فریضہ و صیای سے مطلع فرمایا۔ اپنے مرشد کی زندگی میں آسودہ لحد ہو گئے۔

۱۔ خزینۃ الاصفیاء (در متن)

۲۔ خزائنہ الفوائد (در متن)

۳۔ جامع العلوم (در متن)

۲۲۔ قاضی محمد بن برہان ہانسوی

(عہد محمد تعلق)

«الشیخ الفاضل» — کمال الدین ہانسوی۔ فقہائے حنفیہ میں علمائے کبار سے تھے۔ اپنے مامون شیخ العلامۃ فخر الدین ہانسوی سے پڑھا۔ ان اسباق میں شیخ فخر الدین زراہی آپ کے ہم سبق تھے۔ بحث و اخذ مطالب میں نہایت دقیق تھے۔ یہاں تک کہ اکمل الفضلاء ہوئے اور سند افتاء زندہ لیس کو زینت بخشی، عہد تعلق محمد شاہ میں عہدۃ القضاۃ پیش ہوا۔ اور تمام ملک کے قاضی القضاۃ کا مرتبہ حاصل کیا۔ بادشاہ مذکور اپنے عنین و غضب کے باوجود آپ کو اپنی مجالس میں بلاتا۔

۲۲۱۔ محمد بن تعلق شاہ دہلوی

«کینت البرالمجاہد، لقب فخر الدین، نام محمد» — ولایت تعلق شاہ ترکی دہلوی — المشہور بہ عادل۔ ہندوستان میں پیدا ہوا۔ اور یہیں پروان چڑھا۔ باپ اس کا بادشاہ ہند کا غلام تھا۔ مگر وہ اپنی ذہانت کی وجہ سے سلطنت کا سربراہ ہوا۔ اس کی بادشاہت کا حلقہ دن بدن وسیع ہوتا گیا۔۔۔۔۔۔ یہ بادشاہ زمانہ کے ایسے عجائبات سے تھا جن کی مثال دنیا کے کسی بادشاہ میں نہ دیکھی گئی۔ ایک طرف بذریعہ اموال سے لوگوں کو مالامال کر دیتا۔ ہم آگے چل کر اس کے ان متضاد کارناموں کا تذکرہ اسی کے مہجر اور قاضی ابن لبطوطہ سیاح کی زبان سے بیان کریں گے۔

ابن لوطہ فرماتے ہیں

مندرجہ ذیل واقعات میرے سامنے وقوع میں آئے۔

سلطان محمد تغلق اس قدر غریب و نواز تھا کہ ان کے لیے لفظ غریب بدل کر عزیز رکھ دیا۔ وہ
 لشمول ان کے حملہ اہل ہند کو اپنے احسان سے مالا مال کرتا رہتا۔ غریبا کو عزیز کہنے کی توجیہ میں فرمایا۔
 بلکہ اگر انسان کو غریب کہا جائے تو اس کا دل ٹوٹ کر چہرے کی حالت متخیر ہو جاتی ہے۔
 ناصر الدین قرظی واعظ حاضر ہوا تو یہ اس کے احسانات کی وجہ سے دلوں
 اس کے زیر سایہ رہا۔ آخر انہوں نے اپنے وطن لوٹنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے اجازت دے
 دی۔ مگر اب تک ان کا وعظ ایک مرتبہ بھی نہ سنا تھا۔ لہذا ان کے وعظ سننے کے لیے آپ
 نے یہ اہتمام فرمایا۔

سپید صندل کا ممبر تیار کروایا۔ جس کے پائے اور تختے سونے کے تھے۔ اور پکے
 پرت میں بڑے بڑے یاقت بٹروائے۔ مولانا کے لیے جو عبا تیار کرائی۔ اس میں گونا گوں قسم
 کے جو اسرات ٹکھے ہوئے تھے۔ مولانا جب تک منبر پر تشریف فرما ہے سلطان حاضر مجلس رہا۔
 اور جو نہی وعظ ختم کر کے فارغ ہوئے سلطان نے سروۃ کھڑے ہو کر محالۃ کیا۔ آپ کو ہاتھی پر بٹھایا۔
 قیام کے لیے رنگارنگ ریشمی کپڑوں کا خیمہ تیار تھا۔ رسیاں بھی ریشمی تھیں۔ واعظ صاحب کو
 خیمہ میں اتارا تو یہ سونے کے ظروف سے بھرا ہوا تھا۔ سونے ہی کا اتنا بڑا تور تھا جس تور کے
 اندر آرمی کھڑا ہو سکے۔ مولانا ناصر الدین جب وہی وارد ہوئے تھے تو سلطان نے انہیں ایک لاکھ
 دینار پیش کیے تھے۔ آج کا نام سامان بھی سلطان نے مولانا مدوح کی نذر کر دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ مولانا غیاث الدین محمد بن عبدالقادر ابن یوسف بن عبدالعزیز
 ابن خلیفہ مستنصر باللہ عباسی تشریف لائے۔ وہ ابھی سندھ ہی میں وارد ہوئے تھے کہ سلطان
 نے ان کے استقبال کے لیے ایک وفد بھیجا جو مولانا مدوح سے سرسری پر ملاقی ہوا۔
 شاہی وفد میں قاضی کمال الدین ہانسوی اور فقہا کی ایک جماعت تھی۔ ان کے عقب میں سلطان

نے اس کے حکومت کا ایک اور وفد بھیجا۔ اور جب مولانا عیناٹ الدین کے دہلی سے قریب آنے کی خبر سنی تو سلطان بنفسہ ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آیا۔ اور شہر میں لاکھ اس محل میں آنا را جو سلطان علاء الدین غلجی نے مقام سیری میں اپنے لیے تعمیر کرایا تھا۔ اور مولانا کے اس محل میں یہ سامان بھجوا یا۔

سونے اور چاندی کے برتن۔ غسل کے لیے سونے کی بڑی لگن۔ ۴ لاکھ دینار سر کے غسل کا نذرانہ۔ نو جوان خدمت و حشم اور کینریں۔ باورچی خانہ کے یومیہ مصارف تین سو دینار۔ کھانے میں شاہی مطبخ سے خوان۔ اور آئندہ کی لسراوقات کے لیے بستی سیری اور اس کے ملحقہ موضع و محلات ہاگیر میں اجن کے ساتھ دوسر کاری باغات بھی تھے۔ اور دہلی کے حصہ شرقی کی حکومت نیز تیس چتر جن پر سونے سے منڈھی ہوئی زین تھیں۔ ان کا چارہ اور راتب سرکاری باغات اور کوٹھار سے منظور کیا گیا۔

ایک ہندو کا استغاثہ در قتل محمد

سلطان پر ایک ہندو نے قاضی کی عدالت میں اپنے بھائی کے قتل پر استغاثہ کیا۔ قاضی نے سلطان کو طلب کر لیا تو معاً حاضر عدالت ہوا۔ اس وقت کوئی اسلحہ اس کے پاس نہ تھا۔ عدالت میں پہنچنے سے قبل متعلق نے قاضی کو کہہ دیا کہ عدالت کے اندر میرا استقبال نہ کرنا۔ پیشی پر قاضی سے درخواست کی کہ مستفیث کو دیت پر رضا مند کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ قاضی نے ہندو کو اس پر راضی کر ہی لیا۔

بادشاہ سے قصاص لیا گیا

ایک لڑکے نے قاضی کی عدالت میں اسے فائدہ کیا کہ بادشاہ نے اسے بلا وجہ چھڑی سے پٹیا اور اس لڑکے کو دیت پر راضی نہ کیا جاسکا۔ تو سلطان نے اسے اپنے ہاتھ سے

لاکھی دے کر فرمایا۔ لو اسے میرے سر پر برسا لو۔ لڑکے کی ۱۱۔ ویں ضرب پر سلطان کے سر سے لڑکی گر پڑی (اور میں ابن بطوطہ یہ منظر دیکھ رہا تھا۔)

اقامت دین

وہ دین کے معاملے میں نہایت پابند اور ایک دوسرے پر مظالم کے رفع کرنے میں پیش

پیش رہتا۔

ازارے حمیدہ نماز باجماعت کے ترک پر سخت تعذیب کرتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس نے اپنے قتال کے ہاتھ سے اسی تصور پر ایک دن میں نو افراد کو قتل کرا دیا۔ ان لوگوں میں ایک گویا تھا۔ سلطان سپاہیوں کو بازار میں بھجتا کہ دیکھو ادھر جماعت کھڑی ہو گئی۔ جو آدمی مسجد میں نہ آئے ان کو گھیر کر لے آؤ۔ اس پابند میں چرواہے اور سرکاری سائیس بھی شامل تھے۔ اس نے لوگوں کو مسائل دینیہ ضروریہ صلوة و دستور اور شرائط الاسلام سیکھنے میں یہاں تک پابند کر رکھا تھا کہ وہ راہ چلتے لوگوں سے مسائل دریافت کرنے میں تامل نہ کرتے اور ان میں سے خواندہ افراد ایسے مسائل بیاہن میں لکھ لیتے۔ اس نے اپنے بھائی کو قاضی کے ساتھ بطور نگران مقدمات مقرر کر رکھا تھا۔ جو قاضی کے ایوان میں ذرا بلند مقام پر بیٹھا ہوا نگرانی کرتا۔ اگر امرا میں سے کوئی فرد حاضر ہونے سے پہلو نہی کرتا تو مبارک حناں (سلطان کے بھائی کے نام) اپنے چوب داروں کو بھیج کر

پیش کرتا

ٹیکس معاف

اس نے زکوٰۃ اور عشر کے سوا تمام قسم کے ٹیکس معاف کر دیے۔

دربار عام

بادشاہ ہر جمعرات اور دو شنبہ کو کھلے میدان میں بیٹھتا۔ اس روز پیشی میں یہ چار منصب والے

(۱) امیر حاجب — (۲) حاجب خاص — (۳) سید الحجاب — (۴) شرف الحجاب۔
 اور امرا میں سے چار افراد اس لیے متعین رہتے کہ سائلوں کی درخواستیں قلم بند کر کے پیشی میں بھیجیں۔
 اگر پہلا سردار انکار کرتا تو سائل دوسرا تیسرا چوتھے کے پاس آتا اور سب انکار پر قاضی کے پاس جاتا وہ بھی
 شوالی نہ کرتا تو سائل خود سلطان کی پیشی میں آکر اپنا ماجرا اور امرا کے سرکاری کارناموں کا انکار بیان کرتا۔ اگر سائل بادشاہ کو امرا
 کی لاپرواہی کا یقین دلا دیتا تو بادشاہ انہیں زہر کرتا اور خود بادشاہ یہ درخواستیں نماز عشاء کے بعد پڑھتا۔

دستان مظالم

اس کی ذات سے ایسے ایسے مظالم سرزد ہوتے جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ وہ عوام
 پر کرم و احسان اور مساکین پر رحم و انصاف کرنے میں بے حد جبری تھا۔ قتل ناحق تو اس نے اپنا
 مشغلہ گردان رکھا تھا۔ بے گناہ ہر وقت مقتل میں جاتے۔ اس سزا میں جرم صغیر اور کبیر دونوں
 کی ایک ہی سزا تھی۔ قتل! کئی کئی سو قیدی اس کے سامنے پیش ہوتے۔ کسی کو قتل، کسی کو تعذیب
 اور کسی کو ضرب کی سزا دی جاتی۔ ازارے جملہ!

اس سے نساپے سوتیلے بھائی مسعود خاں کو بھی نہ چھوڑا جس کی والدہ سلطان علاء الدین

غلامی کی دختر تھی۔

مسعود نہایت حسین و جمیل تھا۔ اس کا قصور یہ گردانا گیا کہ وہ سلطان کے قریب کھڑا تھا۔ بادشاہ نے
 دریافت کیا تو مسعود خاں نے تعذیب کے خوف سے وہی بیان دیا جو متعلق چاہتا تھا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کی موت
 نہایت بری طرح ہوتی۔ ایسے ملزم تعذیب کے مقابلے میں قتل کو آسان سمجھتے۔

مسعود خاں کو بازار میں لے جا کر دو ٹکڑے کر دیا گیا اور اس کی لاش تین روز تک وہیں پڑی
 ہوئی مٹتی رہی۔ اس سے دو سال پہلے مسعود خاں کی والدہ کو اسی جگہ پر رحم کر دیا گیا تھا۔
 ہمیں نے زنا پر اقرار کر لیا تھا۔

— اس سے نے ایک دستہ متعین کیا جو لوگ شہر دہلی کی ملحقہ پہاڑیوں میں چھپے
 پڑے رہتے۔ اور جب موقع دیکھتے تاخت کے لیے نکل آتا۔ دستہ کے سالار نے بھڑائی

شکایت پیش کی کہ جن سپاہیوں کو آپ نے میری ماتحتی کے لیے نام زد فرمایا تھا۔ ان میں کچھ آدمی ابھی تک شہر کے گرد و لوزاح میں گھوم رہے ہیں۔ سلطان نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تو تین سو پچاس ایسے سپاہی گرفتار کر کے حضور میں لائے گئے جن کے قتل کا حکم دیا گیا۔ سندھ کے دو فقہا کا اجرا

تغلق نے ایک ترکی شخص کو سندھ کے بعض شہروں کی تولیت سپرد کی۔ اور اس کے ہمراہ دو فقہا کو متعین کیا۔ ادران سے کہا۔ اصل میں آپ دونوں کے ہاتھ میں ان شہروں کی زمام ہوگی اور یہ امیر آپ کے حکم پر اطاعت کا پابند ہوگا۔ فقہانے عرض کیا گویا ہم دونوں بطور گواہ کے ہیں۔ تغلق نے اس بات پر آپ سے باہر ہو کر کہا کہ تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم تو سبک کا مال مضمم کرتے رہو۔ اور الزام اس ترک کے سر نہ ٹھہرو۔ جو ان کاموں سے ناواقف ہے۔ فقہانے کہا حاشا للہ! جو ہمارا یہ مقصد ہو۔ ظالم نے ان دونوں فقہا کو جلا وطنی کے پاس بھجوا دیا جو سفاک متعلق کی طرف سے تخریب پر متعین تھا۔ اسے زبانہ اسی مناسبت سے کہا جاتا۔ اس مردود نے دونوں فقہا کے بدن سے قمیض اترا کر سیدھا زمین پر لٹا کر ان دونوں کی چھاتریں پر لوہے کی تپتی ہوئی سل رکھوا دی جسے کھوڑی دیر بعد ٹھوایا تو چھاتی کی کھال سل کے ساتھ چٹٹی ہوئی تھی۔ زبانہ کہہ (اسے داروغہ جہنم کہیے) پھر اس نے پیشاب میں ریت بھگو کے ان بے گناہوں کے سینے پر ملوائی۔ تب دونوں نے کہا کہ ہمارا مقصد وہی تھا جو سلطان نے دہرایا۔ داروغہ جہنم نے ان دونوں سے چلیفہ تحریر لے کر قاضی کے پاس بھجوا دیا جس تحریر میں یہ عبارت بھی تھی کہ ہم نے اسے لجزا کر کے لکھا ہے۔ اس پر دونوں کے سر قلم کر دیے گئے۔

دہلی کی رعیت کی جلا وطنی

دہلی کے باشندے تغلق کے مظالم سے تنفر کی بنا پر رختوں پر لکھتے کہ سلطان کے سوا جو شخص اسے پڑھے۔ اس پر سلطان کے سر کی قسم کا گناہ ہوگا۔ یہ رقعے سلطان کے محل

میں پھینک دیے جاتے۔ بادشاہ رات کو انہیں پڑھتا تو ان میں سلطان کے لیے دشنام ہی دشنام ہوتی ہیں۔ اس پر ظالم نے دہلی کو تمام سپیک سے خالی کرانے کا منصوبہ گانٹھ لیا۔ عوام و خواص ہر ایک کے مکانات کی قیمت ادا کر کے انہیں دولت آباد کن میں جا کر آباد ہونے کا حکم دیا اور منامی کرادی گئی کہ دہلی کا کوئی باشندہ تین روز کے بعد شہر میں نہ رہے۔ لوگ کوچ کرتے گئے۔ بادشاہ نے شہر کی تلاشی کرائی تو ایک لولا اور ایک اندھا چھپے ہوئے ملے۔ لولے کو تو روپوم کرادیا گیا اور اندھے کے پاؤں میں رسہ بندھوا کر اسے دولت آباد لے جانے کا حکم دیا۔ دولت آباد دہلی سے ۴۰ روز کی مسافت پر ہے۔ اندھے کی بوٹی بوٹی راستے میں بکھر گئی۔ اور صرف ایک پاؤں دولت آباد پہنچا۔ شہر خالی ہو گیا تو اس نے اپنے محروم شہروں میں حکم دلوایا کہ وہ دہلی میں آکر آباد ہوں۔ وہ لوگ اپنے شہروں کو سنسان کر کے دہلی تو آگئے۔ مگر اتنا بڑا اثر ان سے بھرانہ جا سکا۔

ابن عربیؒ نے اپنے سفر نامے میں ہندوستان آیا۔ تعلق نے اسے دہلی کا قاضی مقرر کیا۔ اس

نے تعلق کی طرح میں یہ قصیدہ پیش کیا

- | | |
|-----------------------------------|---------------------------------|
| ۱۔ اللہ امیر المؤمنین المہجلا! | اینا نجد السيد محمداً في الفلا! |
| ۲۔ فحجت محمد من علائک زائدا! | ومغناک کھف للزیارة آھلا! |
| ۳۔ فلان فوق الشمس للمجد رتبا! | لکنت للاعلاھا اماما موھلا! |
| ۴۔ فانت الامام الماحد الاوحد الذی | سجایاہ حتما ان لبقول بولفجلا! |
| ۵۔ ولی حاجۃ من فیض جودک رتبا! | قضاھا و قضاہی عند محمد سھلا! |
| ۶۔ اذکرھا ام قہ کفانی حیواکم! | فان حیالکم ذکرة کان اجلا! |
| ۷۔ فجل لمن وافی محلك زائدا! | قضا دینہ ان العزیم تجلا! |

ترجمہ: (۱) اے عالی مرتبت امیر المؤمنین! تیری طرف ہم لائے ہیں اپنے سفر کی خوش خوشی کو صحراییں!
 (۲) تو آیا اپنے بلند محلات سے ہماری زیارت کیلئے تیرا بی نیاز کرنے والا محل پناہ گاہ ہے۔ زیارت کرنے کیلئے۔

- (۳) اگر کوئی اور مقام سورج سے بلند ہوتا تو اس بلندی میں سب کا امام ہوتا۔
 (۴) تو امام ہے بزرگ و بے مثال ایسا امام جس کے فضائل ایسے ہیں کہ اور کرنے سے بلند
 (۵) اور مجھے ضرورت ہے تیرے فیضان سخاوت سے جسکے
 (۶) پورے ہونے کی امید رکھتا ہوں اور میں تیری برتری
 (۷) اور سخاوت کا ارادہ لے کر آیا ہوں۔

قاصی شوکانی (محمد بن علی) نے البدر الطالع میں لکھا ہے کہ محمد شاہ تخلق پڑا سخی متواضع
 فقہ حنفیہ کا عالم اور حکمت کا مجسمہ تھا۔ وہ علم کا یہاں تک قدر دان تھا کہ ایک شخص ابن سینا
 کی کتاب شفاء یا قوت جموی کے قلم سے لکھی ہوئی لایا۔ تو اسے دو لاکھ مثقال سے زیادہ مال
 عطا کر دیا۔

خود اس نے مصر کے بادشاہ ناصر کی طرف ایک خط بھیجا تو اسے سونے کے قلم دان میں رکھا
 جس کا وزن ایک ہزار مثقال کے برابر تھا۔ اس قلم دان پر جو اہرت منڈھے ہوئے تھے جن کا وزن
 تین ہزار مثقال تھا۔ ... اور ایک مرتبہ اس نے شاہ مصر کے لیے ایک گھوڑا بھیجا جس کے
 ساز میں ہندی جو اہرت ٹکے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ چودہ پھیلیاں الماس وغیرہ سے بھر لوہے
 اتفاق کی بات کہ یہ قاصد راستے میں باہم لڑ پڑے۔ بعض قتل ہوئے اور جو بچ گئے وہ حکمران زمین
 کے پاس یہ قصیدہ لے کر گئے جس نے باقیوں کو بھی قتل کر دیا۔ اور اس نے یہ پدایا سلطان ناصر
 کی خدمت میں پہنچا دیئے ناصر راستے کا واقعہ سن کر بہت خفا ہوا۔

میں گرفتار محمد تعلق قوتِ مرمی سے بالکل معرا تھا۔ اس کی پشت پر ایک داغ تھا
 جو ایسی ہی ایک بیماری کی وجہ سے لگایا گیا۔

شکر و افواج

فرج کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ ہاتھی سات سو۔ اور اطباء و علماء و ندیم بے شمار۔ اتنے کسی بادشاہ

کے لیے نہ تھے۔ وہ خود ممبر پر خطبہ پڑھتا۔ جس میں خود کو سلطان العالم، اسکندر زماں، خلیفۃ اللہ فی الارض، کہتا۔

تعلق کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ اس نے اپنی آخر عیالات میں یہ شعر کہے۔

بسیار دریں جہاں جمیدیم

بسیار لغسیم و ناز دیدیم!

اسپان بلند و نشینیم

ترکان گراں بہا حریفیم!

کریم بے نشاط آسنا

چوں قامت ماہ نوخیزیم!

۲۲۲۔ محمد شاہ بہمنی

۹۳ محرم ۱۰۶۶ھ

«الملك المویہ» محمد ابن الحسن بہمنی۔ محمد شاہ سلطان مجاہد فی سبیل اللہ۔ دکن ہی میں اپنے والد کی رحلت کے بعد ۷۵۹ھ میں عین حکومت ہاتھ میں لی۔ اور حکومت کا آغاز اللضا و سخاوت سے کیا۔ ۷۶۳ھ میں علاقہ تملگانہ کا رخ کیا۔ وہاں کے راجہ کو شکست ہوئی۔ ناچار اس کے ہاتھ سے بے شمار خلیقت ہلاک ہو گئی۔ اور اسے سونے کے علاوہ جو اہرات کے ڈھیر غنیمت میں ملے۔

بعد ۷۷۲ھ میں گلبرگہ پر چڑھائی کی۔ جہاں کا سربراہ اپنی کمزوری دیکھ کر مصالحت پر آمادہ ہوا اور بے شمار مال بطور نذرانہ کے پیش کیا۔ جسے سلطان نے ایک مرتبہ انکار کرنے کے بعد پھر منظور کر لیا۔ جس میں تین سو ہاتھی۔ دو سو گھوڑے۔ ۱۳ سو اور شہر گول کنڈہ شامل تھا۔

یہ سامان راجہ نے اپنے جن ندیا کے ہاتھوں بھیجا۔ اس میں سونے کا تخت بھی تھا۔ بیش بہا قیمتی جواہرات سے ٹکا ہوا تھا۔ بادشاہ نے واپس لوٹ کر اس تمام مال کا خمس (۱/۵) شیخ سراج الدین حلیہ کی تحویل میں دے کر اسے علماء و شیوخِ علم و تحقیق میں تقسیم کرنے کی اجازت دی۔ اب وہ بیجا نگر پہنچا اور قلعہ مدکل پر قابض ہوا۔ اس حملہ میں کفار کے ہاتھ سے ۲۰۰ تین سو مسلمان شہید ہوئے۔ سلطان نے سنا تو فرمایا کہ اگر میں ان تین سو کے عوض میں ایک لاکھ ہندوؤں کو قتل نہ کروں تو سہی۔

اسی مرحلہ کے بعد اس نے اپنے فرزند مجاہد نامی کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے اسے مناسب ہدایات فرمائیں۔ اور غورسات ہزار اسوار اپنی کمان میں لے کر بیجا نگر کی طرف بڑھا۔ جوں جوں آگے بڑھتا گیا لشکر میں اصناف ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ تیسرے ہزار سوار اور ۹ ہزار پیدل فوج ہو گئی۔ راستے میں دریائے کشنا حائل ہوا اور مخالفین کو گمان تک نہ تھا کہ سلطان اسے کسی طرح عبور کر سکتا ہے۔ وہ ساحل پر رک گیا۔ مگر بیجا نگر کا بند راجہ اسی پر ہی ڈر گیا اور اس نے اپنا تمام مال و منال بیجا نگر منتقل کر کے اپنے مذمبوں سے پوچھا۔ لڑنا ہے یا بیجا پور واپس لوٹ چلیں اور قلعہ بند کر کے بیٹھ جائیں۔ وہ ابھی دو کس ہی طے کر پائے تھے کہ محمد شاہ نے سن لیا اور دریا سے اتر کر ان پر پل پڑا۔ ہندوؤں نے ہاتھی اور سالن تو وہیں چھوڑ دیے اور اپنی جانیں لے کر قلعہ اور دنی کی طرف دوڑے۔ بادشاہ نے فوج کے ایک دستے کو حکم دیا کہ دشمن کا متروکہ مال و منال اکٹھا کریں۔ اور خود ان پر ٹوٹ پڑا۔ اس حملہ میں اس کے ہاتھ سے ستر ہزار مردوزن اور مستورات و بچے طعمہ اہل ہوئے اور مندرجہ ذیل اموال غنیمت میں ہاتھ آیا۔

ہاتھی دو ہزار۔۔۔ بارکش بیل تین سو۔۔۔ گھوڑے سات سو۔۔۔ اور مرصع تخت شاہی۔۔۔ اور سلطان مدکل کی طرف روانہ ہوئے۔ بھٹوڑی سی مدت کے بعد برسات کا موسم ختم ہو گیا تو قلعہ اور دنی کا قصد کیا۔ راجہ نے یہ سنا تو اپنے بھتیجے کو وہاں لجنیات کر کے خود گرو دواج میں جان چھپاتا بھرا۔ سلطان حاصل شدہ اموال اور ہاتھی گلبرگہ میں چھوڑ کر

بیجانگر کی طرف بڑھا۔ تب راجہ نے مقابلے کے لیے چالیس ہزار سوار۔ پانچ سو پیدل فوج تیار رکھی۔ اور سلطان کی کمان میں دس ہزار سوار اور ۵۰ ہزار پیدل فوج تھی۔ جن کے علاوہ ماتحت امر کے دستے بھی تھے۔ ہنگامہ کارزار برپا ہوا۔ مگر ہندوؤں کے پاؤں پہلے پہلے میں ہی اکھڑ گئے۔ محمد شاہ نے بھگڑوں کو بار میں رکھ لیا حتیٰ کہ ان میں سے بہت بھڑی تعداد میں جان لے کر بھاگ گئے۔ محمد شاہ اس مقام پر سات روز تک پڑا رہا۔ آخر راجہ بیجانگر کے لتاقب میں عام شاہراہ سے ہٹ کر ایک تنگ سی راہ پر پڑ گیا۔ حتیٰ کہ بیجانگر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس مرحلہ میں ایک مہینہ گزرنے پر ہندو تھملا اٹھے۔ اور سلطان دکھلاوے کے طور پر بیمار ہو کر واپس لوٹا۔

جب ہندوؤں نے یسناؤ موقعہ غنیمت سمجھا۔ مسلمان لشکر کے قتل اور لوٹ و غارت کے لیے قلعے سے نمودار ہو گئے۔ یہاں تک کہ دریائے تمندرہ کو عبور کر کے اس چٹیل میدان میں آ پہنچے۔ جہاں سلطان نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ سلطان نے یسناؤ شام کا وقت تھا۔ بستر سے اٹھا۔ لشکر ہی اسے دیکھ کر تازہ دم ہو گئے۔ انہیں اسلحہ بندی کا حکم دیا۔ اور رات میں ہندوؤں کے اس پڑاؤ تک آ پہنچا جہاں وہ شراب کے نشے میں بدست ہو کر ناپنے والیوں کا گانا سن رہے تھے۔ انہیں اسلامی لشکر کے آنے کی خبر تک نہ تھی۔ سپیدہ سحر نمودار ہوا تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور مقابلہ کی بجائے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس ہتے میں اپنا تمام سامان پڑاؤ ہی میں چھوڑا۔ سلطان نے ان کے گھوڑوں کے قتل کا حکم دیا۔ دس ہزار بت پرست موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ ان کا لتاقب بیجانگر سے چالیس میل تک جاری رہا۔ اس میں بھی سلطان بے حساب مال غنیمت سے مالا مال ہوا۔

اب راجہ کشن رائے نے سلطان سے صلح کی درخواست کی اور تاوان میں لقمہ پیش کرنے کا وعدہ کیا تو صلح ہو گئی۔

سلطان گلبرگہ لوٹ آیا اور ساڑھے سترو سال تک مفتوحہ ممالک کے افلاہ و بھود پر
عز کرتا رہا۔ آخر عمر میں اس نے شراب چھوڑ دی۔

۲۲۳۔ شیخ محمد بن عبدالرحیم ارموی

والشیخ العالم الکبیر الامام العلامة محمد بن عبدالرحیم بن محمد الشیخ صفی الدین الشافعی
الہندی (صفی الدین ان کا لقب ہے) اپنے دور کے ممتاز علمائے سے ہیں۔ ماہ ربیع الاول
۱۳۴۲ھ میں ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے نانا سے پڑھا۔ ۱۳۹۷ھ میں یمن شریف
تشریف لے گئے۔ جہاں کے بادشاہ مظفر نام نے آپ کی بے حد تعظیم کی اور نو سو دینار
نذرانہ میں پیش کیے۔ آپ حج کعبہ کے لیے گئے تو مکہ معظمہ کے اندر تین مہینے تک قیام فرمایا
یہاں انہوں نے علماء میں سے ابن سلجین کو دیکھا اور ان سے استفادہ کیا۔ ۴۷۱ھ میں
قاہرہ تشریف لے گئے۔ روم کے شہروں میں گھومے اور ۴۸۵ھ میں وہاں سے دمشق آکر
اسے اپنا وطن ہی بنا لیا۔ یہاں انہوں نے فخر بخاری سے حدیث سنی اور خود دمشق کی جامع مسجد
میں مسند تدریس آراستہ کر کے بیٹھ گئے۔ دمشق ہی میں انہوں نے فتاویٰ پر کتاب مدون کی۔
اور عملاً محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کا ہاتھ بڑھائے رکھا۔ انہوں نے مندرجہ ذیل کتابیں
لکھیں۔

(۱) فتاویٰ

(۲) الزبدۃ

(۳) النہایۃ (در اصول دین)

(۴) الفائق (ایضاً)

(۵) الرسائلۃ السبعیۃ (ایضاً در اصول دین)

علامہ سبکی اور ابن حجر نے دررکامنہ کے اندر اور شوکانی نے البدر الطالع میں اور۔

صدیق حسن قزوینی نے اجداد العلوم و تاج مکمل وغیرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔
سبکی نے ان کی متذکرۃ الصدور تالیفات لکھنے کے ساتھ فرمایا ہے کہ:-
وہ مذہب ابو الحسن کے اعلم العلماء سے تھے۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ بے حد وسیع تھا۔
انہوں نے فخر الدین بخاری اور قاضی سراج الدین مؤلف کتاب التلخیص سے استفادہ کیا اور امام
ذہبی نے ان سے روایت کی۔

انص کی تمام کتابیں خصوصاً النہایۃ نہایت عمدہ ہے۔ وطن ان کا ہندوستان ہے۔
۱۸۵۰ء میں دمشق تشریف لائے۔ یہیں ۱۸۵۰ء میں انتقال فرمایا۔ ان کا خط نہایت بدنام تھا
مگر خود وہ نہایت ظریف اور سخن ساز تھے۔ ایک مرتبہ بازار سے ایک نہایت بدنام کتاب بہت
زیادہ داموں میں خرید لائے۔ اجاب کو یہ دکھانے کے لیے کہ جو لوگ میرے خط کو بدنام کرتے ہیں
وہ اس خط کو کیا کہیں گے! مگر جب گھر آکر کتاب کھولی تو یہ اپنی کہے ہاتھوں سے لکھی
ہوئی تھی۔

امام ابن تیمیہ سے مناظرہ

ممدوح سے امیر تنکز کی صدارت میں امام کے مؤلفہ رسالہ المجموعہ پر مناظرہ ہوا۔ بشمار
علماء جمع تھے۔ پہلے صاحب ترجمہ نے تقریر شروع کی۔ اور ان کا انداز بیان تھا کہ ختم ہی نہ
ہوتا۔ جزئیات تک سمیٹتے چلے جاتے۔

خدا خدا کر کے امام ابن تیمیہ کی نوبت آئی۔ تو وہ ان کی ایک ایک بات کا جواب دینے
لگے۔ اس اثنا میں صفحی الدین نے کہا۔

اے ابن تیمیہ! تم تو چڑھے کی مانند اوصار اوصار بھپک رہے ہو۔ یہ کیا انداز ہے!
ہندی صاحب رئیس مجلس تنکز کے ممدوح تھے اور حاضرین مجلس بھی۔
مسئلہ متنازعہ۔۔۔ منقحاً۔ رئیس مذکور نے امام کو جلس میں کھینچ دیا۔ اور ان کے

ہم لواؤں کے وظائف بند کر کے شہر میں تشہیر کرا دی۔

ابن حجر عسقلانی اپنی تالیف درر کامنہ میں نسبی مدوح سے ان امور میں منفرد ہیں
 دہندی کو صرف ربع القرآن حفظ تھا۔ وہ المتص کی م پر فتح اور صل پر تشدید پڑھتے۔
 رات کو ایک وظیفہ کے لیے اٹھتے تو لوپشاک میں پتیاوے اور نعلین تک بدلتے۔ تب نماز
 کے لیے قیام کرتے، ان کی زبان میں ہندولوں کا سماع عقدہ تھا۔ تاہم دین دار، نیک اور
 سعادت گزار تھے۔

اور شوکانی نے اپنی تالیف البدر الطالع میں ان کے متعلق مندرجہ ذیل امور میں تفویض
 اختیار کیا ہے۔

کہ یہ جو ہندی نے ابن تیمیہ سے اثبات کے مناظرہ میں کہا کہ تم چڑھے کی مانند پھرتے
 پھر رہے ہو تو یہ امام کے جملہ اسلامی علوم میں تبحر کی وجہ سے کہا۔ ورنہ ہمام لوگ تو وہی بات
 کہتے ہیں جو ان کے معمولات میں ہو۔ اور بس!

انصاف و انتقام ۱۱۵ء میں ہوا۔

۲۲۲۔ شیخ محمد ابن کمال الدین دہلوی

«الشیخ الفاضل» — ابن علی ابن ابوبکر ہندی دہلوی۔ لقب سمش الدین حنفی!
 فاسی نے عقد میں لکھا ہے کہ شیخ سمش الدین نے ہماری استانی ام الحسن فاطمہ سے پڑھا
 جو عورتوں میں سے نہایت بلیغ نظر مدرسہ تھیں۔

اور صاحب تذکرہ اپنے پیشوا سمش الدین محمد ابن محمود بن محمود الخوارزمی المعروف بہ
 سعید کے نائب تھے۔ انہوں نے برسوں ان کی ملازمت کی اور پڑھا۔
 مکہ معظمہ کئی مرتبہ اہل و عیال کو ہمراہ لے کر حج کے لیے گئے۔ وہیں طاعون سے وفات
 پائی اور حینب المعالی میں سپرد خاک ہوئے یہ۔ (طرب الامثال)

۲۲۵۔ محمد بن مبارک کرمانی

(لعہد سلطان فیروز شاہ)

«الشیخ البصالح»۔ المحسینی الکرمانی الدہلوی۔ صلاح و تقویٰ میں بے مثل۔ مولد دہلی اور اساتذہ فخر الدین زراوی وغیرہ ہیں۔ حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں عمقواں شباب میں جانا شروع کیا۔ مگر شرف بیعت حضرت محمود کے خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے حاصل ہوا۔ محمد شاہ تغلق کے عہد میں اپنے چچاؤں اور اپنی والدہ کے دوا شیخ سمش الدین دامغانی کے ہمراہ دولت آباد تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ لبر پور دہلی لوٹ آئے۔ دہلی ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔ سیر الاولیاء فی الجہار المشایخ المحدثہ ان کی تالیف ہے۔ جس کی مثال طبقات المشایخ میں نہیں دیکھی گئی۔ اس کتاب پر قبولیت رضمانی کا پر لوبہ ہے۔
وزلک فضل اللہ یوقیہ من یشاء

۲۲۶۔ شیخ محمد ابن محمد صنعانی

«الشیخ العالم المحدث العلامة» لقب حنیاء الدین النندی۔ راقم مؤلف نزہۃ الخواطر نے ان کا نسب لتعلیم ان کی دستخطی اس طرح دیکھا۔

اساتذہ

شیخ جمال الدین مطری سے بواسطہ ابوالمنین بن عساکر صحیح بخاری سننی اور خود بھی ان کو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ سنائی۔ قطب ابن مکرم کو موطا سنایا اور ان سے فرقہ و خلافت! بھی حاصل ہوا۔

یہ سن ۱۳۴۵ء اور مدنیہ منورہ کا واقعہ ہے۔ قاہرہ کے اساتذہ حدیث سے بھی پڑھا۔ پھر مدنیہ منورہ آئے اور دو سال تک تدریس و افتاء میں مصروف رہے۔ آخر وہاں کے امیر سے اختلاف کی وجہ سے مکہ مکرمہ چلے آئے اور مدرسہ حنفیہ میں تدریس کا مشغل اختیار فرمایا۔ یہ مدرسہ یہاں کے امیر یمنانے قائم کیا تھا۔ صاحب تذکرہ اس مدرسہ کے اندر ماہ شوال ۱۳۴۲ھ ۷۴۳ھ میں لغتیناں پھرتے اور یہیں ۱۳۴۸ھ ۷۴۸ھ ماہ ذوالحجہ جمعہ کے روز وفات پائی۔ ان کی عمر ۸۰ سال تک آپہنچی تھی اپنے مسلک کے ماہر تھے اور ادب عربی و عجمی میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ مسلک میں اس حد تک غلو نہ تھا کہ اس کی بنا پر امام شافعی کی دشمنی سے بھی انکار نہ کرتے۔

۲۲۷۔ شیخ محمد بن محمود پانی پتی

م ۷۴۵ھ
۱۳۴۳ھ

«الشیخ العالم الفقیہ الصالح» ملقب بہ شیخ جلال الدین پانی پتی المشہور بہ کبیر الاولیا اولیاء سالکین و عبادت گزار میں سے تھے۔ کم سنی ہی میں جذبہ ربانی سے اثر پذیر ہو گئے۔ اور گھر سے نکل پڑے جس شہر میں پہنچے۔ وہاں کے شیخ سے استفادہ کیا۔ مگر طریقت اپنے ہی شہر پانی پت کے شیخ شمس الدین ترکی سے حاصل کی۔ ان کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ پھر خود ارشاد و تلقین پر مائل ہوئے۔ ان کے مستغنیض میں شیخ احمد عبدالحق رودلوی اور دوسرے بے شمار افراد ہیں۔ ان کی تصانیف میں زاد الاموار فی الحقائق و المعارف ہے۔ دو مرتبہ حج کیا اور پانی پت ہی میں سپرد خاک ہوئے۔

۱۔ فارسی در عقد بحوالہ طرب الامثال (در متن)

۲۔ سیر الاولیاء (در متن)

۲۲۸۔ شیخ محمد بن محمود السنوی

م ۴۳۸
۱۳۳۷ھ

«الشیخ العالم الصالح» محمد بن محمود الخریب لقب برہان الدین ابن ناصر الدین السنوی جو شیخ جمال الدین احمد خطیب لخمائی السنوی کے بھانجے ہیں۔ ۴۵۲ھ میں ہالنسی میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں پروان چڑھے۔ سن رشد میں دہلی پہنچے اور وہاں کے اساتذہ سے فقہ و اصول اور ادب عربی پڑھے۔ ۴۹۳ھ میں حضرت نظام المشائخ کی خدمت میں برسول ملازم رہے۔ اور دہلی ہی میں قیام رہا۔ ۵۱۸-۵۲۰ھ میں دولت آباد تشریف لے گئے اور یہاں مدلول اقامت فرمائی۔

بہت بڑے عالم ممتاز، فقیہ اور زاہد شب زندہ دار ہونے کے ساتھ زندگی پر تجربہ غالب تھا۔ صاحب وجد و حال تھے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ازاں حمبلہ! شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی، شیخ فرید الدین، شیخ کمال الدین کاشانی اور رکن الدین ابن عماد الدین کاشانی وغیرہ حضرات ہیں۔ شیخ رکن الدین نے ان کے ملفوظات کتاب — لفائف الفاس سے جمع کیے ہیں۔ اور ان کے سوا ان حضرات نے نیز یہ جہم سر کی ہے، ان کے بھائی عماد بن العماد نے احسن الاقوال میں۔ دوسرے بھائی محمد بن عماد نے غریب الحکومات میں اور ان کا نتمہ لقیۃ الغرائب کے نام سے لکھے۔ بخاندیں کے رئیس نصیر خاں نے ان کے نام پر شہر برہان پورا آباد کیا۔

۲۲۹۔ شیخ محمد ابن نظام الدین بہرائچی

دعبد سلطان فیروز شاہ

م ۷۷۲
۱۳۷۰ھ

«الشیخ الصالح المعمر» جن کے حیدر اول محمد بن اسماعیل بن جعفر المحسینی البہرائچی ہیں۔
کنیت ابو جعفر المشہور بہ امیر صاۃ مشایخ کبار سے تھے۔ حضرت علاء الدین چشتی جنوری سے
مخوفہ خلافت حاصل ہوا۔ حضرت شاہ جمال علی گڑھی کے ملازم خدمت بھی رہے۔ سلطان
فیروز شاہ ان سے بہرائچ میں ملاقی ہوئے۔ سید الشرف جہانگیر سمنامی بھی آئے اور ان کے
شرف و کمال کا اعتراف کیا انہوں نے کتاب المحجوب فی عشق المملوب لکھی۔ فیروز شاہ
کے عہد میں طعمہ حاصل ہوئے۔ اور بہرائچ ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔

۲۳۰۔ شیخ محمد بن محمد کابلی

«الشیخ العالم المحدث» — «الحنفی الکابلی الہندی» نزل و دفین مکہ قاضی فاسی نے
اپنی کتاب «العقد الثمین» کے اندر یہ ذکر فرمایا ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے ۷۵۳ھ میں
عزالدین ابن جماعہ سے حدیث سنی اور میں (فاسی) نے اپنے شیخ جمال الدین ابن ظہیرہ
سے ان کی بابت پوچھا۔ وہ ہمارے شیخ بابرکت تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں نقل کیں اور
وہ خود کو ابوالفتح کانائب امام بتاتے تھے۔

۱۔ مرآة الاسرار و مہر جمال تاب و خزینۃ الاصفیاء (درمتن)

۲۔ طرب اللامثل (درمتن)

۲۲۱۔ شیخ محمد بن محمد الہندی

م ۱۲۴۲ھ
 «الشیخ العالم المحدث» — بن سعید الخنفي لقب شرف الدين والایت علامہ
 ضیاء الدین الہندی، قاضی فاسی نے عقد الثمین میں لکھا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں
 ابن حبیب اور ابن عبد المعطی وغیرہ سے حدیث پڑھی۔ انتقال قاہرہ میں ہوا۔

۲۲۲۔ شیخ محمد ابن محمد بلخی

«الشیخ العالم الصالح» محمد بن محمد بلخی لقب شرف الدین۔ ابن رکن الدین بہاری
 صوفی فقیہ۔ حضرت منیری شاہ شرف الدین احمد بن بکیمی کی خدمت میں بلازم رہے اور
 آپ سے درک طریقت میں فیض کام ہونے۔ شیخ نے ان کی خاطر کئی جلدوں میں کتاب
 آداب المریدین للضیاء ابی الجیب عبد القادر سہروردی (فارسی) میں لکھی۔ حضرت
 بلخی نے اپنے مرشد مدوح کے درج میں کئی قصیدے لکھے۔

۲۲۳۔ شیخ محمد بن علی سنبرواری

«السید الشریف» محمد بن علی بن العلاء بن عنیث ابن حمزہ بن ہارون تائب علی الاشقر بن
 حسین السنبرواری المشہور بہ سقانی۔ سندوستان شریف سے آئے اور شیخ شہباز الملت علی بن
 محمد جہولسنوی سے خرقہ خلافت حاصل ہوا۔ ان کی صاحبزادی بھی آپ کے جہالہ عقد میں آئی۔ پہلے
 قریہ سید سلوان میں اقامت گزین ہوئے پھر موضع تی وہ نواح کٹڑہ میں آباد ہوئے۔ جہال آپ

کے اخلاف بکثرت موجود ہیں۔

۲۳۴۔ شیخ محمد ابن احمد اصفہانی

«السید الشریف» امام علی نقی کے اخلاف سے ہیں۔ علوم شرح اور طریقت دونوں کے اندر ملکہ تھا۔ ہندوستان آئے اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے طریقت سے فیض حاصل کیا۔ کٹر ہیں سکونت پذیر ہوئے جہاں ان کے اخلاف سید اصفہانی کہلائے۔

۲۳۵۔ شیخ محمد ابن محمد الفرسوری

(بعہد سلطان محمود شاہ بہمنی)

از ۴۸۰ھ تا ۵۸۱ھ
۱۲۸۰ء تا ۱۳۲۹ء

«الشیخ الکبیر» محمد بن محمد الجندی۔ رکن الدین لقب۔ سراج الدین الفرسوری۔ اولیاد الشکیر سے تھے۔ جدِ اعلیٰ حضرت جنید بغدادی اور مولد شہر لپشاور ہے۔ بلوغت کے بعد گھر سے نکل کر بیشتر مشہور ہیں گئے اور آخر ۵۷۰ھ میں دولت آباد پہنچے جہاں شیخ علاء الدین جویری کی بیعت سے سرفراز ہو کر موضع کورچی کو وطن قرار دیا۔ ان کے ہاتھ پر بے شمار ہندو مسلمان ہوئے اور ۵۷۰ھ میں جب گلبرگہ شریف لے آئے تو سلطان محمد شاہ بن علاء الدین حسن بہمنی نے اسے بہت غنیمت سمجھا۔ ان کے فضل و کمال سے متاثر ہوئے اور یہاں پر قیام کو بابرکت سمجھا۔ سلطان محمود ان کے ارشادات دل سے پسند کرتا تھا۔

۱۔ منبع الانساب دور متین

۲۔ منبع الانساب دور متین

۳۔ منبع الانساب دور متین

۲۳۶۔ شیخ محمد بن سحری اورھی

(العہد سلطان محمد ثانی)

۱۳۲۲ھ

«الشیخ الفاضل الکبیر العلامۃ» لقب شمس الدین۔ فخر الامثال فقہ واصول

وادب عربی میں ممتاز۔ مولانا ظہیر الدین بھکری اور شیخ فرید الدین شافعی اورھی وغیرہ سے پڑھا
طریقیت میں حضرت نظام المشایخ سے مستفیض ہوئے اور برسوں ان کے ملامت رہے۔

حضرت نے ۱۳۲۳ھ میں انہیں خرقہ مخالفت عطا فرمایا۔

انہوں نے مفید کتابیں لکھیں۔ مثلاً کتاب شمس المعارف ہے۔ وہ فرشتہ سیرت

زاد، بجز پسند اور اس امر پر مستقل طور پر مواظب رہے۔ اغنیاء کے ہاں خود جاتے نہ ان

کا آنا گوارا کرتے۔ مطالعہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ

پیش آمدہ مسئلہ پر غور کے بعد بات زبان سے نکالتے۔ سخاوت ان کا دستور تھا۔ بڑے

بارعب تھے۔ علمائے کرام اور مشایخ عظام کا احترام کرتے۔ اساتذہ علم و فن بھی ان سے

استفاہ کے لیے حاضر ہوتے۔ ان کے شاگردی پر فخر کرتے اور ان کی مدح میں قصیدے

کہتے۔ شیخ محمود اورھی کے قصیدے میں ایک شعر ہے۔

سألت العلم من احیاک حقاً

فقال العلم شمس الدین سجی

(میں نے علم سے پوچھا کہ تو کس کے دم کی برکت سے زندہ ہے۔ تو اس نے جواب

دیا کہ شمس الدین سجی کی برکت سے)

دہلی ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔

—————

۲۲۷۔ شیخ محمد ابن یوسف ابو دہنی

«الشیخ العالم الصالح» — یوسف ابن سلیمان ابن مسعود الحمیری لقب علم الدین ہے زید و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ پاک پٹن میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ طریقت میں بھی انہی سے استفادہ کیا اور ان کی رحلت کے بعد مرشد قرار دیے گئے۔ ابن بطوطہ ان کے والد کی ملاقات سے ابو دہن ہی میں بہرہ مند ہوا۔

۲۲۸۔ شیخ محمد ابن محمد الدرہی

«الشیخ العالم المحدث» — محمد ابن ابو بکر درہی دہلی لقب نجیب الدین الحنفی، الہندی۔ ابن السکر نے ان کا حال اس طرح قلمبند کیا ہے۔ اپنے مسلک میں فاضل تھے مدقوں مکہ مکرمہ میں رہے اور جب تک رہے روزانہ عہد سے مشرف ہوتے۔ قاضی نے لکھا ہے:۔ قاضی جمال الدین ابن ظہیر فرماتے کہ نجیب الدین نے مجھ سے بیان کیا ہے جو ہندوستان میں علامہ سے مشہور ہے کہ جب میں مکہ مکرمہ میں پہنچا تو حرم کے اندر عقیف دلاصی قاری قرآن مجید پڑھتے۔ میں نے ان سے قرآن پڑھنے کی درخواست کی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تم عجمی ہو۔ جو حروف صحیح مخارج سے ادا نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا مجھ سے سن ہی لیجیے! اگر آپ مطمئن ہو گئے تو فہماورنہ ماجیر و شتابہ سلامت! فرمایا۔ سنائیے اور سن کر فرمایا کہ «میں تمہارے اندر نسیب کی خوشبو پاتا ہوں! ذرا اپنا شجرہ تو سناؤ!»

میں نے ان سے پوچھا آپ کے جد اعلیٰ؟ فرمایا خالد بن ولید! میں نے کہا میں بھی انہی سے منسوب ہوں! ہم دونوں نے اپنا نسب نامہ پڑھا تو دونوں بعض باہدو میں ہم نسب تھے۔

جس سے یہ بھی ثابت ہے کہ ابن حزم نے جمہور میں جو حضرت خالد کے اخلاف

سے انکار کیا ہے تو ان کا انکار صحیح نہیں۔ حضرت خالد سے تو بے شمار افراد کا لقب ملتا ہے۔

۲۳۹۔ قاضی جلال الدین محمد الکرمانی

(بجہد سلطان فیروز شاہ)

«الشیخ الفاضل العلامة القاضی» فقہ و اصول اور ادب عربی میں نامزد الاقران۔
 سلطان محمود نے آپ کو جملہ ایسے علماء پر ترجیح دی جو اس منصب کے لیے موزوں تھے۔
 سلطان محمود نے آپ کو تمام ممالک محروسہ کا قاضی القضاة مقرر کر دیا اور جملہ دینی امور اس طرح
 آپ کو تفویض کر دیے کہ سلطان ان کے کسی معاملہ میں دخل نہ دیتا۔
 وہ اپنی وفور علم و ادراک کی وجہ سے اپنے دور کے غزالی اور رازی تھے۔ سلطان نے
 دوسروں کے مواجب اور مناصب بھی آپ ہی کو سونپ رکھے تھے۔ اب تک جتنے قاضی القضاة
 مقرر ہوئے تھے کوئی ان کے مرتبہ تک پہنچ سکا۔

۲۴۰۔ شمس الدین محمد شیرازی

الشیخ العابد الزاہد۔ معتمدین بزرگوں میں سے تھے۔ ۷۳۲ھ ابن بطوطہ نے بھکر میں ان
 سے ملاقات کی۔ شیخ نے اپنی عمر ۱۲۰ سال سے زیادہ پائی۔

۲۴۱۔ مولانا شمس الدین محمد دامغانی

(بجہد سلطان محمد تغلق)

«الشیخ الفاضل الکبیر» ممتاز افاضل میں سے تھے۔ جناب مولانا خوارزمی وغیرہ سے پڑھا

نواز شہی کے اسباق میں شاہنشاہ دین حضرت نظام المشائخ بھی آپ کے ہم سبق تھے عہد
تعلق میں دہلی سے دولت آباد تشریف لے جا کر مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ یہاں جن حضرات
نے آپ سے پڑھا ان میں شیخ عین الدین بیجاپوری بھی ہیں۔

۲۲۲۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی

م ۷۱۹ھ
۱۳۱۷ء

«الملك السوری» محمد بن مسعود خلجی السلطان علاء الدین محمد شاہ جو سلطان جلال الدین خلجی کے
برادر زادہ اور داماد تھے۔ جن کے لیے محمود نے کٹرہ اور اس کے لواحق مواضع جاگیر میں عنایت
فرمائے۔ مسلمان بادشاہوں میں سب سے پہلے دکن دلوگیر پر آپ نے حملہ کیا۔ یہ شہر مالوہ اور
ہمارا شہر کے تمام حلقہ میں ممتاز تھا۔ اور اس کا ہندو راجہ تمام راجاؤں میں برتر۔ اس نے مقابلہ
کی بجائے اطاعت کا قبلاہ پیش کرتے ہوئے پیش بہادریا نذرانے میں پیش کیے۔ سلطان یہاں
لے کر اپنی جاگیر کٹرہ میں لوٹ آئے۔ اور غنیمت میں سے کوئی جزو بادشاہ دہلی جلال الدین کی طرف
نہ بھیجا۔ تو امر لے وقت لے سلطان جلال الدین کو کھڑکا دیا جس پر اس نے ان سے مطالبہ بھی کیا
تو اس نے انکار کر دیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے کٹرہ ہی میں اس سے ملاقات کر کے اسے اپنے ہمراہ
دہلی میں لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور فرمایا کہ وہ میرا فرزند ہے۔

سلطان ایک مختصر سادستہ لے کر منزل بہ منزل گزرتا ہوا کٹرہ سے ادھر گئے کے ساحل
پر اترا۔ آخر ادھر سے وہ اور ادھر سے علاء الدین کشتی میں بیٹھ کر ملاقات کے لیے روانہ ہو
گئے۔ داماد کی نیت میں شروع ہی سے فتور تھا۔ اس نے اپنے ندیا سے کہہ دیا کہ جب میں
سلطان سے معاف کروں تو تم عقب سے اسے قتل کرو یا اور ایسا ہی ہوا۔ اب اس نے اپنے
چچا کے ملک اور افواج پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد وہ دہلی گیا تاکہ سلطان (جلال الدین) کے بیٹے (دکن الدین) کو بھی اس

کے قتل باپ کے پاس پہنچادیں۔ رکن الدین کو یہ معلوم ہوا تو سندھ کی طرف بھاگ بھاگا رہا یہ واقعہ
 ۴۹۴ھ میں رونما ہوئے علاء الدین نے دہلی کی گدی سلجھالی اور بیس سال تک دارِ حکومت دی۔
 ۱۲۹۵ء
 سلجھالی رکھی۔ اس دوران میں علاء الدین نے کئی شہر فتح کیے۔ خصوصاً تاتار کے ساتھ شدید
 مقابلہ کر کے ان کے بیشتر افراد قتل کر دیے اور کچھ اسیر کر لیے۔ جس سے وہ گھبرا کر خراسان
 کی طرف نکل گئے۔

پھر اس نے ۴۹۷ھ میں گجرات پر دھاوا بول دیا جس پر وہاں کے راجہ رائے کرن نے
 ۱۲۹۴ء
 مقابلہ تو کیا۔ مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ رائے مذکور بھاگ کر دلوگیر کی طرف چلا گیا تو علاء الدین نہروالہ
 اور اس کے بلخات پر قابض ہو گیا۔

ادھر تاتاریوں کا سب سے زیادہ طاقت ور بادشاہ قتلخ خواجہ، دو لاکھ فوج کمان میں
 لے کر دہلی کی طرف بڑھا۔ یہ سن کر علاء الدین مدافعت کے لیے نکلا۔ اس کی کمان میں تین لاکھ فوج
 اور ۲۰ سو جنگی ہاتھی تھے۔ سخت مقابلہ کے بعد اس نے قتلخ تاتاری کو مارا اور المنہر کی طرف
 دھکیل دیا۔

اب اس نے ۴۹۹ھ میں رنجبور کی فتح کے لیے لشکر بھیجا جس لشکر نے قلعہ والوں
 ۱۳۹۸ء
 پر عرصہ روز گلاتنگ تو کر دیا مگر سر نہ کر سکے۔ علاء الدین نے سنا تو خود آیا۔ نہایت سنجھی کے ساتھ
 انہیں دبانا شروع کر دیا۔ اور ایک مدت کے بعد قلعہ فتح ہوا۔ جس کا سربراہ راجہ ہمیر دیو اور وزیر
 اہل تھے۔ آخر کچھ لوگ مقابلہ کے لیے باہر نکل آئے۔ تو وہ سب کام آگئے۔
 علاء الدین نے دہلی آکر ندیا کو جمع کر کے دریافت کیا کہ اب تک بغاوت اور سرکشی کیوں ختم
 نہیں ہو پائی۔ عرض کیا گیا۔ اس کے چار اسباب ہیں۔

۱۔ بادشاہ سلامت کی پلک سے غفلت اور بے پرواہی

۲۔ خواص و خواص کی شراب نوشی

۳۔ بادشاہ اور امرائے سلطنت کی باہم رشتہ داری۔

۴ - عوام میں افراطِ زور!

یہ سن کر سلیمان نے اپنے جاسوس ملک میں پھیلا دیے جس کے اثر سے لوگوں میں کھلے طور پر امورِ سلطنت پر گفتگو کرنا و شواہد ہو گیا۔

پھر اس نے راستوں کی حفاظت کی جس کے اثر سے ایک بڑھیا بنگال سے چل کر سندھ آئی اور راستے میں کوئی اس سے متعین نہ ہوتا۔

اب اس نے شراب پر قدغن لگایا تو شراب کے ساتھ اس کے برتن بھی توڑ دیے گئے امرالو شاہی امر کے بغیر باہم رشتہ داری کرنے سے منع کر دیا۔

عوام سے اموال و جاگیلات و مملوکہ اراضی غلام اور وقف تک ضبط کر کے شاہی املاک میں شامل کر لیے حتیٰ کہ شاہی خاندان کے افراد کو بھی نہ چھوڑا۔

پھر اس نے یہ نئے قوانین نافذ کیے۔

۱ - بغیر استیفاء جنس ہر ایک پیداوار میں نصف وصول کی جائے اور اس کا حساب اراضی کی پیمائش کے مطابق ہو۔

۲ - مقدم اور چوہدری جو کچھ کسانوں سے لیتے ہیں وہ بھی سرکاری خزانہ میں جمع ہو۔

۳ - دو بھینسوں اور ۱۲ - بھٹیروں سے زائد نہ ہوں۔ چوہدری - مقدم اور عام کسان اس میں برابر ہوں۔

۴ - مویشی کے لیے چارہ ان کی ضرورت سے زیادہ نہ لویا جائے۔

اس نے ان تمام قوانین کے نفاذ میں پوری پابندی سے کام لیا۔ حتیٰ کہ عزیز اور امیر ایک سطح پر آ گئے۔

۱۳۰۳ء میں اس نے ہندوستان کا مضبوط ترین قلعہ چتوڑ فتح کر لیا اور

فتح چتوڑ :- اس پر فریقین میں جنگ نہ ہوئی تھی۔

ککض :- درنگل و کن پر حملہ کیا۔

۱۳۱۳ھ میں تاتاری چالیس ہزار فوج لے کر ملک میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ امرتسر پہنچے۔ جن کے لیے اس نے غازی ملک (تخلق جو مبارک شاہ کے بعد حکمران ہوا) کو مقرر کیا۔ مقابلہ میں بے شمار تاتاری قتل اور گرفتار ہوئے۔ غنیمت میں بیس ہزار گھوڑے ہاتھ آئے۔ عین الملک کو مالوہ کی طرف بھیجا جس نے وہاں کے راجہ سے لڑ کر اُجین۔ مندو و دہار اور چندی و عزیزہ فتح کیے۔

تاتاری پھر اُٹھ آئے اور اس مرتبہ بھی علاء الدین نے تخلق ممدوح الصدر غازی الملک کو ان سے نپٹنے کے لیے تحینات کیا۔ گھمسان کارن پڑا اور انہیں شکست دی۔ پھر علاء الدین نے شاہی لشکر دلوگیر کی طرف بھجوا یا تو یسن کر وہاں کا راجہ سپہ سالار کی خدمت میں پیش قیمت تحائف کے ساتھ حاضر ہوا اور جب سپہ سالار وہی لوٹا تو اس راجہ نے بھی اس کے ساتھ آکر علاء الدین کی خدمت میں خراج اطاعت پیش کیا۔ جس پر سلطان نے دلوگیر کے تمام شہر اور گجرات کے کچھ علاقے بھی جاگیر میں عنایت فرما کر اسے واپس کر دیا۔ اسی طرح دکن کا سب سے بڑا شہر ونگل کے قلعہ کا ماجرا ہے جس پر محاصرہ اور اس پر قتال جاری رہا۔ آخر وہاں کے راجہ نے بے شمار مال و متاع کے عوض میں صلح کی درخواست پیش کی۔ اور اس مال سے کچھ فوراً اور قدرے بعد میں دانتو نافر پایا۔

معبر

یہی ماجرا شہر معبر دکن کا ہے جو شدید معرکے کے بعد فتح ہوا۔ اور اس شہر میں ایک مسجد تعمیر کرائی گئی۔ دکن میں یہ سب سے پہلی مسجد تھی۔

علاء الدین کے معرکے

محمد قاسم بن غلام علی بیجا پوری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان علاء الدین

کی جنگیں تعداد میں چار سو اسی (۴۸۰) ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک جنگ میں فتح

اسی کو ہوئی

اس کے غلام

ستر ہزار تھے۔ جن میں ذکور اور اولادِ غلامان کی تعداد سات ہزار تھی۔

پھر اس نے اسٹیباہ صرف کی سرکاری طور پر قیمتیں مقرر کیں۔

۱۔ جن پر نگرانی کے لیے اس نے بازاروں میں چوبی متعین کیے۔

۲۔ حکم دیا کہ لنگان میں جو غلہ سرکاری طور پر جمع ہوا سے بادشاہی کوٹھاروں میں محفوظ کیا جائے۔

۳۔ جب بازار میں غلہ کی مقدار گھٹ جائے تب سرکاری کوٹھاروں کا غلہ نرخ مقررہ پر

صارفین کے ہاتھوں بیچا جائے۔

انک مرتبہ اس نے کوٹوال شہزادی کو حکم دیا کہ شہر کے تمام دکانداروں کو دریائے جمنہ

کے ایک مقام پر جمع کرو!۔ وہ آگئے تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے سامان رشاہی نرخوں پر

فروخت کریں۔

۲۔ صرف کی ہر ایک شے گرائی کی امید پر فروخت کرنا بند کر دیں۔

۳۔ کسان پر یہ حکم لازم ہے کہ وہ پیداوار میں سے ہر ایک جلس فوراً فروخت کر دیں اور

اس میں سے گھریں کچھ نہ رہنے دیں سولے گھریں فروخت کے۔

۴۔ کوٹوال صاحب روزانہ منڈی اور بازار کے نرخ بادشاہ کے سامنے بیان کریں۔

۵۔ وہ خود بھی کبھی کبھی بازار میں نرخ دریافت کرنے آجاتا تو ان میں کسی یا زیادتی کرنے والوں

کو سزا دیتا۔

نرخ بندی کا دستور

۱۔ دہلی کے بدالیونی دروازے پر اس نے ترازے کے بڑے بڑے کٹھڑے تعمیر کرائے جن

کے اندر نوازون کو بچھا کر پابند کر دیا۔ کہ وہ صبح سے دوپہر تک ان میں کپڑا بچھیں اور اس مقام کے سوا شہر بھر میں کسی اور جگہ کپڑا فروشی نہ ہو۔ ان کٹڑوں کا نام علاء الدین نے سوائے عدائے رکھا۔

۲۔ ان نوازوں کا ایک دفتر مقرر کیا جو لوگ بیرون شہر سے تھان لاتے تو ان کے نرخ مقرر کیے جاتے۔

۳۔ دولت مند کپڑا خرید کر ادھر ادھر فروخت کرنا چاہیں تو بازار کے چوہدری سے اجازت لیں۔ پھر وہ مسترد کردہ نرخ سے ایک دوسرے مقامات تک لے جا کر فروخت کریں۔

گھوڑوں کی نرخ بندی

۱۔ اس نے مال داروں کو گھوڑوں کے سوداگروں سے گھوڑے خریدنے اور فروخت کرنے میں سختی سے روک دیا۔

۲۔ دلالوں کو تاکید کر دی کہ مقررہ نرخ سے کم یا زیادہ پر پول تول نہ کریں۔

۳۔ کبھی کبھی وہ خود منڈی میں آکر گھوڑوں کی نرخ بندی کا اثر دیکھتا اور بے اعتمادی پر طنزوں کو زحسب کرتا۔

بعض اشیاء و اجناس کی نرخ بندی

۱	گندم	ایک من کی قیمت	سات ہتیل
۲	جو	" " " "	چار "
۳	جوار	" " " "	پانچ "
۴	چنا	" " " "	پانچ "
۵	موٹھ	" " " "	تین "

۱ - چتیل تانبے کا ایک تولہ سکہ تھا۔

ب - اور من چالیس سیر کا تھا۔

ج - سیر ۲۲ - تولہ کا تھا۔

۵ - تنگہ سونے کا بھی ہوتا اور چاندی کا بھی لگر یہاں چاندی کا مقصود ہے جو ۵ چتیل کے برابر قیمت میں تھا۔

گھنٹوں پارچات کی نرخ بندی

۱ - سرخ ٹول	فی گز	۱۱ تنگہ
۲ - ٹول گوگہ	" "	" ۶
۳ - سری صاف (اعلیٰ)	" "	" ۵
۴ - متوسط	" "	" ۳
۵ ادنیٰ	" "	" ۲

کریا بس (سوتی پارچے)

اعلیٰ	۲۰ - ہاتھ	قیمت (۱) تنگہ
متوسط	۲۰ - ہاتھ	" (۱) "
ادنیٰ کپڑا	۲۰ - "	" (۱) چتیل

گھنٹوں کا نرخ

شتم اول	ایک سوتا ایک سو بیس	تنگہ
" دوم	۷ تا ۸	"

پنیسٹہ تا ستر تنکہ	قسم ثالث
۱۲ تا ۲۰	یا لکھوڑا

غلاموں کا نرخ

ایک سو تا دوسو تنکہ	اعلیٰ قسم
۲۰ تا ۴۰	قسم متوسط
۵ تا ۱۰	ادنیٰ

شراب کا نرخ

ایک سیر کی قیمت ۲ چٹیل	مصری شراب
۱	عام شراب

دوسری اشیاء کے صرف

ایک سیر کی قیمت دو چٹیل	گائے کا گھی
۱	سروں کا تیل
۱	نمک

اسی طرح گائے بھینس، اونٹ، بکری، وغیرہ کے نرخ مقرر کیے گئے۔
 حتیٰ کہ انسانی ضروریات کی ہر شے بڑی سے لے کر چھوٹی تک کے جو اس زمانے میں

صرف ہوتی،

لشکر کے جالذروں کے رواتب میں مثلاً (۲۳۴) تنکہ قسم کے افسروں اور دوہم کے
 رواتب :- لیے (۱۵۶) تنکہ اور ششم ہوم کے لیے ۸ تنکہ مقرر تھے۔

فرج کی ابتدا: ۷۵۔ ہزار۔ جن میں ۴۰ ہزار اسوار ہوتے تھے

۲۲۳۔ محمد المنجم بدیشی

”السید الشریف العلامة“۔ الدین گلبرگہ۔ ہیئت و بندہ و نجوم کے علاوہ
 دوسرے علوم حکیمہ میں بھی متبحر تھے۔ سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے انہیں اپنے دکن کے لشکر
 مقیمینہ گلبرگہ میں قاضی مقرر کیا۔ جہاں مدت تک رہے تھے

۲۲۴۔ شیخ محمد بن محمود کرمانی

”الشیخ المندی الحنفی۔ العالم المحدث“ زین طبری اور عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ الواسطی
 شیوخ مکہ مکرمہ سے حدیث سنی۔ فاسی نے ”عقد الثمین“ سے یہ استفاد کیا ہے

۲۲۵۔ شیخ محمد بن محمود کرمانی

م ۱۱۳۱ھ

”الشیخ الصالح“ محمد بن محمود الحسینی الکرمانی علم و طریقت دونوں سے ممارس۔ تجارت پیشہ
 تھے۔ جب لاہور تشریف لاتے تو حضرت شکر گنج کی ملاقات کے لیے پاک پٹن بھی جاتے۔
 ادب کی مجلس سے بہت مسرور ہوتے۔ حتیٰ کہ شیخ شکر گنج کی محبت نے ان کے دل سے
 تجارت کا دلو لہ فتنہ کر کے انہیں حضرت ممدوح کا ملازم خدمت کر دیا۔ حضرت کی رحلت کے
 بعد تشریف دہلی میں لائے اور شاہنشاہ دین سے وابستہ ہو گئے۔ اور تمام دنیوی علائق ختم
 کر دیئے۔ دہلی ہی دفن ہوئے۔

۱۔ تاریخ فرشتہ (دو متن) ۲۔ تاریخ فرشتہ (دو متن) ۳۔ طرب الامثال
 ۴۔ طرب الامثال (دو متن) ۵۔ خزینۃ الاولیاء (دو متن)

۲۲۷۴۔ محمد البغدادی

«الشیخ المعتمد محمد البغدادی الزاہد۔ ابن لبلوطہ نے ان سے بلاقات کی۔ اس وقت آپ شیخ صالح عثمان بن حسن المرزیدی کی قبر پر چلے کشتی میں مصروف تھے اور کن ۴۰ سال سے متجاوز ہو چکا تھا۔ مگر قویٰ ہنوز مضبوط تھے۔ اور بلا تکلف چلتے تھے۔ وہ آخری خلیفہ عباسی المستعصم باللہ کے قتل پر موجود تھے۔ جو بلا کو خال تاتاری بن تولائی کے ہاتھ سے ہوا۔»

۲۲۷۵۔ محمد بن شمس العثماني

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ الفقیہ محمد بن شمس بن صلاح ابن محمد بن محمد بن ابو بکر بن اسماعیل ابن سری السقلی العثماني۔ الشیخ محمد معروف امینظوی مشہور فقہائے احناف سے تھے۔ اپنے والد کے ہمراہ عراق سے ہندوستان تشریف لائے اور سترکہ میں لجہد سلطان علاء الدین خلجی ۷۴۵ھ/۱۳۴۴ء میں قاضی مقرر ہوئے۔ یہ زبانہ سلطان محمد تغلق پر متذہب رہا تھا۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے بیٹے نجم الدین اسماعیل اس منصب پر فائز ہوئے۔ قصبہ امینظوی میں ان کے اخلاص بکثرت پائے جاتے ہیں۔»

۲۲۷۸۔ سلطان محمود شاہ بہمنی

«الملك المومئذ محمود بن الحسن بہمنی محمود شاہ سلطان عادل وفاضل در علوم۔ اپنے

سبائی وادشاہ کے بعد ۱۱۳۷ھ میں گلبرگہ کے اندر سر پر آرائے تخت حکومت ہوئے اور آغاز بادشاہت عدل و احسان سے کیا۔ وہ عدل و سخاوت و بخشش میں دوسرے بادشاہوں سے ممتاز تھے۔ لخت عربی و فارسی دونوں میں ماہر۔ جب ان زبانون میں گفتگو کرتے تو سننے والا آپ کی طلاق لسانی پر خراج عقیدت پیش کرتا۔ کتابت میں خط بہت پختہ تھا۔ شعر کی تنقید میں دسترس پر ہر جگہ کے لوگ حاضر ہوتے۔ خواجہ شیراز حافظ بھی محمود شاہی کشتی میں سوار ہو کر ملاقات کے لیے آئے۔ مگر راستے میں لوٹ لیے گئے۔ اور آپ کی طرف یہ شعر لکھ کر بھجوائے دی ہا عم لبس بر بدن جہاں یک سر نئے آرزو

بے لغزشش دلق ما کنیں بہتر نئے آرزو!

لیجے آسماں محمود اول عم دریا بونے زر !!

فلط کر دم کہ یک موجش لصد من زر نئے آرزو

اسی پر محمود شاہ سلطان نے ایک لاکھ تنگہ طلائی — حافظ کی خدمت میں

بھیج دیا۔

گلبرگہ میں مدرسہ

محمود شاہ سلطان نے گلبرگہ - بیدرہ - قندھار - ایلیچ پور - جنیرہ - جیول اور وائل اور دوسرے مقامات پر تیمائی کے لیے مکاتب قائم کیے۔ محدثین کے لیے گران قدر وظائف مقرر فرمائے تاکہ وہ فراغ خاطر کے ساتھ حدیث پر متوجہ رہیں۔ وہ محدثین کی بے حد تعظیم کرتا۔ نابیناؤں اور لالوں کے وظائف بھی معین کر دیتے۔

زمام حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے وہ نہایت پر تکلف اور فہمی لباس پہنتا۔ مگر

سلطانی کے ساتھ ہی اس نے سادہ پوشاک پر اکتفا کر لیا اور وہ کہا کرتا کہ بادشاہ اللہ کی طرف سے

مسلمانوں کے اسوا ال پر امین ہیں۔ ان کے لیے ضرورت سے زائد کوئی شے مباح نہیں۔

وہ شہر بھی کہتا۔ الال جملہ!۔

عافیت در سینہ کار خون فاسد سے کند

رخصتے سے دل کہ باز الماس نشتر سے خورم

~~~~~

اسے بادشاہ نے ۱۹ سال۔ ۹ ماہ اور ۲۰ روز حکومت کی۔

## ۲۲۹۔ شیخ محمود ابن محمد دہلوی

۱۲۳۱ھ

«السید الشریف العلامة الحنفی» — محمد ابن احمد مدنی۔ لقب توأم الدین

دہلوی۔ امام حسن بن علی کی اولاد سے تھے۔ جس طرح علم و عرفان دونوں میں ممتاز۔ اسی طرح زہد و تقویٰ و شجاعت اور سخاوت میں فخر الامل تھے۔ علوم میں نظر حاصل تھی۔ ۴۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد امیر کبیر بدر الملت المنیر قطب الدین محمد ابن احمد الحسنی المحسینی کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ سلطان سمش الدین التمش نے اپنی دختر ان کے جہالہ عقد میں منسلک کر دی۔ اس شہزادی کا نام فتح تھا۔ وہی میں اقامت فرما ہوئے اور مشغلہ تدریس شروع کر دیا ان سے ان کے برادر زادہ قاضی رکن الدین ابن نظام الدین کر دی، علامہ الدین المحسینی جویر گاہ اور بے شمار دیگر افراد نے پڑھا۔ ۸۳۔ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

# ۲۵۔ شیخ محمد بن یحییٰ الاودھی

۴۵۴ھ  
۱۳۵۹ء

دہلی سے دہلی

”الشیخ الامام العالم الکبیر الزاید المجاہد“ — لفظی الدین محمود ابن یحییٰ بن عبداللطیف  
الحسینی البزوری ثم اودھی۔

اولیاء اللہ السالکین المتراضین سے تھے۔ اور وہیں پیدا ہوئے۔ وہیں پروان پڑھے  
مگر ۹ برس میں قدم رکھا تھا کہ والد کا سر سے سایہ اٹھ گیا۔ اور تمام اوجھ ان کی والدہ عقیقہ کے سر پر  
پڑ گیا۔ پڑھنا شروع کر دیا اور مولانا عبدالکریم شیریوانی سے ہدایہ و اصول بزوری پڑھے۔ اسی اثنا  
میں مولانا شیریوانی آسودہ لحد ہو گئے۔ تو مولانا افتخار الدین محمد گیلانی کے سامنے زانوئے تلمذتہ  
کیے۔ ان سے جملہ درسیات پڑھے۔

مگر شیخ حمید الدین قلندری دہلی فرماتے ہیں کہ اودھی صاحب نے فقہ شیخ فخر الدین  
ہانسوی اور اصول بزوری قاضی محی الدین کاشانی سے پڑھی۔

اور سبجۃ الموحانصے میں مذکور ہے کہ مولانا اودھی نے بعض کتابیں شیخ سمش الدین  
محمد بن یحییٰ اودھی سے پڑھیں۔ حاصل کلام یہ کہ آپ ۴۲۵ھ میں ہجرت و اشغال سے  
فارغ ہو گئے۔

طریقیت میں حضرت نظام المشایخ سے مستفیض ہوئے۔ مدلول ان کی خدمت میں  
غلامت کی۔ شیخ نے ۴۲۲ھ میں آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز کیا اور آپ کی رحلت  
پر سجادہ طریقت کو مزین فرما کر ”حقوق طریقت“ کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ ہمیشہ خندان و شادمان

سے پیش آتے۔

کثیر البہاء، کریم النفس، اعلیٰ اخلاق سے مزین۔ فحش گوئی سے مبرا اور صداقت سے قریب تر رہتے۔ اپنی ذات کے لیے کسی پر خفا نہ ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے مساوی کسی امر پر کسی سے کچھ نہ کہتے۔ رقت ہمہ وقت طاری رہتی۔ مراقبہ شعار تھا۔ آثار بزرگانِ نظر میں رکھتے۔ دعا سے زبان نہ رکھتی۔ عوام کے سر پر پدا احسان کا ہاتھ رہتا۔ صدق مقال، سوال سے پرہیز اور صبر و قناعت و لوکل زہد و مجاہدہ ان کا دنا تھا۔ ان کی ذات سے کشف و خوارق کا اس قدر ظہور ہوتا کہ صفحہ قرطاس پر مسطور نہیں ہو سکتا۔

### آپ کے مستوفیاض

(۱) شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلوی دین گلبرگہ

(۲) شیخ احمد بن شہاب الحکیم دہلوی

(۳) شیخ عبدالمقتر ابن رکن الدین الشترجی

(۴) شیخ کمال الدین العلامتہ

(۵) شیخ محمد بن حفص الحسینی المکی

(۶) شیخ احمد بن محمد تھانیسری

اور ان کے سوا بے شمار حضرات ہیں۔

۲۵۱۔ شیخ محمود بن محمد دہلوی

۱۳۲۴ھ  
۱۸۴۴ء

لا شیخ الفاضل الکبیر، ملقب ببعاد الدین دہلوی۔ فقہائے عقیقہ کے علمائے کبار سے

تھے۔ علامہ حافظ الدین کی کتاب المنار (در اصول) کی شرح لجوان افاضتہ اللوار حصے

اضاءة اصول المنار لکھی۔ (بجوالہ الاثمار الجنیہ ملا علی قادری)۔ (اور۔۔۔ الجواہر  
المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ مؤلفہ شیخ عبدالقادر ابو محمد الحرشی مرتب کی) مگر سمعانی نے اپنی تالیف  
النساب میں یہ ذکر نہیں کیا۔

## ۲۵۲۔ شیخ محمود بن الحسن بن الحسن بن البخاری

م ۷۲۸  
۱۳۴۶ھ

ابن علی الحسینی البخاری ملقب بہ شیخ ناصر الدین اللاحی "الشیخ العالم الفقیہ"۔  
ہندوستان کے معروف مشایخ سے تھے۔ ان کی والدہ دختر تھیں شیخ محمد بن الحسین علی  
الحسینی البخاری کی۔

کم سنی ہی میں علم و شیخیت کی گود میں پرورش پائی اور اپنے والد سے پڑھنے کے بعد  
منصب طریقت پر فائز ہوئے۔ آپ کے حرم تین تھے۔

(۱) بی بی بہسی دختر حسین شاہ لنکا ملتان

(۲) بی بی سعادت، دہلی کے اشرف خاندان سے تھیں۔

(۳) عام مسالوں میں سے ایک بی بی

اولاد میں ۲۳ فرزند اور پانچ دختر تھیں۔ ان میں سے پانچ بیٹے قطب کے درجے

پر تھے۔

(۱) شیخ حامد الکبیر

(۲) علم الدین

(۳) شہاب الدین

(۴) اسماعیل

(۵) فضل اللہ



۵۹ فرزند اول الذکر نبی بی ہلمسی سے تھے۔ دو بیٹے نبی بی سعادت کے لطن سے اور

دو بیٹے نبی بی سے پیدا ہوئے۔

## ۲۵۳۔ شیخ محمود بن یوسف کرائی

اشیخ العالم المحرث "محمود بن یوسف بن علی الکرائی۔ لقب نصیر الدین۔ نزہل مکہ مکرمہ۔

استاذہ

رضی طبری سے صحیح ابن حبان سنی۔ نیز زین طبری، جمال مطبری

خلیل مالکی سے حدیث سنی

تلامذہ

ابن سکر نے آپ سے صحیح ابن حبان پڑھی۔ جس کا اجازہ بھی عطا فرمایا۔ یہ واقعہ ماہ رجب

۱۳۵۲ھ کا ہے۔ مکہ مکرمہ سے ہندوستان تشریف لائے۔

## ۲۵۲۔ شیخ مخلص بن عبداللہ دہلوی

۱۳۹۲ھ

اشیخ الفاضل الکبیر الحلانتہ "مخلص بن عبداللہ شیخ حمید الدین الہندی الدہلوی۔ کبار علمائے حنفیہ سے اور دہلی کی ایک بڑھیا کے غلام تھے۔ اللہ نے انہیں اپنے احسان عطیات ہم نیری کا مورد قرار دے کر گونا گویں الغامات سے سرفراز فرمایا۔ خلعت قبول سے مالامال ہوئے۔ پہلے حصول علم ان کے لیے آسان ہو گیا۔ پھر نشر علوم میں انہیں ممتاز فرمایا۔ تدریس و تصنیف دونوں فن تفریق ہوئے۔ ہدایہ کی بہت اچھی شرح لکھی مگر مکمل نہ ہو سکی۔ تفسیر میں کشف الکشاف

مدون کی۔ اور بھی کئی کتابیں لکھیں جن کا تذکرہ شیخ محمد والدین فیروز آبادی نے اپنی تالیف —  
الطائف الخفیہ فی اشراف الخفیہ میں کیا ہے۔ جیسا کہ ملا علی قادری نے اپنی کتاب الاثمار الجنیہ  
میں اور چلپی نے کشف الطنون میں لکھا ہے کہ ان کی تالیف شرح بدایہ عمدہ کتاب ہے جس  
کا حرف اول ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
ذات ۱۲۴۲ھ میں ہوئی یہ

## ۲۵۵۔ شیخ مسعود ابن شیبہ سندی

۱۰ شیخ الفاضل الکبیر "مسعود بن شیبہ ابن الحسین سندی ملقب عماد الدین۔  
شیخ الاسلام کتاب التعلیم اور طبقات الخفیہ۔ ان کے تصانیف ہیں یہ

## ۲۵۶۔ شیخ مہرکی ابن اسحاق دہلوی

حضرت شکر گنج کے ہمیشہ زادہ تھے۔ اجودھن پاک پٹن مولد ہے۔ ان کی صغریٰ میں  
ان کے والد آسودہ لحد ہو گئے تو حضرت نظام المشایخ انہیں ان کی والدہ سمیت دہلی لے  
آئے۔ آپ ہی کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ قرآن مجید حفظ کر لینے کے بعد شیخ وجہیہ الدین  
سے درسیات پڑھیں۔

شکر گوی، موسیقی اور فنونِ حکمیہ میں ملکہ حاصل کیا یہ

۱۔ سبحة الجرجان (در متن)

۲۔ الاثمار الجنیہ (در متن)

۳۔ سیر الاولیاء (در متن)

## ۲۵۷- شیخ موسیٰ ابن جلال ملتانی

الشیخ العالم الفقیہ — الملقب بہ نور الدین — حضرت ابو الفتح رکن الدین ملتانی کے ہمیشہ زاد تھے۔ مدوح ہی سے طریقت میں درس لیا۔ ان کی خدمت میں برسوں شرفِ ملازمت سے مفتخر ہوئے۔ یہاں تک کہ علومِ ظاہر و باطن دونوں منکشف ہو گئے۔ مدرسہ بہائیہ ملتان میں بزمِ تدریس کو برواقی بخشی۔ ان کے شاگردوں میں جلال الدین حسین ابن احمد الحلیفی البخاری الاچھی قابلِ ذکر ہیں جو پورا ایک سال آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔

## ۲۵۸- شیخ مجدد الدین کاشانی

الشیخ العالم الصالح — الکااشانی ثم دولت آبادی اپنے زمانے کے ممتاز علماء سے تھے۔ درسیات شیخ زین الدین داؤد الحسین شیرازی سے پڑھے۔ بیعت حضرت شیخ برہان الدین غریب ہنسوی سے کی۔ مدت تک ان کے ملازم رہے اور ان کے کلمات کتابی شکل میں عنونِ کرامات نام کی کتاب میں جمع کیے۔ جس کے تتمہ بقیۃ الغرائب کے عنوان میں لکھے۔

دولت آباد میں آسودہ لحد ہوئے۔

## ۲۵۹- شیخ محی الدین کاشانی

م ۷۱۶ھ  
۱۳۱۷ء

الشیخ الفاضل الکبیر — ابن جلال الدین بن قطب الدین المحضی الصوفی الکااشانی فقہ و اصول و طریقت میں فخر و زکا رکھتے۔ شیخ سمش الدین قریشی وغیرہ سے دہلی میں پڑھا۔ پھر

لہ منبع الاسلام (در متن)

حضرت نظام المشایخ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ اجازہ میں حضرت نے بیعت :- آپ کے لیے یہ الفاظ اپنے مبارک ہاتھ سے لکھے۔

سے باید کہ تارک دنیا باشی۔ و لم یوتے دنیا و ارباب دنیا مال تشوی  
و بدیق بدل نہ کنی۔ و صلہ بادشاہاں مشہول نہ گیری۔ و اگر مسافراں  
بر تو رسندوبہ تو چیزے نہ باشد ایں حال لغتے شمری از لغت ہائے  
الہی۔

فان صلت ما امرتک و ظنی بک ان متفعل کذا لک فانمت  
خلیفتی وان لم تفعل فاللہ خلیفتی علی المسلمین

ترجمہ :- اگر تم نے اس پر عمل کیا اور مجھے یہی توقع ہے تب تو میرا خلیفہ ہے  
اور اگر عمل نہ کیا تو میرا خلیفہ خود اللہ تعالیٰ ہے مسلمانوں پر!

قاضی محی الدین صاحب کاشانی نے مخدوم سلطان المشایخ کی نصیحت پر حوت بحرف  
عمل کیا اور اپنی قضاۃ کی سند مرشد کے سامنے بھاڑ کر چھینک دی اور عوام کے افادہ و عبادت  
کے باوجود دنیا سے تمام علاقے منقطع کر لیے۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ آپ کے خیال بھی  
ناقول میں مبتلا ہو گئے۔ یہ اطلاع جب وقت کے بادشاہ سلطان علاء الدین خلجی کو پہنچی تو آپ  
کو اور دھکا قاضی مقرر کیا۔ یہ منصب آپ کا موروثی بھی تھا۔ مگر آپ قبول نہ کرنے میں بہت  
عرصہ لہذا رہے۔ باوجود اسے کہ طلب کے بغیر یہ منصب عطا ہوا تھا۔ اور مرشد نے کہا اگر آپ  
اسے طلب کرتے تو اور بات تھی مگر اب تو بغیر طلب کے ہے۔ آپ تو رو نہ کیجیے مگر انوں نے  
والس کو نے کے لیے اصرار کیا اور جب وہاں سے نکل آئے تو زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر  
تنگ ہو گئی۔ اور جان بھی قالب میں بے قرار ہو گئی۔ آپ نے عذر کیا کہ اب اللہ کے پاس  
جانے ہی میں کھلا ہے اسی جیسے وہیں میں ایک سال گذر گیا۔ تب آپ قضاۃ پر راضی ہو گئے  
مگر اب آپ کی ہمت میں زہد و استقامت کا پہلا سا ولولہ نہ تھا۔ اپنے مرشد ہی کی زندگی میں اللہ  
کو پیارے ہو گئے۔



## ۲۶۰۔ مولانا معزالدین اندھنی

والشیخ الفاضل الکبیر "دہلی کے ایک مدرسہ میں مسند تدریس پر متمکن تھے۔

## ۲۶۱۔ شیخ معین الدین بانخزری

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

والشیخ الفاضل الکبیر "شہر قنوج میں قیام تھا۔ ابن بطوطہ نے آپ سے ملاقات کی۔

## ۲۶۲۔ شیخ معین الدین اللوئی

(لجہد سلطان محمد شاہ خلجی)

والشیخ الفاضل "دہلی میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔

## ۲۶۳۔ مولانا معین الدین عمرانی

(لجہد سلطان محمد تغلق)

والشیخ الفاضل العلامتہ "ایسے علماء انگلیوں پر شمار ہوتے ہیں۔ دہلی کے ممتاز اساتذہ سے تھے۔ منطق، فلسفہ، فقہ، اصول، معانی و بیان ہر ایک میں بالغ النظر تھے۔ اوقات کا زیادہ حصہ درس افادہ میں صرف فرماتے۔ ان کے معاصر کوئی اور ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ ملکبرانی نے لکھا ہے کہ محمد تغلق نے مولانا عمرانی کو بے بہا تحائف دے کر شیراز بھیجا۔

۲۔ برنی (در متن)

۱۔ برنی (در متن)

۳۔ برنی (در متن)

کہ وہاں سے قاضی محمد الدین الایچی کو لے آئے۔ سلطان ابوالفتح شیرازی نے سنا تو قاضی صاحب مدوح کو ہندوستان آنے سے منع کر دیا۔ اور مولانا عمرانی کی بے حد تعظیم کی۔  
مولانا عمرانی نے نہایت عمدہ کتابیں لکھیں۔ ان میں شروح و تعلیقات علی کنز الدقائق و صحافی و مفتاح العلوم ہیں۔

## ۲۶۴۔ شیخ معز الدین ابو دھنی

(بچہ سلطان محمد تغلق)

الشیخ العالم الصالح — ابن علاء الدین یوسف الجرجانی ابو دھنی۔ صلح و تقویٰ و علوم میں ممتاز الاقران تھے۔ پاک پٹن میں پیدا ہوئے۔ شیخ و جہید الدین پانی سے درسیات پڑھیں۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کی خلافت پر فائز ہوئے۔  
محمد شاہ تغلق نے انہیں دہلی بلا کر گجرات و کن میں بھجوا یا۔ وہیں شہید کر دیے گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

ابن بطوطہ نے ان سے اجروہن میں ملاقات کی۔ جب وہ ان کے والد کی ملاقات کے لیے وہاں گئے۔

## ۲۶۵۔ شیخ معز الدین الدہلوی

م ۷۷۳ ھ ۱۳۷۱ء

الشیخ الفاضل — ابن علاء الدین بن شہاب الدین ابن شیخ احمد الخطابی المدینی ثم الہندی الدہلوی۔ بزرگی اور تقویٰ میں معروف۔ دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے شیخ جلال الدین حسین ابن احمد الحسینی البخاری الاچی کی خدمت میں برسوں رہ کر درسیات پڑھے۔ اور حرمین شریف لے گئے۔ جہاں سے سات حج کرنے کے بعد ہندوستان میں

مراجعت فرمائی۔ گجرات پہنچے تو یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ یہاں ہی شادی کی فوری ہوسوں یہاں  
قیام رہا۔

## ۲۱۷۔ قاضی منیر الدین بیانی

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ العالم الفقیہ الصالح الحنفی“ اپنے ملک کے ممتاز علماء سے تھے۔ علم اور عمل  
دونوں میں فروروزگار۔ سلطان علاء الدین خلجی سے تقرب کا یہ عالم تھا کہ آپ کو وہ دسترخوان پر  
شریک طعام کرتا اور تنہائی میں امور خاص میں مشورہ طلب کرتا۔ اور قاضی صاحب کسی خوف  
کے بغیر انسانی الضمیر بیان کرتے۔

برقی نے تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک روز سلطان علاء الدین خلجی نے تنہائی میں فرمایا:-

سلطان! میں آپ سے چند باتیں دریافت کرتا ہوں۔ آپ سچ سچ بیان کیجیے۔

قاضی صاحب! غالباً میرے سر پر موت منڈلا رہی ہے!

سلطان! یہ وہ تم آپ کو کیوں ہوا!

قاضی صاحب! اگر میں سچ عرض کروں گا تو سلطان کے عہدے کا مورد قرار پاؤں گا اور آپ

مجھے قتل کراویں گے!

سلطان! میں ہرگز ہرگز آپ کے ساتھ ایسا سلوک نہ کروں گا!

یہ کہہ کر سلطان نے قاضی صاحب سے چند سوالات کیے۔

سلطان! ان بت پرستوں کی بندوبستان میں کیا حیثیت ہے۔ شرع کے مطابق یہ قوم ذمی

کیوں کر ہوئی؟

قاضی صاحب! جب وہ جزیہ ادا کریں تو ذمی ہی قرار پائیں گے۔ اور اگر جزیہ وصول کرنے والا

ان کے منہ کے اندر شتوک دے۔ اس لیے کہ اس نے انہیں مغلوب کر لیا ہے!

اور اسے یہ حق بھی ہے اور جائز بھی ہے اور یہ فتویٰ امام ابوحنیفہ کا ہے۔

دوسرے مجتہدین سے: ان حضرات کا فتویٰ یہ ہے کہ:-

بت پرستوں کو یا قتل کر دیا جائے یا وہ اسلام قبول کر لیں اور بس!

سلطان سے:- اس کا تو مجھے علم نہ تھا لیکن میں یہ سنتا ہوں کہ وہ جزیہ بھی نہیں دیتے گھوڑوں پر سوار ہو کر دندنا تے پھرتے ہیں۔ تیرا انداز ہی کی مشقیں جاری رکھتے ہیں۔ لباس فاخرہ زیب تن رکھتے ہیں۔ ہر قسم کی زینت سے خود کو سنوارے رکھتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں اور حکام کی اطاعت پوری طرح نہیں کرتے۔

اس سے مرحلہ پر یہ امر میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ "میں اور شہر فتح کروں" مگر کیسے فتح کروں گا۔ جب مفتوحہ شہروں کی رعیت میری اطاعت نہیں کرتی۔ اگر یہ لوگ مطیع ہو جائیں تو ایک بات بھی ہے۔

اسے قاضی صاحب:- آپ عالم دین ہیں۔ آپ نے ان الجھنوں کا حل نہیں بتایا اور میں تو علوم دین سے بالکل گورا ہوں۔ اس لیے میں اپنی الجھنیں بیان کرتا ہوں۔

بت پرست میرے وفادار نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ میں ان کی بے جا تعظیم نہ کروں مگر میں انہیں اسی قدر مال دے سکتا ہوں جو ان کے لیے کفایت کر سکے۔

اس کے بعد سلطان نے یہ سوال کیا کہ اگر عمل خیانت کرنے سے نہ رکھیں تو؟

قاضی صاحب نے فرمایا کہ شریعت کی کتابوں کے اندر یہ مرقوم ہے کہ اگر عمل کو ان کی جملہ ضروریات کے لیے زبردل نہ دیا جائے اور اس تکمیل کے لیے وہ بیت المال میں سے کچھ اڑالیں یا رشوت لینا شروع کر دیں یا حاصل میں سے کتب بیعت کر لیں تو صاحب الامیر (سلطان) ان سے اپنا مال پورا کر سکتا ہے یا انہیں مال معصومہ کی نوعیت کے مطابق جس میں ہجو اسکتا ہے۔ رہا قطع ید۔ تو شریعت اس بارے میں خاموش ہے۔ یہ سن کر سلطان نے کہا میں نے حکام بازار کو تاکید کر رکھی ہے کہ وہ ہر ایک عامل کو اس کے جملہ حوائج کے مطابق وظیفہ دیں۔ اس پر بھی عامل اگر خیانت کریں تو ان کو تخریر یا جس جو مناسب حال ہو



سے پیش آئیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس زمانے کے اندر سرقہ، رشوت اور خیانت بالکل نہیں رہے۔  
 پھر سلطان نے فرمایا کہ میں نے اپنے زمانہ نیابت میں دلوگیر سے جو مال غنیمت حاصل کیا وہ بڑی  
 محنت اور مشقت سے حاصل کیا، تو کیا یہ حاصل کردہ مال صرف میرا حق ہے یا بیت المسلمین کا؟ قاضی  
 صاحب نے فرمایا کہ جو مال آپ نے دلوگیر سے مسلمان عساکر کی امداد سے حاصل کیا، وہ بیت المال  
 کے لیے ہے۔ اور اگر آپ نے یہ مال شریعت کے حکم کے مطابق صرف اپنی جدوجہد سے ہی  
 حاصل کیا ہے تو یہ سب مال آپ ہی کا ہے۔ سلطان یہ بات سن کر بہت سٹپٹایا۔ آپ کیا  
 فرما رہے ہیں اور آپ کا سر کیا کہہ رہا ہے۔ یعنی جو مال میں نے اپنی جدوجہد اور اپنے خدام خاص کی امداد سے  
 ان کفار سے حاصل کیا ہے جنہیں دہلی میں کوئی نہ جانتا تھا اور اس مال میں سے اتنا مال میں نے بیت المال میں  
 شامل کر دیا جو بیت المال کا حق بھی نہ تھا، اب سلطان نے پوچھا، یہ فرمائیے کہ بیت المال سے میرا اور میرے اہل  
 کا کتنا حصہ ہے؟ قاضی صاحب نے فرمایا، اب میری موت قریب آگئی ہے۔ سلطان! یہ آپ نے کس بات پر  
 جانا کہ آپ کی موت قریب آگئی ہے۔ جواب۔ اس بات سے جانا کہ اگر میں شرع کے مطابق جو اب  
 دوں تو سلطان قتل کرادے گا اور اگر سلطان کی خواہش کے مطابق کہوں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز  
 دوزخ میں جھونک دے گا! سلطان! آپ اپنے علم کے مطابق کہیے۔ قاضی! اگر سلطان خلفائے راشدین کا  
 اقتدار کرے اور وہ آخرت کا رزق بھی پہا ہے تب بھی اتنا وظیفہ بیت المال سے لینا اس کے لیے مناسب ہے  
 جتنا ایک مجاہد کا حق ہے اور یہ ۱۴۴۲ تک ہے اور اس پر بھی اگر سلطان یہ کہے کہ اتنی رقم سے لسبب اوقات اس  
 کے وقار کے منافی ہے تو سلطنت کے امرا کے مطابق ملنا چاہیے۔ اور اگر علمائے سواس سے بھی زیادہ  
 کے لیے فتویٰ دیں تو وہ اس کے مطابق لینے کا مجاز ہے۔ اس قدر کہ جس سے اس کی لسبب اوقات  
 امرا کی معیشت کے ہم پلہ ہو سکے۔ اگرچہ وہ اپنی مستورات کو سرکاری مال سے سونے اور چاندی کے  
 قناطیر المقطرہ اور ارض خراجی میں سے قربات، بیش قیمت ملبوس، جواہرات اور مینا کاری کے ظروف  
 ہی کیوں نہ بخش دے۔

سلطان! آپ میری تلوار سے نہیں ڈرتے جو آپ فرماتے ہیں کہ ہم بیت المال سے اپنی مستورات کو وہ  
 کچھ دے دیں جو شرع میں حرام ہو۔

قاضی صاحب! میں آپ کی تلوار سے ضرور ڈرتا ہوں، تبھی تو اپنے علم کو کفن سمجھ رہا ہوں لیکن سلطان نے  
 مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت کیے تو میں نے اپنے علم کے مطابق ان کا جواب دیا اور اگر سلطان مجھ سے ریاست  
 کے بارے میں دریافت کرے تو میرا جواب ہوگا کہ سلطان ایک حکم کے لیے ایک ہزار تک خرچ کر سکتا ہے۔  
 سلطان: آپ نے مجھے میرے ہر ایک سوال کے جواب سے محروم رکھا۔ شاید آپ مجھے ان تمام اختیارات سے  
 ایک طرف رکھنا چاہتے ہیں جو میں تخریر و تشدید کی صورت میں رکھتا ہوں میں شرابی اور کلالی کو عیس زانی کے  
 اعضا کو قطع اور زانیہ کو قتل کا حکم دیتا ہوں اور باغیوں کی سزا دیتی ہوں کسی مجرم کے نیک یا بد ہونے سے ان کے  
 قتل سے کم کوئی سزا نہیں دیتا۔ ان کے بیٹوں اور ان کی عورتوں کو بھی قتل کر دیتا ہوں جو لوگ بیت المال میں خیانت  
 کریں انہیں قید کر دیتا ہوں، ان کے گلے میں طوق پہنوا دیتا ہوں اور ان سے غصہ مال اگلا لیتا ہوں۔  
 قاضی مجلس سے نکل کر جوتوں کی جگہ پر آگئے۔ زمین پر پیشانی رکھ دی اور باوا بلند کہا سلطان مجھے قتل کرا  
 دیں یا زندہ رہنے دیں میں شرع کے اندر کوئی رعایت نہیں کر سکتا۔ اور نہیں یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ  
 وہ مجرموں کے ساتھ من مانی کرے۔ بادشاہ یہ سن کر محل کے اندر چلا گیا اور قاضی اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا۔  
 جہاں اس نے اپنے متعلقین اور اقربا کو جمع کر کے ان سے آخری نصیحت لی۔ کچھ صدقہ دیا بیت کا سا غسل کیا  
 پھر سلطان کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اسے خلعت اور ایک ہزار تکہ دیا۔ اور کہا میں علمی خاندان کا فرد  
 نہیں صرف ایک مسلمان گھرانے کا مولود ہوں اور کہا میں ڈرتا ہوں کہ باغی مجھ پر چڑھ دوڑیں اور ہزاروں مسلمان قتل ہو جائیں۔  
 اس لیے میں ان کی بھلائی میں مصروف رہتا ہوں مگر جب وہ میرے حکم سے سرتابی کرتے ہیں تو ان پر سختی کرتا ہوں  
 اس وقت میں شرع اور خلاف شرع میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ نہ یہ سمجھتا ہوں قیامت کے دن میرا رب میرے ساتھ  
 کیا کرے گا البتہ میں اس سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب تو جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص غیر عورت سے  
 زنا کرے تو اس سے میری بادشاہت میں فرق نہیں آئے گا۔ شرابی کے جرم کی مجھے سزا نہ ملے گی۔ کسی کی  
 چوری سے میرے باپ کا مال متروکہ نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص خیانت کرے تو میری ذات  
 پر اس کا کیا اثر ہے۔ میں انہیں شریعت کے مطابق سزا دے دیتا ہوں۔

مسلمانوں کی عملی حالت ان کے ان اسلاف سے مختلف ہو گئی ہے۔ جو زمانہ رسالت مآب  
 میں تھے، میں نے پچاس لاکھ افراد میں سے بھی ایک ایسا شخص نہیں پایا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ  
 کا خوف ہو یہی وجہ ہے کہ لوگ بے حجابانہ و خیانت اور رشوت کے ارتکاب سے راجس نہیں بچاتے۔

## ۲۶۷۔ مولانا معین الدین ہانسوی

(عہد سلطان فیروز شاہ خلجی)

«الشیخ الفاضل» اپنے عہد کے ممتاز علما سے تھے۔ تصانیف میں رسالہ الصالح والبدیع

ہے۔ جو مشہور نہ ہو سکا (شاہ عبدالرحمن دہلوی)

فارسی میں ان کے اشعار میں ازالا جملہ!

دور گوش و قدر خوش درخورد و خطرت

خزرفری پری و پری و بالو کور و خزا

یہ شعر ۱۹ بحروں میں شمار کیا گیا۔ بلکہ یہ تمام قصیدہ ہے۔

## ۲۶۸۔ قاضی مظہر الدین کروی

(ازندیا کے سلطان فیروز شاہ خلجی)

«الشیخ العالم الفاضل» حنفی، صوفی، کروی اپنے دور کے معروف علما سے تھے۔ طریقت

میں شیخ نصیر الدین محمود ابن یحییٰ الاودھی سے مستفیض، شاعر باکمال تھے۔ ان کے اشعار نہایت

شستہ تھے۔ سلطان فیروز الدین خلجی کے ندیوں میں سے تھے۔ سلطان ان کی بہت عزت کرتے تھے۔

ناظم تبریزی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے اشعار فصاحت سے مملو تھے۔

مولانا محمد صوفی المازندرانی نے ان سے صوبہ گجرات میں ملاقات کی۔ ان کے اشعار ان کے

دلیوان میں داخل کیے اور انہیں صوبہ گجرات کا ساکن لکھا۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے رسالۃ اخبار الفضلاء میں ان کا ذکر کیا ہے جس میں بہت سے اشعار نقل کیے ہیں۔ ازال جملہ !

غم دنیا درازی دراز  
بہر چہ گیرید محقر گیرید  
دوستان در غرمت سفراند  
یک زبان لذت نظر گیرید

## ۲۴۹۔ مولانا منہاج الدین القاسمی

۱۰ شیخ القاضی الکبیر القاسمی اپنے عہد کے ممتاز اساتذہ ہیں سے تھے۔ سلطان علاء الدین غلجی محمد شاہ کے عہد میں دہلی کے اندران کا درس جاری تھا۔

## ۲۵۰۔ شیخ منتخب الدین ہالنوی

م ۷۰۹  
۱۳۰۸ھ

شیخ العالم الفقیہہ منتخب الدین بن ناصر الدین نغانی ہالنوی المشہور بزرزی بخش مشایخ پشتیہ کے اعلیٰ اصنف ہیں تھے۔ سن ولادت ۷۰۵ھ مولد قصبہ ہالنوی۔ وہیں پروان پڑھے۔ بالغ ہونے پر دہلی تشریف لے آئے اور یہاں کے سربراہ اور وہ اساتذہ سے درسیات پڑھیں۔ تکمیل کے بعد حضرت سلطان الاولیاء کے ملازم ہو گئے۔ جب طرقت میں درجہ کمال پر آئے تو مرشد نے سند خلافت عطا فرما کر دکن میں دعوت و ارشاد کی طرف بجا دیا۔

۱۰ صبح گلشن (در متن)

۱۱ برنی (در متن)



جب آپ کے ہمراہ کئی اور یارانِ طریقت شریکِ سفر ہو گئے اور دولت آباد پہنچ کر ایک غار کے اندر طرحِ اقامت ڈال دی۔ جہاں ایک مسجد کے سوا کوئی اور مکان نہ تھا۔ جو مسجد چار سو اولیاء سے منتسب تھی۔

موصوف بڑے زاہد و پارسا، شبِ زندہ دار اور متوکل تھے۔ ان کے ہاتھ پر بے شمار مخلوق مشرف بہ اسلام ہوئی۔ ربیع الاول ۱۰۹۹ھ میں داعیِ امیل کو لہیک کہا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔

## ۲۶۱۔ مولانا منہاج الدین انصاری

م ۱۳۵۴ھ

(لجہد سلطان علاء الدین علاء ابن بہمنی)

شاہِ شیخ العالم الکبیرؒ تیمی انصاری حضرت جویری علاء الدین کے مرید ہوئے۔ برسوں ملازمِ خدمت رہے۔ دولت آباد دکن اور لجد ازاں گلبرگہ میں وارد ہوئے جب کہ یہاں ایک بندورا جہ حکمران تھا۔ اور کہیں آسودہ لحد ہوئے۔

## ۲۶۲۔ مولانا مویذ الدین کروکی

م ۱۳۰۶ھ

(لجہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

شاہِ شیخ الفاضل سلطان محمود کے نواسے تھے اور انہی کے عہد میں قصبہ کڑہ میں عامل مقرر ہوئے۔ مگر کچھ عرصہ لجد ترک مفسد کر کے دہلی آکر حضرت سلطان الاولیاء کے ملازم ہو گئے۔ سلطان محمود نے آپ کو بلا کر پہلی خدمت تفویض کرنا چاہی تو آپ نے انکار کر دیا اور بدستور حضرت شرف کے زیر سایہ رہے۔

## ۲۴۳۔ مولانا میراں مایگی

(عہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) "شیخ الفاضل الکبیر حنفی" بی بی میں درس جاری فرمایا اور اساتذہ معززین کی صف میں شمار ہوئے (برنی در متن)

## ۲۴۴۔ مولانا صالح الدین ناگوری

"شیخ العالم الصالح" ابن قاضی حمید الدین ناگوری۔ بیت العلم و معرفت میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے پڑھا اور ان کی رحلت کے بعد سزا و دعوت پر فائز ہوئے۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا (اجبار الاخبار)

## ۲۴۵۔ مولانا ناصر الدین خوارزمی

شیخ الفاضل العلامة فقہائے کبار میں سے تھے اور ہندوستان بھر کے سرکاری قاضیوں میں مشہور۔ سلطان محمد بن تغلق نے انہیں صدر جہاں کا خطاب ارزانی فرمایا۔

## ۲۴۶۔ مولانا نجم الدین انتشار

(از عہد علاء الدین خلجی تا سلطان فیروز شاہ)

"شیخ الفاضل الکبیر نجم الدین دہلوی المشہور بہ انتشار۔ اول الذکر بادشاہ کے عہد میں مندرجہ آراستہ فرمائی جو آخر الذکر سلطان کے زمانہ تک قائم رہی۔

فقہ و اصول میں کمال حاصل تھا۔ ہر دور کے بادشاہ اور امرا آپ کی متعلیم میں پیش پیش آپ سے برکت حاصل کرنے میں مسابق اور آپ کے اشاروں پر کامزن ہونے کو اپنا فخر سمجھتے۔

۱۔ کتب الاخبار و در متن

## ۲۷۷۔ مولانا نجم الدین سمرقندی

علامہ شیخ العلامة الکبیر الامام — حنفی فخر الامثال کہ کثرتہ درس میں ان کی نظیر ان کے دور میں نہ تھی۔ بالابند سیری (دہلی) لہجہ شاہ فیروز میں ان کا مدرسہ تھا۔ بالابند سیری سلطان محمود کا شاہی محل تھا۔ یہ بادشاہ بہت عمدہ لکھنویات کرانے میں ممتاز تھا اور مولانا سمرقندی کی بہت متعظیم کتابیں بہا تھا لفظ نذر کرتا۔ آپ کو فقہ و اصول کے سوا کئی اور علوم میں وسعت نظر تھی۔

## ۲۷۸۔ مولانا نجیب الدین ساوی

(لہجہ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

الشیخ الفاضل نجیب الدین۔ ساوی، دہلی کے ممتاز صاحب تدریس ہیں تھے۔ (برنی)

## ۲۷۹۔ مولانا نصیر الدین دہلوی

(لہجہ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

الشیخ الفاضل الکبیر — المشہور بہ المعی۔ دہلی میں مشہور ارباب درس سے تھے۔ (برنی)

## ۲۸۰۔ مولانا نصیر الدین صابونی

الشیخ الفاضل، لہجہ سلطان محمد شاہ خلجی، مشہور ارباب فقہ و اصول و عربی ہیں سے تھے۔

دہلی میں سند تدریس جاری تھی۔ (برنی در متن)

## ۲۸۱۔ مولانا نصیر الدین اکروسی

(لہجہ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) "الشیخ الفاضل نصیر الدین اکروسی الدہلوی۔ حنفیہ کے

فقہائے کبار سے تھے۔ دہلی کے اندر سند تدریس پر تمکن حاصل تھا۔ (برنی در متن)

## ۲۸۲۔ مولانا نصیر الدین حکیم شیرازی

(بعہد سلطان علاء الدین حسن بہمنی) «الشیخ اللامع الفاضل العالمی» علمائے فحول میں سے تھے فنون حکمیہ

پر احاطہ تھا۔ ہندوستان تشریف لائے اور کلبرگہ میں مطب و تدریس دونوں شغل اختیار کیے (تاریخ فرشتہ)

## ۲۸۳۔ مولانا نصیر الدین جوہری

«الشیخ الصالح» علوم ظاہری اور طریقت دونوں میں ممتاز۔ حضرت شرف الدین منیری کے

برسوں ملازم رہے اور خلافت عطا ہوئی۔ اپنے دور کے ممتاز شیوخ سے تھے۔ حضرت منیری

آپ سے بے حد محبت کرتے۔ سیرۃ الشرف (در متن)

## ۲۸۴۔ مولانا نظام الدین شیرازی

«الشیخ الفاضل الکبیر» نظام الدین شیرازی علم و تقویٰ میں فخر الاکابر۔ حرمین کا سفر کیا توجو

زیارۃ سے مشرف ہو کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ اور حضرت نظام الدین کے ملازم ہوئے

نعمت و جدوجہد حالت نصیب ہوئی۔ شیخ محمد ابن مبارک علوی کرمانی اودھ سے دہلی آئے تو آپ کی

زیارت کی۔ آپ دہلی میں آسودہ لحد ہوئے۔ خرفیۃ الاصفیاء (در متن)

## ۲۸۵۔ مولانا نظام الدین کلای

(بعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) «الشیخ الفاضل» نظام الدین کلای فقہ و اصول و عربی

کے مشہور علمائے میں سے تھے۔ دہلی میں سند تدریس بھی جاری رکھی (برنی در متن)



## ۲۸۶۔ مولانا نظام الدین ظفر آبادی

۱۰ الشیخ الفاضل — المحمینی فرقة حثیہ کے مشایخ سے تھے۔ عمر کا کچھ حصہ تدریس میں بسر کرنے کے بعد حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہوئے۔ اب ظفر آباد آئے اور شیخ اسد الدین الحسینی کے ملازم ہوئے۔ جن کے اثر سے زہد و عبادت کی طرف مائل ہو گئے۔ شاعر بے بدل تھے۔ عربی اور فارسی دونوں میں ان کی لقمانیت ہیں۔ اور ان کے اشعار کا مجموعہ یہ ہے۔

یار مارا بہ ازیں زار و خزیں سے خواہد  
بہ ازیں پھیت کہ مارا بہ ازیں سے خواہد

ظفر آبادی ہیں آسودہ لحد ہوئے۔ (تجلی نور در متن)

## ۲۸۷۔ مولانا نظام الدین درون حصاری

۱۰ الشیخ الفاضل الکبیر — ایسے واعظ طلیق اللسان کہ ان کی بات دل میں اتر جاتی۔ ایک روز جب ان کے وعظ میں حضرت شرف الدین احمد منیری تشریف لائے تو آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے

اے قوم کج رفتہ کجاں کجاں کجاں  
معتشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

آناں کہ طلب کار خدائید خدائید  
حاجت بہ طلب نیست شمائید شمائید

حضرت منیری ان شعروں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ستون سے سر ٹیک کر جان بلب ہو گئے (میر الانشرف)

## ۲۸۸۔ شیخ نور الدین ہالنسوی

۱۰ الشیخ الصالح الکبیر — نور الدین بن قطب الدین بن برہان الدین جمال الدین المخلیب الحنفی الہالنسوی مشہور مشایخ سے ہیں۔ ہالنسی میں پیدا ہوئے اور یہیں پر والڈ چڑھے۔ اپنے والد سے درسیات اور طریقت دونوں حاصل کیے۔ حتیٰ کہ اپنے والد کی جگہ پر مرتبہ مشیخت تک آ

بچے اور علم و عرفان دونوں میں فائز المیزام ہوئے۔ زاہد و عبد اور قانع و صابر تھے۔ شاہی تحائف قبول نہ کرتے۔ ہانسی ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کا مزار باعث برکت ہے۔

## ۲۸۹۔ مولانا وحید الدین رازی

«الشیخ الامام العالم الکبیر الامتہ» علمائے دہلی کے ممتاز ترین علمائے فقر سے تھے۔ شیخ ابوالقاسم تنوخی سے پڑھا۔ حضرت تنوخی نے حمید الدین ضرری سے پڑھا۔ حضرت حمید الدین نے شمس الامتہ سے اور انہوں نے صاحب مدنی سے پڑھا۔ اور ان کے شاگرد: سراج الدین ابو حمزہ عمر بن اسحاق بن احمد غزنوی ہیں۔ (الغواہد النبویہ)

## ۲۹۰۔ مولانا وحید الدین پاپلی

— (پاپل نواح سرپنڈ میں ایک قریہ ہے)

«الشیخ الامام العالم الکبیر» فقہ و اصول فقہ و عربی ادب میں معروف تھے۔ بیان میں عداوت تھی۔ بات میں قند گھول دیتے۔ کتاب ہانے رکھنے کے بغیر پڑھتے۔ زہد و قناعت میں مگن رہتے۔ حضرت نظام المشائخ سے طرفیت میں تربیت حاصل کی۔ برنی نے انہیں اپنے دور میں علمائے کبار میں شامل کیا ہے۔

## ۲۹۱۔ مولانا وحید الدین البیالوی

(لجند سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ العالم الفقیہ» البیالوی۔ دہلی کے اندر ممتاز اساتذہ سے تھے۔ اور اسی مرتبہ پر فائز تھے۔ (برنی درمیں) ابن بطوطہ نے ان سے پذیرگی میں ملاقات کی۔ جب محمود امیر عزیز الدین بتانی کے ندائیں تھے اور امیر ان کی بہت تعظیم فرماتے۔

## ۲۹۲۔ مولانا چہلہ لدین دہلوی

«الشیخ العالم الکبیر بہمد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی۔ دہلی میں محروف اساتذہ سے تھے۔»

## ۲۹۳۔ مولانا یعقوب افغانی

۱۳ جمادی الاخریٰ ۸۰۰ھ

«الشیخ الصالح الفقیہ یعقوب بن خواجگی العلوی افغانی الجراتی۔ علم و فضل اور صلاح و تقویٰ میں ممتاز الافاضل تھے۔ طریقت انہوں نے شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی سے حاصل کی۔ صاحبِ وجد و حالت تھے۔ شیخ زجب نہروالی۔ کبھی طریقت میں استفادہ کیا۔ ان کے کرامات اور کشف کا تذکرہ عام تھا۔ ان کا اصل وطن خراسان اور شاہی خاندان سے تھے۔ ان کے شاگردوں میں قاضی کمال الدین ہیں جنہوں نے ان سے فصوص الحکم پڑھی۔ اور ۷۹۸ھ میں انتقال فرمایا۔»

## ۲۹۴۔ امینی الحکیم الدہلوی

«الشیخ الفاضل العلامة الحکیم الدہلوی بہمد سلطان علاء الدین خلجی طب میں بے مثل تھے دہلی میں درس جاری تھا۔»

## ۲۹۵۔ شیخ یوسف ابن جمال ملتانی

«السید الشریف العلامة»۔ حنفیہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ ان کے اسلاف مشہد سے آکر ملتان آباد ہو گئے۔ اس وقت آپ صغیر السن تھے۔ ملتان میں پروان پڑھے اور

۱۔ مرات احمدی (درمتن) ۲۔ گلزار الابرار (درمتن) ۳۔ (برنی درمتن)

مولانا جلال الدین رومی صاحب، شیخ قطب الدین رازی شارح شمس سے پڑھا۔ اور دارالملك  
دہلی میں وارد ہوئے۔ تو سلطان فیروز شاہ نے آپ کو تدریس پر اس مدرسہ میں مامور فرمایا جو بادشاہ نے  
حوض خاص پر تعمیر کرایا تھا۔ آپ کے تصانیف متعدد ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔

۱۔ ایوسفی کہ شرح لب الالباب فی علم الالباب از بیضاوی ہے۔

۲۔ توجیہ الکلام شرح منہج الاصول مؤلفہ نسفی۔

## ۲۹۶۔ شیخ یوسف چندیری

«الشیخ الصالح الفقیہ» وجہیہ الدین یوسف چندیری۔ علمائے ربانی سے تھے۔ ہجرت

نظام المشایخ کی خدمت میں ملازم ہوئے پر آپ سے طریقت میں فیض کام ہوئے۔ حضرت ہی

انہیں چندیری میں ارشاد و دعوت کے لیے متعین فرمایا۔ — مرزا محمد۔ پارسا نے بے ریاد قانع تھے۔

کرلیات و کشف ان کے مشورہ میں چندیری ہی میں ۷۲۹ھ میں آسودہ لحد ہوئے۔

## ۲۹۷۔ شیخ یوسف ہشتی

«الشیخ الصالح الفقیہ» فقہ و اصولی میں فخر الاقران اور طریقت میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے

مستفیض تھے۔ تصانیف میں تحفۃ النصارح منظوم ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

## ۲۹۸۔ شیخ یوسف بن سلیمان اجوڑی

«الشیخ الصالح» یوسف بن سلیمان بن مسعود شکر گنج، الحدادی الجہمی یعنی شیخ

علاء الدین اجوڑی۔ جوان کا لقب ہے۔ مشایخ کبار سے تھے۔ اپنے والد کی وفات

کے بعد ۷۵۲ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ سلطان محمد تغلق نے آپ کی بیعت



کارلقہ اپنی گردن میں جمائل کیا۔

انہی لبطوطہ ان سے ملاقی ہوا اور لکھا ہے کہ:-

آپ شیخ ہیں ہندوستان کے۔ اسی کی وجہ سے سلطان

نے قریہ پاک پٹن آپ کو بخش دیا۔

آپ دہوا میں اس حد تک گھرے رہتے کہ اگر کسی سے ان کا کپڑا مس کر جاتا تو آپ

اسے فوراً دھو لیتے۔ اسی لیے کسی سے مصافحہ تک نہ کرتے۔

میں نے ان سے ملاقات پر شیخ برہان الدین کا سلام پیش کیا تو انہیں بہت حیرت

ہوئی اور فرمایا میرا مرتبہ ان سے نیچے ہے۔

میں نے ان کے دونوں بیٹوں سے ملاقات کی۔

(۱) معز الدین

(۲) علم الدین

معز الدین بڑے تھے اور اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کے خلیفہ ہوئے۔

انہی کے بعد حضرت شکر گنج کی زیارت بھی ہوئی۔ اجودھن سے واپسی کا ارادہ کیا تو

صاحبزادہ علم الدین نے مجھ سے فرمایا:-

آپ کو میرے والد کی زیارت ضرور کرنی چاہیے۔ دیکھا تو وہ گھر میں ایک بلند چوڑے

پر بیٹھے پائے۔ سر پر بہت بڑا کپڑا تھا جس کے دونوں طرف شملے تھے اور دونوں شملے

ایک ہی طرف لٹک رہے تھے۔ مجدوح نے نبات کا ایک خلیسا اندر میرے پینے کے لیے

بھی بھجوا دیا۔

۱۰ برنی (درتین)

# ۲۹۹۔ شیخ یوسف بن علی الحسنی

۲۵۲ شوال ۱۳۳۱ھ

”الشیخ الفاضل یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب“  
 جن کا نسب یحییٰ بن الحسن بن زید شہید تک پہنچتا ہے۔  
 حضرت نظام المشایخ کے مستشرقین تھے۔ دہلی سے ۱۳۲۵ھ میں دولت آباد منتقل  
 ہو گئے اور یہاں شیخ برہان الدین غریب ہالنوی کی خدمت میں ملازم ہو گئے۔

ختم شد

201

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ  
زینۃ الخواطر

بہجۃ المسامح والنواظر

دپاک ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ

(حصہ دوم)

مؤلفہ :- مولانا سید عبدالحمید بریلوی  
مترجم :- ابو یحییٰ امام حسن انوشہروی

○

مقبولہ کیلئے

بالمقابل شمع پوسٹ آفس، شاہ عالم ہارکیٹ لاہور